جلد نمبر ۵

تجوید و قرأت

بین الاقوامی تحقیقی مجلہ

ماہنامہ

جریدہ الاشرف

کراچی

www.KitaboSunnat.com

اور یہ (قرآن) تو جہان والوں کیلئے محض نصیحت ہے

(سورۃ القلم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

اِھدا لمرخ ابو عز الشاری محمد حمزہ المدنی

12.11.22

جامعہ اشرفیہ سکھر (سندھ) کا ترجمان

ماہنامہ

الاشرف

کراچی

جریدہ

APNS

بین الاقوامی تحقیقی مجلہ

شمارہ ۱۰-۲	شوال - ربیع الاول ۱۴۲۰ھ، فروری-جولائی ۲۰۰۰ء	جلد ۱۴-۱۵

رجسٹرڈ نمبر ایس ایس ۳۲۱

ممبر آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی تصدیق شدہ اشاعت

بفیض نظر : حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس اللہ سرہ

ثمرِ محنت : مولانا محمد شاہد تھانوی نور اللہ مرقدہ

مدیر اعلیٰ : محمد اسعد تھانوی

مدیر مسئول : محمد اسلم شیخوپوری

www.kitabosunnat.com

قیمت قرآن نمبر فی جلد :

اندرون ملک : ۱۲۵ روپے بیرون ملک بذریعہ ہوائی ڈاک : ۵۰۰ روپے

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ الاشرف کراچی، الاحمد ہائٹس ایف ایل-۲، بلاک ۴، کے ڈی اے اسکیم نمبر ۳۶، گلستان جوہر، کراچی-پاکستان۔

فون : 8119533 فیکس : 8117733

پبلشر: محمد اسعد تھانوی پرنٹر: قریشی آرٹ پریس کراچی کمپوزنگ: شعبہ کمپیوٹر جامعہ بنوریہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم. امابعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا

اور قرآن خوب صاف صاف پڑھئے

(سورۃ مزمل آیت نمبر ۴)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس شمارے میں

نمبر شمار			صفحہ نمبر
۱	صدائے دل	محمد اسلم شیخوپوری	۶
۲	ابتدائیہ	....	۷
۳	قرآن کے سات حروف	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی	۱۳
۴	انزل القرآن علی سبعہ	ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی	۶۱
۵	قرآت سبعہ و عشرہ	ڈاکٹر مسعود احمد سید	۷۹
۶	اختلاف قراءت قرآنیہ	ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری	۸۹
۷	فن قرآت کا ارتقاء	محمد سعود عالم قاسمی	۱۲۷
۸	علم تجوید ایک تعارف	ڈاکٹر محمود غازی	۱۵۵
۹	جدید صوتیات اور علم تجوید	ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ	۱۵۹
۱۰	قرآن کریم کا صوتی اعجاز	مولانا محمد فاروق خان	۱۸۹
۱۱	فن تجوید ایک بحث	محمد نسیم فردوسی	۲۰۹
۱۲	برصغیر میں علم قرآت کا ارتقاء	ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی	۲۱۷
۱۳	ہندوستان میں علم قرآت	مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی	۲۴۳
۱۴	ہندوستانی قراء اور علم قرآت	قاری محمد صدیق فلاحی	۲۵۳
۱۵	قرآن کریم میں وقف وابتداء	ڈاکٹر مسعود احمد سید	۲۶۵
۱۶	عہد سلطنت میں علم قرآت	ڈاکٹر محمد ظفر الاسلام	۲۶۷
۱۷	پاکستان میں تجوید وقرآت	تعارف وتبصرہ	۲۹۵
۱۸	علماء دیوبند کی خدمات تجوید وقرآت	ڈاکٹر صلاح الدین ثانی	۳۰۹
۱۹	امام دانی اور علم قرآت	ڈاکٹر عبدالعلیم خان	۳۳۹
۲۰	امام شاطبیؒ اور علم قرآت	مولانا محمد اسد اللہ	۳۴۵
۲۱	امام جزریؒ اور علم قرآت	مولانا محمد ارشد	۳۵۳

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

جَوِّدُوا الْقُرْآنَ وَزَيِّنُوهُ بِأَحْسَنِ الأَصْوَاتِ وَأَعْرِبُوهُ فَإِنَّهُ عَرَبِيٌّ وَاللّٰهُ يُحِبُّ أَنْ يُّعْرَبَ بِهِ ۔

قران کی تلاوت کیا کرو اور اس کو بہترین آواز سے مزیّن کرو اور اسے عربی لہجے میں پڑھو کیونکہ قرآن عربی ہے اور اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ قرآن کو عربی لہجے میں پڑھا جائے۔

www.kitabosunnat.com

(الجامعہ لاحکام القرآن)

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

صدائے دل

خیالات کی یلغار، تفکرات کا ہجوم، وساوس کی یورش، حالات کی ناموافقت، فتنوں کی کثرت اور زندگی کی سنگین حقیقتوں کا سامنا...... دل ودماغ کیسے متاثر نہ ہوں، حزن وملال کی پرچھائیاں کیسے نہ چھائیں۔ پریشانیوں کی دھوپ چھاؤں کیونکر نہ ہو، لیکن تجربے سے یہ ثابت ہوا ہے کہ جو لوگ قرآن کریم سے سچا تعلق جوڑ لیتے ہیں اور کلام اللہ کی خدمت واشاعت کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیتے ہیں وہ حالات اور فتنوں کے طوفان میں بھی پرسکون رہتے ہیں ان کے چہرے پر مسکراہٹ ہوتی ہے، ان کی فقیری میں امیری کی شان اور درویشی میں بادشاہی کی جھلک ہوتی ہے۔

آخر کیوں نہ ہو؟ قرآن دلوں کی بہار، آنکھوں کا نور، ہموم وافکار کا علاج اور آلام واحزان کا حقیقی مداوا ہے۔ اسی لئے تو کائنات کے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھائی ہے جو ہم سب کے وردِ زباں رہنی چاہئے۔

"اللھم اجعل القرآن العظیم ربیع قلبی ونور بصری وجلاء حزنی وذھاب ھمی"

(اے اللہ! قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار، میری بصارت کا نور، میرے غم کا علاج اور میری فکر کا مداوا بنادے)۔

محمد اسلم شیخوپوری

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ابتدائیہ﴾

میری طلب بھی......

''تمام تعریفیں اس ذات کے لئے جس نے
کائنات کو تخلیق کیا اور درود وسلام اس ذات
مقدس پر جسے ختم نبوت کا تاج پہنایا گیا''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

انسان کو حیوانِ ناطق کہا جاتا ہے، اس کا نطق اور قوتِ گویائی اسے اربوں حیوانوں سے ممتاز کرتی ہے۔

ظاہر ہے کہ دوسرے حیوانات بھی اپنی خوشی، خوف، بھوک اور پیاس جیسے احساسات کا اظہار کسی نہ کسی انداز میں ضرور کرتے ہیں لیکن انکے طریقۂ اظہار میں تنوع اور وسعت نہیں پائی جاتی، دنیا بھر کے کوؤں اور طوطوں وغیرہ کی آوازیں کم وبیش ملتی جلتی ہوتی ہیں، جیسے کراچی اور لاہور کے کتے بھونکتے ہیں یونہی مکہ اور مدینہ کے کتے بھی بھونکتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ دیارِ نبی ﷺ سے محبت کرنے والے انسان کو حرمین شریفین کے کتوں کی آواز میں ایک نغمگی سی محسوس ہوگی لیکن یہ نغمگی اس کے اپنے جذبات میں ہی ہوگی وگرنہ کتا تو کتا ہی ہے خواہ عرب کا ہو یا عجم کا۔

اِنسان کا معاملہ بالکل مختلف ہے اس کی قوتِ گویائی نے ہزاروں زبانوں کو وجود بخشا ہے، ہر ملک بلکہ ہر ملک کے ہر علاقے کی زبان مختلف ہے اور ہر زبان میں ادیبوں اور شاعروں نے وہ کمالات دکھائے ہیں جو واقعی انسان کے ناطق ہونے کو ثابت کرتے ہیں۔

زبان کا اصل مقصد اظہار مافی الضمیر ہے اور ہر وہ زبان جو اس مقصد کو بطریقِ احسن انجام دیتی ہو وہ اعلیٰ زبان شمار ہوگی۔

اگر اس معیار کو سامنے رکھ کر ہم عربی کا درجہ متعین کریں تو بلا شبہ اسے تمام زبانوں کی سرداری تسلیم کرنا پڑے گا۔ قرآن کریم عربی زبان میں ہے لیکن یہ کسی انسان کا نہیں اللہ کا کلام ہے اس لئے اس کی نزاکتیں بھی بہت زیادہ ہیں۔

دنیا میں بیسیوں قسم کی عربی بولی جاتی ہے لیکن کیا عرب اور کیا عجم کیا حجازی اور کیا مصری اور یونانی سب اس کے پابند ہیں کہ قرآن کریم کی تلاوت لغت قریش کے مطابق کریں اور اس میں بھی یہ ملحوظ رکھنا ہوگا کہ ہر لفظ اپنے مخرج سے ادا ہو، مخرج کی تبدیلی سے لفظ ہی نہیں بدلتا، معنی اور مفہوم بھی بدل جاتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تجوید کا فن اس لئے ایجاد کیا گیا ہے تاکہ قرآن کریم کی تلاوت میں غلطی سے بچا جائے بقول علامہ جزری رحمہ اللہ، تجوید تلاوت کا زیور، قرأت کی زینت، حروف کے حقوق کی ادائیگی اور انہیں اپنے اصل مقام سے ادا کرنے کا نام ہے۔

حروف کو صحیح مخارج سے ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی صفات کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے صفات کے علاوہ وقف کا مسئلہ بھی ہے کہ کہاں رکا جائے اور کہاں نہ رکا جائے ان سارے مسائل کے بارے میں علم تجوید میں بحث کی جاتی ہے جدید علم صوتیات جو چالیس پچاس برسوں میں سامنے آیا ہے اس علم میں بھی کسی زبان میں پائی جانے والی آوازوں سے بحث کی جاتی ہے اور اس میں بھی مخارج سے حروف کی ادائیگی اور ان کی صفات زیر بحث آتی ہیں۔

اللہ ہمارے بزرگوں کی قبروں کو ٹھنڈا رکھے کہ موڈرن لسانیات کے ماہرین جن چیزوں سے آج بحث کر رہے ہیں اور اس بحث کے لئے بھی وہ متعدد تجربوں، تحقیقات اور آلات کے محتاج ہیں ہمارے بزرگ صدیوں پہلے پوری نزاکتوں اور باریکیوں کے ساتھ اس بحث سے فارغ ہو چکے اور اسے نظم ونثر کی صورت میں کتابی شکل میں مدوّن کر چکے ہیں۔

یہ ان کی خداداد بصیرت اور قرآن کریم کے ساتھ ان کی خالص محبت ہی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے ایسا فن ترتیب دیا جس کی خوشہ چینی پر ان کے دشمن بھی مجبور ہیں، علم صوتیات سے دلچسپی رکھنے والا کوئی بھی شخص خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر ان بزرگوں کی خدمات اور علمی تحقیقات سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔

انشاء اللہ قرآن نمبر کی جلد پنجم علم تجوید کی اہمیت اس کی وسعت اور اس باب میں ہمارے اسلاف کی خدمات کے تعارف میں ایک سنگ میل ثابت ہوگی۔

اپنے موضوع پر اس جلد کو جامع بنانے کے لئے ہم نے صرف قدیم طرز کے مضامین پر اکتفا کرنے کے بجائے جدید زبان اور جدید تحقیقات کی روشنی میں لکھے گئے مضامین کو بھی جگہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دی ہے اوران مضامین کے سلسلہ میں ہمیں "درکاسیاتِ اسلامیہ" (علیگڑھ) سے بڑی مدد ملی۔

اصل میں ۱۷-۱۸/مارچ ۱۹۹۰ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں "کل ہند قرأت قرآن کانفرنس" ہوئی تھی جس میں فنِ قرأت کے مختلف موضوعات پر مقالات پڑھے گئے تھے بعد میں یہ مقالات مذکورہ مجلّہ کے ایک خصوصی نمبر میں شائع کیے گئے اس نمبر کو "قرآنِ کریم ـــــ حرف وصوت" کے عنوان سے معنون کیا گیا تھا، ہم نے اس نمبر میں شائع شدہ اکثر مضامین کو جلد پنجم میں شامل کرلیا ہے ان مضامین کے لکھنے والے اکثر حضرات وہ ہیں جنھوں نے قدیم علمِ تجوید کے ساتھ ساتھ جدید فنِ صوتیات کا بھی گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے اوراس مطالعہ کی جھلک ان کے مضامین میں بھی دکھائی دیتی ہے لیکن یہ جھلک بعض حضرات کے ذہنوں میں شکوک پیدا کرسکتی ہے مثلاً تلاوت میں جو نغمگی، خوش آہنگی اور صوتی جمال پیدا ہوجاتا ہے یہ حضرات اُس کی تفہیم کے لیے بعض اوقات موسیقی، دُھن اور سُر جیسے الفاظ استعمال کرلیتے ہیں، اپنے لغوی معانی کے اعتبار سے موسیقی کا اطلاق پرندوں کی چہچہاہٹ، ہوا کی لہروں کے زیروبم، رواں دواں چشموں کے ترنم اور صوتی جمال پر بھی ہوسکتا ہے۔ لیکن چونکہ عرفِ عام میں ان الفاظ کا اطلاق گانے بجانے پر ہوتا ہے اسلئے محتاط علماء، قرآن کریم کے ذیل میں ان کے استعمال کو جائز نہیں سمجھتے جن مضامین میں اس قسم کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ہم ان کے غلط مفہوم سے برأت ظاہر کرتے ہیں۔

سابقہ جلدوں کی طرح اس جلد کے لیے بھی مضامین جمع کرنے کا آغاز کرتے ہوئے ذہن پر بھاری بوجھ تھا کہ اتنا سارا مواد کیسے اور کہاں سے میسّر آئے گا لیکن " والذین جاھدوافینا لنھدینھم سبلنا" کے وعدہ کے مطابق جب کام شروع کیا توراستے کھلتے چلے گئے اور مواد میسّر آتا چلا گیا اور زیرِ بحث موضوع کے ایسے گوشے سامنے آئے کہ یہ جلد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ناکافی محسوس ہونے لگی چنانچہ اب یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ انشاء اللہ چھٹی جلد بھی "تجوید وقرأت" کے لیے مخصوص ہو گی۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ

جی چاہتا ہے کہ قرآن کریم کے حوالے سے اہل حق نے جو مضامین لکھے ہیں وہ سب ایک جگہ جمع ہو جائیں اور قرآن نمبر کا اصل مقصد یہی ہے، میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کام کتنی جلدوں میں مکمل ہو گا خیال یہ تھا کہ شاید پچیس جلدوں میں مکمل ہو جائے لیکن تیس اور پینتیس جلدیں بھی ممکن ہیں بس آرزو یہ ہے کہ بقیہ زندگی اور اس

زندگی کی ہر سانس قرآن کریم کے علوم و معارف کی خدمت واشاعت میں لگ جائے۔ یہ بات سو فیصد یقینی ہے کہ یہ خدمت اور خدمت کی یہ آرزو سب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا نتیجہ ہے ان کا کرم ہو تو دل میں نیکی کے جذبات پرورش پاتے ہیں اور ان کا کرم نہ ہو تو دلِ بنجر زمین بن جاتا ہے جس پر دور دور تک نہ گھاس کی پتّی دکھائی دیتی ہے نہ پھول کی پنکھڑی۔

جوں جوں قرآنی خدمت کا یہ سفر آگے بڑھتا جارہا ہے توں توں نئے نئے مخلص معاونین بھی سامنے آرہے ہیں۔ زیرِ نظر جلد کی تکمیل میں سب سے زیادہ تعاون محترم شبیر احمد میواتی صاحب نے کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ میواتی صاحب اور دوسرے مخلص معاونین کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے۔

محتاجِ دُعا

محمد اسلم شیخوپوری

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن نمبر اہلِ علم کی نظر میں

ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان

ماہنامہ ''الاشرف'' کراچی دینی جرائد میں ایک معتبر نام ہے۔ جون، اگست ۱۹۹۹ء کا ضخیم شمارہ ''قرآن نمبر'' کا تیسرا حصہ ہے۔ ساڑھے تین سو صفحات پر مشتمل اس نمبر میں ۲۱ علمی مقالے شامل ہیں علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ علامہ ابن سیرینؒ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، علامہ عبدالحیٔ لکھنویؒ، مفتی محمد ابراہیم، مفتی عبدالرؤف سکھروی ایسے صاحبان قلم کے رشحاتِ جواہر رقم سے یہ خاص نمبر معطر ومزین ہے۔ یہ اشاعت خاص ''تلاوت قرآن کریم'' کے نام سے منسوب ہے۔ اس میں تلاوتِ قرآن کریم کی فضیلت، تاخیر، مسائل، آداب، ذوق، حقوق اور شخصیات کے ایمان افروز تأثرات شامل ہیں۔ ''الاشرف'' کے کارپرداز خصوصاً مولانا محمد اسلم شیخوپوری مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے محنت شاقہ سے یہ عظیم دستاویز مرتب کی ہے۔ جوانِ صاحبان علم کے لیے اس جہاں میں باعث قدر و منزلت اور آخرت میں یقیناً نجات کا باعث ہے۔ یہ اشاعت خاص اس سلسلہ کی تیسری کاوش ہے۔

دلکش سرورق، مجلد، کمپیوٹر کتابت اور نفیس طباعت کے حامل ''قرآن نمبر'' کی قیمت صرف ۱۱۰ روپے ہے۔

(جلد نمبر ۵ کی قیمت=/125 روپے ہے)

ملنے کا پتہ :

ماہنامہ ''الاشرف'' الاحمد مینشن ۳ ای، گلشن اقبال کراچی۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

قرآن کے سات حروف

"سبعۃ حروف" والی حدیث اہل علم کے درمیان معرکۃ الآراء رہی ہے بعض علماء نے اس پر مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں، اس نمبر میں ڈاکٹر یسین مظہر صاحب نے اپنے انداز میں اگرچہ اس پر تفصیلی بحث کی ہے لیکن قدرے تشنگی باقی تھی اور اسی تشنگی کو دور کرنے کے لئے زیر نظر مضمون شائع کیا جارہا ہے جو کہ شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدھم کی مشہور کتاب "علوم القرآن" سے لیا گیا ہے لیکن اگر یہ مضمون من وعن دے دیا جاتا تو ضخامت بہت بڑھ جاتی ہم نے تلخیص کرتے ہوئے اس کا کچھ حصہ حذف کر دیا ہے جو حضرات پورا مضمون دیکھنا چاہتے ہوں وہ اصل کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔(ادارہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تحریر:
مولانا مفتی محمد تقی عثمانی
جامعہ دار العلوم کورنگی، کراچی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک صحیح حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔

ان ھذا القرآن انزل علی سبعة احرف فاقروا ماتیسر منه (۱)

"یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، پس اس میں سے جو تمہارے لئے آسان ہو اس طریقے سے پڑھ لو"

اس حدیث میں قرآن کریم کے سات حروف پر نازل ہونے سے کیا مراد ہے؟ یہ بڑی معرکۃ الآ راء اور طویل الذیل بحث ہے، اور بلا شبہ علوم قرآن کے مشکل ترین مباحث میں سے ہے، یہاں یہ پوری بحث تو نقل کرنا مشکل ہے، لیکن اس کے متعلق ضروری ضروری باتیں پیش خدمت ہیں۔

جو حدیث اوپر نقل کی گئی ہے وہ معنی کے اعتبار سے متواتر ہے، چنانچہ مشہور محدث امام ابو عبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ نے اس کے تواتر کی تصریح کی ہے، اور حدیث و قرأت کے معروف امام علامہ ابن الجزریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مستقل کتاب (جزء) میں اس حدیث کے تمام طرق جمع کئے ہیں، اور ان کے مطابق یہ حدیث حضرت عمر بن خطابؓ، ہشام بن حکیم بن حزامؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، ابی بن کعبؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، معاذ بن جبلؓ، ابو ہریرہؓ، عبداللہ بن عباسؓ، ابو سعید خدریؓ، حذیفہ بن یمانؓ، ابو بکرہؓ، عمرو بن عاصؓ، زید بن ارقمؓ، انس بن مالکؓ، سمرہ بن جندبؓ، عمر بن ابی سلمہؓ، ابو جہمؓ، ابو طلحہؓ اور ام ایوب انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے (۲) اس کے علاوہ متعدد محدثین نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر یہ اعلان فرمایا کہ وہ تمام حضرات کھڑے ہو جائیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ سے یہ حدیث سنی ہو کہ:۔

"قرآن کریم سات حروف پر نازل کیا گیا ہے جن میں سے ہر ایک شافی اور کافی ہے"،

چنانچہ صحابہ کرامؓ کی اتنی بڑی جماعت کھڑی ہو گئی جسے شمار نہیں کیا جا سکا (۳)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حروف سبعہ کا مفہوم

اس حدیث میں سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ سات حروف پر قرآن کریم کے نازل ہونے سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلے میں آراء و نظریات کا شدید اختلاف ملتا ہے، یہاں تک کہ علامہ ابن عربیؒ وغیرہ نے اس باب میں پینتیس اقوال شمار کئے ہیں (۴) یہاں ان میں سے چند مشہور اقوال پیش خدمت ہیں۔

۱۔ بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے مراد سات مشہور قاریوں کی قرائتیں ہیں، لیکن یہ خیال تو بالکل غلط اور باطل ہے، کیونکہ قرآن کریم کی متواتر قرائتیں ان سات قرائتوں میں منحصر نہیں ہیں، بلکہ اور بھی متعدد قراءتیں تواتر کے ساتھ ثابت ہیں، یہ سات قراءتیں تو محض اس لئے مشہور ہوگئیں کہ علامہ ابن مجاہدؒ نے ایک کتاب میں ان سات مشہور قراء کی قراءتیں جمع کردی تھیں، نہ ان کا یہ مقصد تھا کہ قراءتیں سات میں منحصر ہیں، اور نہ وہ حروفِ سبعہ کی تشریح ان سات قراءتوں سے کرنا چاہتے تھے، جیسا کہ اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

۲۔ اسی بناء پر بعض علماء نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ حروف سے مراد تمام قراءتیں ہیں، لیکن "سات" کے لفظ سے سات کا مخصوص عدد مراد نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد کثرت ہے، اور عربی زبان میں سات کا لفظ محض کسی چیز کی کثرت بیان کرنے کے لئے اکثر استعمال ہوجاتا ہے، یہاں بھی حدیث کا مقصد یہ نہیں ہے کہ قرآن کریم جن حروف پر نازل ہوا وہ مخصوص طور پر سات ہی ہیں، بلکہ مقصد یہ ہے کہ قرآن کریم "بہت سے" طریقوں سے نازل ہوا ہے، علماء متقدمین میں سے قاضی عیاضؒ کا یہی مسلک ہے (۵)، اور آخری دور میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے بھی یہی قول اختیار فرمایا ہے (۶)،

لیکن یہ قول اس لئے درست معلوم نہیں ہوتا کہ بخاریؒ اور مسلمؒ کی ایک حدیث میں حضرت ابن عباسؓ سے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ

اقرانی جبریل علی حرف فراجعته، فلم ازل استزیده ویزیدنی حتی انتهٰی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الی سبعة احرف(۷)

"مجھے جبرئیل علیہ السلام نے قرآن کریم ایک حرف پر پڑھایا، تو میں نے اس سے مراجعت کی اور میں زیادت طلب کرتا رہا، اور وہ (قرآن کریم کے حروف میں) اضافہ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ سات حروف تک پہنچ گئے"

اس کی تفصیل صحیح مسلمؒ کی ایک روایت میں حضرت ابی بن کعبؓ سے اس طرح مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ جو بنو عفار کے تالاب کے پاس تھے۔

فاتاہ جبرئیل علیہ السلام فقال ان اللّٰہ یا مرك ان تقرا امتك القرٰن علٰی حرف، فقال اسال اللّٰہ معافاته ومغفرته وان امتی لا تطیق ذلك ثم اتاہ الثانیة فقال ان اللّٰہ یامرك ان تقرا امتك القران علی حرفین فقال اسال اللّٰہ معافاته و مغفرته و ان امتی لا تطیق ذلك، ثم جاء ہ الثالثة فقال انّ اللّٰہ یأمرك ان تقرا امتك القران علی ثلاثة احرف فقال اسال اللّٰہ معافاته و مغفرته وان امتی لا تطیق ذلك ثم جاء ہ الرابعة فقال: ان اللّٰہ یامرك ان تقرا امتك القرآن علٰی سبعة احرف فایما حرف قرء واعلیه فقد اصابوا (۸)

"پس حضور ﷺ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ اللہ نے آپ ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ کی (ساری) امت قران کریم کو ایک ہی حرف پر پڑھے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ سے معافی اور مغفرت مانگتا ہوں، میری امت میں اس کی طاقت نہیں ہے، پھر جبرئیل علیہ السلام دوبارہ آپ ﷺ کے پاس آئے، اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ کی امت قرآن کریم کو دو حرفوں پر پڑھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالی سے معافی اور مغفرت مانگتا ہوں، میری امت میں اس کی طاقت نہیں ہے، پھر وہ تیسری بار آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ کی امت قرآن کریم کو تین حروف پر پڑھے، آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ میں اللہ تعالی سے معافی اور مغفرت مانگتا ہوں، میری امت میں اسکی طاقت نہیں ہے، پھر وہ چوتھی بار آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ کی امت قران کو سات

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حروف پر پڑھے، پس وہ جس حرف پر پڑھیں گے ان کی قراءت درست ہوگی"

ان روایات کا سیاق صاف بتارہا ہے کہ یہاں سات سے مراد محض کثرت نہیں، بلکہ سات کا مخصوص عدد ہے، اس لئے ان احادیث کی روشنی میں یہ قول قابلِ قبول معلوم نہیں ہوتا، چنانچہ جمہور نے اس کی تردید کی ہے۔

۳۔ بعض دوسرے علماء مثلاً حافظ ابن جریر طبریؒ نے فرمایا کہ مذکورہ حدیث میں سات حروف سے مراد قبائل عرب کی سات لغات ہیں، چونکہ اہل عرب مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے، اور ہر قبیلہ کی زبان عربی ہونے کے باوجود دوسرے قبیلہ سے تھوڑی مختلف تھی، اور یہ اختلاف ایسا ہی تھا جیسے ایک بڑی زبان میں علاقائی طور پر تھوڑے تھوڑے اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان مختلف قبائل کی آسانی کے لئے قرآن کریم سات لغات پر نازل فرمایا، تاکہ ہر قبیلہ اسے اپنی لغت کے مطابق پڑھ سکے (۹) امام ابو حاتم سجستانی نے ان قبائل کے نام بھی معین کر کے بتادیئے ہیں، اور فرمایا ہے کہ قرآن کریم ان سات قبائل کی لغات پر نازل ہوا ہے، قریش، ھذیل، تیم الرباب، ازد، ربیعہ، ہوازن، اور سعد بن بکر، اور حافظ ابن عبد البرؒ نے بعض حضرات سے نقل کر کے ان کی جگہ یہ قبائل بتائے ہیں، ھذیل، کنانہ، قیس، ضبہ، تیم الرباب، اسد ابن خزیمہ اور قریش، لیکن بہت سے محققین مثلاً حافظ ابن عبد البرؒ، علامہ سیوطیؒ اور علامہ ابن الجزریؒ وغیرہ نے اس قول کی بھی تردید کی ہے اوّل تو اس لئے کہ عرب کے قبائل بہت سے تھے، ان میں سے صرف ان سات کے انتخاب کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ دوسرے یہ کہ حضرت عمرؓ اور حضرت ہشام بن حکیمؓ کے درمیان قرآن کریم کی تلاوت میں اختلاف ہوا، جس کا مفصل واقعہ صحیح بخاریؒ وغیرہ میں مروی ہے، حالانکہ یہ دونوں حضرات قریشی تھے، اور آنحضرت ﷺ نے دونوں کی تصدیق فرمائی، اور وجہ یہ بتائی کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے، اگر سات حروف سے مراد سات مختلف قبائل کی لغات ہوتیں تو حضرت عمرؓ اور حضرت ہشامؓ میں اختلاف کی کوئی وجہ نہیں ہونی چاہئے تھی، کیونکہ دونوں قریشی تھے (۱۰) اگرچہ علامہ آلوسیؒ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو آنحضرت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ﷺ نے قریش کے علاوہ کسی اور لغت پر قرآن پڑھایا ہو (۱۱)" لیکن یہ جواب کمزور ہے، کیونکہ مختلف لغات میں قرآن کریم کے نازل ہونے کا منشاء یہی تو تھا کہ ہر قبیلہ والا اپنی لغت کے مطابق آسانی سے اس کو پڑھ سکے، اس لئے یہ بات حکمتِ رسالت ﷺ سے بعید معلوم ہوتی ہے، کہ ایک قریشی کو دوسری لغت پر قرآن کریم پڑھایا گیا ہو،

اس کے علاوہ اس پر امام طحاویؒ نے بھی یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ سات حروف سے مراد سات قبائل کی لغات ہیں، تو یہ اس آیت کے خلاف ہوگا جس میں ارشاد ہے۔

وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه

"اور ہم نے نہیں بھیجا کوئی رسول مگر اسکی قوم کی زبان میں"

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قوم قریش تھی، اس لئے ظاہر یہی ہے کہ قرآن قریش کی لغت پر نازل ہوا ہے (۱۲)، امام طحاویؒ کی اس بات کی تائید یوں بھی ہوتی ہے کہ جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کے جمع ثانی کا ارادہ فرمایا اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کو مصحف تیار کرنے کا حکم دیا، اس وقت انہیں یہ ہدایت فرمائی تھی۔

اذا اختلفتم انتم فی شئی من القران فاکتبوه بلسان قریش فانما نزل بلسانهم

"جب قرآن (کی کتابت) میں تمہارے درمیان کوئی اختلاف ہو تو اسے قریش کی لغت پر لکھنا، کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے (۱۳)"

اس میں حضرت عثمانؓ نے تصریح فرمادی ہے کہ قرآن صرف قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے، رہا یہ سوال کہ پھر اختلاف پیش آنے کا کیا مطلب ہے؟ سو اس کا مفصل جواب انشاءاللہ آگے آئے گا۔

اس کے علاوہ اس قول کے قائلین اس بات پر متفق ہیں کہ "احرف سبعہ" اور "قراءات" دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، قراءات کا اختلاف جو آج تک موجود ہے وہ صرف ایک

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حزف یعنی لغت قریش کے اندر ہے، اور باقی حروف یا منسوخ ہو گئے یا مصلحۃ انہیں ختم کر دیا گیا، اس پر دوسرے اشکالات کے علاوہ ایک اشکال یہ بھی ہوتا ہے کہ پورے ذخیرہ احادیث میں کہیں اس بات کا ثبوت نہیں ملتا، کہ قرآن کریم کی تلاوت میں دو قسم کے اختلافات تھے، ایک "سبعۃ احرف" کے اور ایک قراءات کے، بلکہ احادیث میں جہاں کہیں قران کریم کے کسی لفظی اختلاف کا ذکر آیا ہے وہاں صرف "احرف" کا اختلاف ذکر کیا گیا ہے، قراءات کا کوئی جداگانہ اختلاف بیان نہیں کیا گیا، ان وجوہ کی بناء پر یہ قول بھی نہایت کمزور معلوم ہوتا ہے،

۴۔ چوتھا مشہور قول امام طحاویؒ کا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم نازل تو صرف قریش کی لغت پر ہوا تھا، لیکن چونکہ اہل عرب مختلف علاقوں اور مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے، اور ہر ایک کے لئے اس ایک لغت پر قرآن کریم کی تلاوت بہت دشوار تھی، اسلئے ابتداء اسلام میں یہ اجازت دیدی گئی تھی کہ وہ اپنی علاقائی زبان کے مطابق مرادف الفاظ کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کر لیا کریں، چنانچہ جن لوگوں کے لئے قرآن کریم کے اصلی الفاظ سے تلاوت مشکل تھی، ان کے لئے خود آنحضرت ﷺ نے ایسے مرادفات متعین فرمادیئے تھے جن سے وہ تلاوت کر سکیں، یہ مرادفات قریش اور غیر قریش دونوں کی لغات سے منتخب کئے گئے تھے، اور یہ بالکل ایسے تھے جیسے تعال کی جگہ ھلم یا اقبل یا ادن پڑھ دیا جائے، معنی سب کے ایک ہی رہتے ہیں، لیکن یہ اجازت صرف اسلام کے ابتدائی دور میں تھی، جبکہ تمام اہلِ عرب قرآن زبان کے پوری طرح عادی نہیں ہوئے تھے، پھر رفتہ رفتہ اس قرآنی زبان کا دائرہ اثر بڑھتا گیا، اہلِ عرب اس کے عادی ہو گئے، اور ان کے لئے اسی اصلی لغت پر قرآن کی تلاوت آسان ہو گئی، تو آنحضرت ﷺ نے وفات سے پہلے رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ اسلام سے قرآن کریم کا آخری دور کیا، جسے عرضہ اخیرہ کہا جاتا ہے، اس موقع پر یہ مرادفات سے پڑھنے کی اجازت ختم کر دی گئی اور صرف وہی طریقہ باقی رہ گیا جس پر قرآن نازل ہوا تھا (۱۴)

اس قول کے مطابق "سات حروف" والی حدیث اسی زمانے سے متعلق ہے جب

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تلاوت میں مرادفات استعمال کرنے کی اجازت تھی، اور اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے، بلکہ مطلب یہ تھا کہ وہ اس وسعت کے ساتھ نازل ہوا ہے کہ اسے ایک مخصوص زمانے تک سات حروف پر پڑھا جاسکے گا، اور سات حروف سے بھی مراد یہ نہیں ہے کہ قرآن کریم کے ہر کلمہ میں سات مرادفات کی اجازت ہے، بلکہ مقصد یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ جتنے مرادافات استعمال کئے جاسکتے ہیں ان کی تعداد سات ہے، اور اس اجازت کا مفہوم بھی یہ نہ تھا کہ ہر شخص اپنی مرضی سے جو الفاظ چاہے استعمال کر لے، بلکہ متبادل الفاظ کی تعیین بھی خود آنحضرت ﷺ نے فرمادی تھی، اور ہر شخص کو آپ ﷺ نے اس طرح قرآن سکھلایا تھا جو اس کے لئے آسان ہو، لہٰذا صرف ان مرادفات کی اجازت دی گئی تھی جو حضور ﷺ سے ثابت تھے (۱۵)

امام طحاویؒ کے علاوہ حضرت سفیان بن عیینہؒ، ابن وہبؒ اور حافظ ابن عبد البرؒ نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے، بلکہ حافظ ابن عبد البرؒ نے تو اس قول کو اکثر علماء کی طرف منسوب کیا ہے، (۱۶)

یہ قول پچھلے تمام اقوال کے مقابلہ میں زیادہ قرینِ قیاس ہے، اور اس کے قائلین اپنی دلیل میں مسند احمدؒ کی وہ روایت پیش کرتے ہیں جو حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ان جبرئیل قال یامحمد ﷺ اقراء القران علی حرف، قال میکائیل استزده حتی بلغ سبعة احرف، قال کل شاف کاف مالم تخلط، ایة عذاب برحمة اورحمة بعذاب، نحو قولك تعال واقبل وهلم واذهب واسرع وعجل

"جبرئیل علیہ السلام نے (حضور ﷺ سے) کہا کہ اے محمد ﷺ! قرآن کریم کو ایک حرف پر پڑھئے، میکائیل علیہ السلام نے (حضور ﷺ سے) کہا اس میں اضافہ کروایئے۔ یہاں تک کہ معاملہ سات حروف تک پہنچ گیا، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا، ان میں سے ہر ایک شافی کافی ہے، تاوقتیکہ آپ عذاب کی آیت کو رحمت سے یا رحمت کو عذاب سے مخلوط نہ کردیں، یہ ایسا ہی ہوگا جیسے آپ ﷺ تعال (آؤ) کے معنی کو اقبل، ھلم، اذھب، اسرع اور عجّل کے الفاظ سے ادا کریں"

اس قول پر اور تو کوئی اشکال نہیں ہے، لیکن ایک الجھن اس میں بھی باقی رہتی ہے، اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہ یہ کہ قرآن کریم کی جو مختلف قراءتیں آج تک متواتر چلی آرہی ہیں، اس قول کے مطابق ان کی حیثیت واضح نہیں ہوتی، اگر ان قراءتوں کو "سات حروف" سے الگ کوئی چیز قرار دیا جائے تو اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے، احادیث کے وسیع ذخیرے میں "احرف" کے اختلاف کے علاوہ قرآن کریم کے کسی اور لفظی اختلاف کا ذکر نہیں ملتا، پھر اپنی طرف سے یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت میں "احرف سبعہ" کے علاوہ ایک اور قسم کا اختلاف بھی تھا، اس الجھن کا کوئی اطمینان بخش حل اس قول کے قائلین کے یہاں مجھے نہیں مل سکا۔

"سبعہ احرف" کی راجح ترین تشریح

ہمارے نزدیک قرآن کریم کے "سات حروف" کی سب سے بہتر تشریح اور تعبیر یہ ہے کہ حدیث میں "حروف کے اختلاف سے" مراد "قرائتوں کا اختلاف" ہے۔ اور سات حروف سے مراد "اختلاف قراءت" کی سات نوعیتیں ہیں، چنانچہ قراءتیں تو اگرچہ سات سے زائد ہیں، لیکن ان قراءتوں میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں وہ سات اقسام میں منحصر ہیں، (ان سات اقسام کی تشریح آگے آرہی ہے)

ہمارے علم کے مطابق یہ قول متقدمین میں سے سب سے پہلے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ملتا ہے، مشہور مفسر قرآن علامہ نظام الدین قمی نیشاپوریؒ اپنی تفسیر غرائب القرآن میں لکھتے ہیں کہ احرفِ سبعہ کے بارے میں امام مالکؒ کا یہ مذہب منقول ہے کہ اس سے مراد قراءات میں مندرجہ ذیل سات قسم کے اختلافات ہیں۔

۱۔ مفرد اور جمع کا اختلاف، کہ ایک قراءت میں لفظ مفرد آیا ہو اور دوسری میں صیغہ جمع، مثلاً وتمت كلمة ربك، اور كلمات ربك،

۲۔ تذکیر و تانیث کا اختلاف، کہ ایک میں لفظ مذکر استعمال ہوا اور دوسری میں مونث جیسے لا يقبل اور لا تقبل

۳۔ وجوہ اعراب کا اختلاف، کہ زیر زبر وغیرہ بدل جائیں، مثلاً هل من خالق غير الله اور غيرِ الله۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۴۔ صرفی ہیئت کا اختلاف، جیسے یعرشون اور یعرشون۔
۵۔ ادوات (حروف نحویہ) کا اختلاف، جیسے لکن الشیاطین اور لکن الشیاطین
۶۔ لفظ کا ایسا اختلاف جس سے حروف بدل جائیں، جیسے تعلمون اور یعلمون اور ننشزھا اور ننشرھا۔
۷۔ لہجوں کا اختلاف، جیسے تخفیف، تفخیم، امالہ، مد، قصر، اظہار اور ادغام وغیرہ (۱۷)

پھر یہی قول علامہ ابن قتیبہؒ، امام ابوالفضل رازیؒ، قاضی ابوبکر بن الطیب باقلانیؒ اور محقق ابن الجزری رحمہم اللہ نے اختیار فرمایا ہے (۱۸) محقق ابن الجزریؒ جو قرآءت کے مشہور امام ہیں اپنا یہ قول بیان کرنے سے قبل تحریر فرماتے ہیں۔

"میں اس حدیث کے بارے میں اشکالات میں مبتلا رہا، اور اس پر تیس سال سے زیادہ غور و فکر کرتا رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اس کی ایسی تشریح کھول دی جو انشاء اللہ صحیح ہو گی (۱۸)"

یہ سب حضرات اس بات پر تو متفق ہیں کہ حدیث میں "سات حروف" سے مراد اختلافِ قراءت کی سات نوعیتیں ہیں، لیکن پھر ان نوعیتوں کی تعیین میں ان حضرات کے اقوال میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک نے قرآءت کا استقراء اپنے طور پر الگ الگ کیا ہے، ان میں جن صاحب کا استقراء سب سے زیادہ منضبط مستحکم اور جامع و مانع ہے، وہ امام ابوالفضل رازیؒ ہیں، فرماتے ہیں، کہ قرآءت کا اختلاف سات اقسام میں منحصر ہے:

۱۔ اسماء کا اختلاف جس میں افراد تثنیہ و جمع اور تذکیر و تانیث دونوں کا اختلاف داخل ہے، (اس کی مثال وہی تمت کلمۃ ربک ہے، جو ایک قراءت میں تمت کلمات ربلک بھی پڑھا گیا ہے)
۲۔ افعال کا اختلاف، کہ کسی قراءت میں صیغہ ماضی ہو، کسی میں مضارع اور کسی میں امر (اس کی مثال ربنا باعدبین اسفارنا ہے کہ ایک قراءت میں اس کی جگہ ربنا بعد بین اسفارنا بھی آیا ہے)
۳۔ وجوہ اعراب کا اختلاف، جس میں اعراب یا حرکات مختلف قراء توں میں مختلف ہوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(اس کی مثال ولا یضار کاتب اور لایضار کاتب اور ذو العرش المجید اور ذو العرش المجید)

۴۔ الفاظ کی کمی بیشی کا اختلاف، کہ ایک قراءت میں کوئی لفظ کم اور دوسری میں زیادہ ہو (مثلاً ایک قراءت میں وما خلق الزکر والانثی ہے، اور دوسری میں والذکر والانثی ہے۔ اور اس میں وما خلق کا لفظ نہیں ہے اس طرح ایک قراءت میں تجری من تحتھا الانھر اور دوسری میں تجری تحتھا الانھر۔

۵۔ تقدیم و تاخیر کا اختلاف، کہ ایک قراءت میں کوئی لفظ مقدم اور دوسری میں مؤخر ہے (مثلاً وجاءت سکرة الموت بالحق اور جاءت سکرة الحق بالموت)

۶۔ بدلیت کا اختلاف، کہ ایک قراءت میں ایک لفظ ہے، اور دوسری قراءت میں اسکی جگہ دوسرا لفظ (مثلاً ننشزھا اور ننشرھا نیز فتبینوا، فتثبتوا اور طلح اور طلع)

۷۔ لہجوں کا اختلاف، جسم میں تفخیم، ترقیق، امالہ، قصر، مد، ہمز، اظہار اور ادغام وغیرہ کے اختلافات، شامل ہیں (۱۹) (مثلاً موسیٰ ایک قراءت میں امالہ کے ساتھ ہے، اور اسے موسیٰ کی طرح پڑھا جاتا ہے، اور دوسری میں بغیر امالہ کے ہے)

علامہ ابن الجزریؒ، علامہ ابن قتیبہؒ اور قاضی ابو طیبؒ کی بیان کردہ وجوہ اختلاف بھی اس سے ملتی جلتی ہیں، البتہ امام ابو الفضل رازیؒ کا استقراء اس لئے زیادہ جامع معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کسی قسم کا اختلاف چھوٹا نہیں ہے، اس کے بر خلاف باقی تین حضرات کی بیان کردہ وجوہ میں آخری قسم یعنی لہجوں کے اختلاف کا بیان نہیں ہے، اور امام مالکؒ کی بیان کردہ وجوہ میں لہجوں کا اختلاف تو بیان کیا گیا ہے، لیکن الفاظ کی کمی بیشی، تقدیم و تاخیر اور بدلیت کے اختلافات کی پوری وضاحت نہیں ہے، اس کے بر خلاف امام ابو الفضل رازیؒ کے استقراء میں یہ تمام اختلافات وضاحت کے ساتھ جمع ہو گئے ہیں، محقق ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے تیس سال سے زائد غور و فکر کرنے کے بعد سات احرف کو سات وجوہ اختلاف پر محمول کیا ہے، انہوں نے بھی امام ابو الفضلؒ کا قول بڑی وقعت کے ساتھ نقل فرمایا ہے، اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا، بلکہ ان کے مجموعی کلام سے یہ مترشح ہوتا ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ انہیں امام ابو الفضلؒ کا استقراء خود اپنے استقراء سے بھی زیادہ پسند آیا ہے (۲۰)، اس کے علاوہ حافظ ابن حجرؒ کے کلام سے بھی یہ محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے ان تینوں اقوال میں امام ابو الفضل رازیؒ کے استقراء کو ترجیح دی ہے، کیونکہ انہوں نے علامہ ابن قتیبہؒ کا قول نقل کر کے لکھا ہے کہ هذا وجه حسن (یہ اچھی توجیہہ ہے) پھر امام ابو الفضلؒ کی بیان کردہ سات وجوہ بیان کر کے تحریر فرمایا ہے:

قلت وقد اخذ كلام ابن قتيبة و نقحه "میرا خیال ہے کہ امام ابو الفضل رازیؒ نے ابن قتیبہ کا قول اختیار کر کے اسے اور نکھار دیا ہے" (۲۱)

آخری دور میں شیخ عبد العظیم الزرقانیؒ نے بھی انہی کے قول کو اختیار کر کے اس کی تائید میں متعلقہ دلائل پیش کئے ہیں (۲۲)

بہر کیف! استقراء کی وجہ میں تو اختلاف ہے، لیکن اس بات پر امام مالکؒ علامہ ابن قتیبہؒ، امام ابو الفضل رازیؒ، محقق ابن الجزریؒ اور قاضی باقلانی پانچوں حضرات متفق ہیں کہ حدیث میں سات حروف سے مراد قراءت کے وہ اختلافات ہیں جو سات نوعیتوں میں منحصر ہیں۔

احقر کی ناچیز رائے میں "سبعۃ احرف" کی یہ تشریح سب سے زیادہ بہتر ہے، حدیث کا منشاء یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ کو مختلف طریقوں سے پڑھا جاسکتا ہے، اور یہ مختلف طریقے اپنی نوعیتوں کے لحاظ سے سات نوع ہیں، ان ساتوں نوعیتوں کی کوئی تعیین چونکہ کسی حدیث میں موجود نہیں ہے اس لئے یقین کے ساتھ تو کسی کے استقراء کے بارے میں نہیں کہا جاسکتا کہ حدیث میں وہی مراد ہے لیکن بظاہر امام ابو الفضل رازیؒ کا استقراء زیادہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ موجودہ قراءات کی تمام انواع کو جامع ہے۔

اس قول کی وجوہ ترجیح

"سبعۃ احرف" کی تشریح میں جتنے اقوالِ حدیث تفسیر اور علوم قرآن کی کتابوں میں بیان ہوئے ہیں، ہمارے نزدیک ان سب میں یہ قول کہ سات حروف سے مراد قراءت کی سات نوعیتیں ہیں) سب سے زیادہ راجح، قابلِ اعتماد اور اطمینان بخش ہے اور اسکی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۔ اس قول کے مطابق "حروف" اور امام طحاویؒ کے اقوال میں ایک مشترک الجھن یہ ہے کہ ان میں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت میں دو قسم کے اختلافات تھے، ایک حروف کا اختلاف اور دوسرے قراآت کا اختلاف، حروف کا اختلاف اب ختم ہو گیا، اور قراءآت کا اختلاف باقی ہے، حالانکہ احادیث کے اتنے بڑی ذخیرے میں کوئی ایک ضعیف حدیث بھی ایسی نہیں ملتی جس سے یہ ثابت ہو کہ "حروف" اور "قراآت" دو الگ الگ چیزیں ہیں، احادیث میں صرف حروف کے اختلاف کا ذکر ملتا ہے اور اسی کے لئے کثرت سے "قراءۃ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اگر "قراآت" ان "حروف" سے الگ ہوتیں تو کسی نہ کسی حدیث میں ان کی طرف کوئی اشارہ تو ہونا چاہئے تھا، آخر کیا وجہ ہے کہ "حروف" کے اختلاف کی احادیث تو تقریباً تواتر تک پہونچی ہوئی ہیں، اور "قراآت" کے جداگانہ اختلاف کا ذکر کسی ایک حدیث میں بھی نہیں ہے؟ محض اپنی قیاس سے یہ کہہ دینا کیونکر ممکن ہے کہ اختلاف حروف کے علاوہ قرآن کریم کے الفاظ میں ایک دوسری قسم کا اختلاف بھی تھا؟

مذکورہ بالا قول میں یہ الجھن بالکل رفع ہو جاتی ہے، اس لئے کہ اس میں "حروف" اور "قراءآت" کو ایک ہی چیز قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ علامہ ابن جریرؒ کے قول پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ سات حروف میں سے چھ حروف منسوخ یا متروک ہوگئے، اور صرف ایک حرفِ قریش باقی رہ گیا، (موجودہ قراآت اسی حرفِ قریش کی ادائیگی کے اختلافات ہیں) اور اس نظریہ کی قباحتیں ہم آگے تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے، مذکورہ بالا آخری قول میں یہ قباحتیں نہیں ہیں، کیونکہ اسکے مطابق ساتوں حروف آج بھی باقی اور محفوظ ہیں۔

۳۔ اس قول کے مطابق "سات حروف" کے معنی بلا تکلف صحیح ہو جاتے ہیں جبکہ دوسرے اقوال میں یا "حروف" کے معنی میں تاویل کرنی پڑتی ہے یا "سات" کے عدد میں،

۴۔ "سبعۃ احرف" کے باب میں جتنے علماء کے اقوال ہماری نظر سے گذرے ہیں، ان میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سب سے زیادہ جلیل القدر اور عہد رسالت ﷺ سے قریب تر ہستی امام مالکؒ کی ہے،
اور وہ علامہ نیشاپوریؒ کے بیان کے مطابق اسی قول کے قائل ہیں،

۵۔ علامہ ابن قتیبہؒ اور محقق ابن الجزریؒ دونوں علم قرآت کے مسلم الثبوت امام ہیں، اور دونوں اسی قول کے قائل ہیں، اور مؤخر الذکر کا یہ قول پہلے گذر چکا ہے کہ انہوں نے تیس سال سے زائد اس حدیث پر غور کرنے کے بعد اس قول کو اختیار کیا ہے۔

اس قول پر وارد ہونے والے اعتراضات اور ان کا جواب

اب ایک نظر ان اعتراضات پر بھی ڈال لیجئے جو اس قول پر وارد ہو سکتے ہیں یا وارد کئے گئے ہیں۔

۱۔ اس پر ایک اعتراض تو یہ کیا گیا ہے کہ اس قول میں جتنی وجوہ اختلاف بیان کی گئی ہیں وہ زیادہ تر صرفی اور نحوی تقسیمات پر مبنی ہیں، حالانکہ آنحضرت ﷺ نے جس وقت یہ حدیث ارشاد فرمائی اس وقت صرف و نحو کی یہ فنی اصطلاحات اور تقسیمات رائج نہیں ہوئی تھیں، اس وقت اکثر لوگ لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتے تھے ایسی صورت میں ان وجوہِ اختلاف کو "سبعۃ احرف" قرار دینا مشکل معلوم ہوتا ہے، حافظ ابن حجر نے یہ اعتراض نقل کر کے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ

ولا یلزم من ذلک توھین ماذھب الیه ابن قتیبةؒ لا حتمال ان یکون الانحصار المذکور فی ذلک وقع اتفاقًا وانما اطلع علیه بالاستقراء وفی ذلک من الحکمة البالغة مالا یخفیٰ! (۱)

"اس سے ابن قتیبہؒ کے قول کی کمزوری لازم نہیں آتی۔ اس لئے کہ یہ ممکن ہے کہ مذکورہ انحصار اتفاقاً ہو گیا ہو، اور اس کی اطلاع استقراء کے ذریعے ہو گئی ہو، اور اس میں جو حکمتِ بالغہ ہے وہ پوشیدہ نہیں"

ہماری ناچیز فہم کے مطابق اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ درست ہے کہ عہدِ رسالت ﷺ میں یہ اصطلاحات رائج نہ تھیں، اور شاید یہی وجہ ہو کہ آنحضرت ﷺ نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"سبعۃ احرف" کی تشریح اس دور میں نہیں فرمائی، لیکن یہ ظاہر ہے کہ یہ فنی اصطلاحات جن مفاہیم سے عبارت ہیں وہ مفاہیم تو اس دور میں بھی موجود تھے، اگر آنحضرت ﷺ نے ان مفاہیم کے لحاظ سے وجوہِ اختلاف کو سات میں منحصر قرار دیدیا ہو تو اس میں کیا تعجب ہے؟ ہاں اس دور میں اگر سات وجوہِ اختلاف کی تفصیل بیان کی جاتی، تو شاید عامۃ الناس کی سمجھ سے بالاتر ہوتی، اس لئے آپ ﷺ نے اس کی تفصیل بیان فرمانے کے بجائے صرف اتنا واضح فرمادیا کہ یہ وجوہ اختلاف کل سات میں منحصر ہیں بعد میں جب یہ اصطلاحات رائج ہو گئیں تو علماء نے استقراء تام کے ذریعہ ان وجوہِ اختلاف کو اصطلاحی الفاظ سے تعبیر کر دیا، ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ کسی خاص شخص کے استقراء کے بارے میں یقین کامل سے یہ کہنا مشکل ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی مراد یہی تھی، لیکن جب مختلف لوگوں کا استقراء یہ ثابت کر رہا ہے کہ وجوہِ اختلاف کل سات ہیں، تو اس بات کا قریب قریب یقین ہو جاتا ہے کہ "سبعۃ احرف" سے آپ ﷺ کی مراد سات وجوہِ اختلاف تھیں، خواہ ان کی تفصیل بعینہ نہ ہو جو بعد میں استقراء کے ذریعہ معین کی گئی ہے، بالخصوص جبکہ "سبعۃ احرف" کی تشریح میں کوئی اور صورت معقولیت کے ساتھ بنتی ہی نہیں ہے۔

سات حروف کے ذریعہ کیا آسانی پیدا ہوئی؟

(۲) اس قول پر دوسرا اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم کو سات حروف پر اس لئے نازل کیا گیا، تاکہ امت کے لئے تلاوتِ قرآن میں آسانی پیدا کی جائے، یہ آسانی علامہ ابن جریرؒ کے قول پر تو سمجھ میں آتی ہے، کیونکہ عرب میں مختلف قبائل کے لوگ تھے، اور ایک قبیلے کے لئے دوسرے قبیلے کی لغت پر قرآن پڑھنا مشکل تھا لیکن امام مالکؒ، امام رازیؒ اور ابن الجزریؒ وغیرہ کے اس قول پر تو ساتوں حروف ایک لغتِ قریش ہی سے متعلق ہیں، اس میں یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ جب قرآن کریم ایک ہی لغت پر نازل کرنا تھا تو اس میں قراآت کا اختلاف باقی رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

اس اعتراض کی بنیاد اس بات پر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تلاوتِ قرآن میں سات

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حروف کی جو سہولت امت کے لئے مانگی تھی اس میں قبائل عرب کا اختلاف لغت آپ ﷺ کے پیش نظر تھا، حافظ ابن جریر طبریؒ نے اسی بناء پر "سات حروف" کو سات لغاتِ عرب کے معنی پہنائے ہیں، حالانکہ یہ وہ بات ہے جس کی تائید کسی حدیث سے نہیں ہوتی، اس کے برعکس ایک حدیث میں سرکار دو عالم ﷺ نے صراحت و وضاحت کے ساتھ یہ بیان فرمادیا ہے کہ سات حروف کی آسانی طلب کرتے ہوئے آپ ﷺ کے پیش نظر کیا بات تھی؟ امام ترمذیؒ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابی بن کعبؓ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ:

لقی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم جبریل عند احجار المروۃ فقال رسول اللہ ﷺ لجبریل: انی بعثت الی امة امیین فیهم الشیخ الفانی والعجوز الکبیرة والغلام، قال فمرهم فلیقرء والقران علی سبعة احرف (۲۳)

"رسول اللہ ﷺ کی ملاقات مروہ کے پتھروں کے قریب حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ہوئی، آپ ﷺ نے حضرت جبرئیلؑ سے فرمایا میں ایک ان پڑھ امت کی طرف بھیجا گیا ہوں جس میں لب گور بوڑھے بھی ہیں، سن رسیدہ بوڑھیاں بھی، اور بچے بھی، حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ ان کو حکم دیجئے کہ وہ قرآن کو سات حروف پر پڑھیں۔

ترمذیؒ ہی کی دوسری روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت جبرئیلؑ سے فرمایا:-

انی بعثت الی امة امیین منهم العجوز والشیخ والکبیر والغلام والجاریة والذی لم یقرا کتابًا قط (۲۴)

"مجھے ایک ان پڑھ امت کی طرف بھیجا گیا ہے جن میں بوڑھیاں بھی ہیں، بوڑھے بھی، سن رسیدہ بھی، لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی اور ایسے لوگ بھی جنھوں نے کبھی کوئی کتاب نہیں پڑھی"

اس حدیث کے الفاظ صراحت اور وضاحت کے ساتھ بتلا رہے ہیں کہ امت کے لئے سات حروف کی آسانی طلب کرنے میں آنحضرت ﷺ کے پیش نظر یہ بات تھی کہ آپ ﷺ ایک امّی اور ان پڑھ قوم کی طرف مبعوث ہوئے ہیں، جس میں ہر طرح کے افراد ہیں، اگر قرآن کریم کی تلاوت کے لئے صرف ایک ہی طریقہ متعین کر دیا گیا تو امت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مشکل میں مبتلا ہو جائے گی، اس کے بالعکس اگر کئی طریقے رکھے گئے تو یہ ممکن ہوگا کہ کوئی شخص ایک طریقے سے تلاوت پر قادر نہیں ہے تو وہ دوسرے طریقہ سے انہی الفاظ کو ادا کر دے، اس طرح اس کی نماز اور تلاوت کی عبادات درست ہو جائیں گی، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بوڑھوں، بوڑھیوں یا ان پڑھ لوگوں کی زبان پر ایک لفظ ایک طریقہ سے چڑھ جاتا ہے اور اس کے لئے زیر زبر کا معمولی فرق بھی دشوار ہوتا ہے، اس لئے آپ ﷺ نے یہ آسانی طلب فرمائی کہ مثلاً کوئی شخص معروف کا صیغہ ادا نہیں کر سکتا تو اسکی جگہ دوسری قراءت کے مطابق مجہول کا صیغہ ادا کر لے، یا کسی کی زبان پر صیغہ مفرد نہیں چڑھتا تو وہ اسی آیت کو صیغہ جمع سے پڑھ لے، کسی کے لئے لہجہ کا ایک طریقہ مشکل ہے تو دوسرا اختیار کر لے، اور اسطرح اس کو پورے قرآن میں سات قسم کی آسانیاں مل جائیں گی،

آپنے مذکورہ بالا حدیث میں ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ اس میں آنحضرت ﷺ نے سات حروف کی آسانی طلب کرتے وقت یہ نہیں فرمایا کہ میں جس امت کی طرف بھیجا گیا ہوں، وہ مختلف قبائل سے تعلق رکھتی ہے، اور ان میں سے ہر ایک کی لغت جدا ہے، اس لئے قرآن کریم کو مختلف لغات پر پڑھنے کی اجازت دی جائے، اس کے برخلاف آپ ﷺ نے قبائلی اختلافات سے قطع نظر ان کی عمروں کا تفاوت اور ان کے اُمّی ہونے کی صفت پر زور دیا، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ سات حروف کی آسانی دینے میں بنیادی عامل قبائل کا لغوی اختلاف نہ تھا، بلکہ امت کی ناخواندگی کے پیش نظر تلاوت میں ایک عام قسم کی سہولت دینا پیش نظر تھا جس سے امت کے تمام افراد فائدہ اٹھا سکیں۔

(۳) اس قول پر تیسرا اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ اختلاف قراآت کی جو سات نوعیتیں بیان کی گئی ہیں وہ خواہ مالکؒ یا ابو الفضل رازیؒ کی بیان کی ہوئی ہوں یا علامہ ابن قتیبہؒ، محقق ابن الجزریؒ اور قاضی ابن الطیبؒ کی، بہر حال، ایک قیاس اور تخمینہ کی حیثیت رکھتی ہیں، اسی وجہ سے ان حضرات میں سے ہر ایک نے ان سات وجوہ اختلاف کی تفصیل الگ الگ بیان کی ہے، ان کے بارے میں یقین کے ساتھ یہ کیونکر باور کر لیا جائے کہ آنحضرت ﷺ کی مراد یہی تھی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ "سبعۃ احرف" کی کوئی واضح تشریح کسی حدیث یا کسی صحابی کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قول میں نہیں ملتی، اس لئے اس باب میں جتنے اقوال ہیں، ان سب میں روایات کو مجموعی طور پر جمع کر کے کوئی نتیجہ نکالا گیا ہے، اس لحاظ سے یہ قول زیادہ قرین صحت معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس پر کوئی بنیادی اعتراض واقع نہیں ہوتا۔ روایات کو مجموعی طور پر دیکھنے کے بعد ہمیں اس بات کا تو قریب قریب یقین ہو جاتا ہے کہ حدیث میں سات حروف سے مراد اختلاف قرائت کی سات نوعیتیں ہیں رہی ان نوعیتوں کی تعیین و تشخیص، سواس کے بارے میں ہم پہلے بھی یہ عرض کر چکے ہیں کہ اسے معلوم کرنے کا ذریعہ استقراء کے سوا کوئی اور نہیں، امام ابو الفضل رازیؒ کا استقراء ہمیں جامع ومانع ضرور معلوم ہوتا ہے، مگر یقین کے ساتھ ہم کسی کے استقراء کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتے، کہ حضور ﷺ کی مراد یہی تھی، لیکن اس سے یہ اصولی حقیقت مجروح نہیں ہوتی کہ "سبعۃ احرف" سے آنحضرت ﷺ کی مراد اختلاف قراءت کی سات نوعیتیں تھیں، جنکی تفصیل کا یقینی علم حاصل کرنے کا نہ ہمارے پاس کوئی راستہ ہے اور نہ اس کی چنداں ضرورت ہے۔

۴۔ اس قول پر چوتھا اعتراض یہ ممکن ہے کہ اس قول میں "حروف سبعہ" سے الفاظ اور ان کی ادائیگی کے طریقوں کا اختلاف مراد لیا گیا ہے، معانی سے اس میں بحث نہیں ہے، حالانکہ ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد، سات قسم کے معانی ہیں، امام طحاویؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں۔

كان الكتاب الاول ينزل من باب واحد على حرف واحد ونزل القوان من سبعة ابواب على سبعة احرف زاجرو امرو حلال وحرام ومحكم ومتشابه وامثال الخ.

پہلے کتاب ایک باب سے ایک حرف پر نازل ہوتی تھی اور قرآن کریم سات ابواب سے سات حروف پر نازل ہوا (وہ سات حروف یہ ہیں) زاجر (کسی بات سے روکنے والا) آمر (کسی چیز کا حکم دینے والا)
حلال، حرام، محکم (جس کے معنی معلوم ہیں) متشابہ (جس کے یقینی معنی معلوم نہیں) اور امثال"

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسی بناء پر بعض علماء سے منقول ہے کہ انہوں نے سات حروف کی تفسیر سات قسم کے معانی سے کی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا روایت سند کے اعتبار سے کمزور ہے، امام طحاویؒ اس کی سند پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسے ابو سلمہؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے، حالانکہ ابو مسلمہ کی ملاقات حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نہیں ہوئی (۲۵) اس کے علاوہ قدیم زمانہ کے جن بزرگوں سے اس قسم کے اقوال منقول ہیں، ان کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن جریر طبریؒ نے لکھا ہے کہ ان کا مقصد "سبعۃ احرف!!والی حدیث کی تشریح کرنا نہیں تھا، بلکہ "سبعۃ احرف" کے زیر بحث مسئلہ سے بالکل الگ ہو کر یہ کہنا چاہتے تھے کہ قرآن کریم اس قسم کے مضامین پر مشتمل ہے (۲۶)

رہے وہ لوگ جنہوں نے "سبعۃ احرف" والی حدیث کی تشریح ہی میں اس قسم کی باتیں کہی ہیں، ان کا قول بالکل بدیہی البطلان ہے، اسلئے کہ پیچھے جتنی احادیث نقل کی گئی ہیں، ان کو سرسری نظر ہی سے دیکھ کر ایک معمولی عقل کا انسان بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ حروف کے اختلاف سے مراد معانی اور مضامین کا نہیں، بلکہ الفاظ کا اختلاف ہے چنانچہ محقق علماء میں سے کسی ایک نے بھی اس قول کو اختیار نہیں کیا، بلکہ اس کی تردید کی ہے (۲۷)

حروف سبعہ اب بھی محفوظ ہیں یا متروک ہو گئے

"سات حروف" کے معنٰی متعین ہو جانے کے بعد اہم بحث یہ ہے کہ یہ ساتوں حروف آج بھی باقی ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ میں متقدمین سے تین قول منقول ہیں۔

(۱) پہلا قول حافظ ابن جریر طبریؒ اور ان کے متبعین کا ہے، پیچھے ہم عرض کر چکے ہیں کہ ان کے نزدیک "احرف سبعہ" سے مراد قبائل عرب کی سات لغات ہیں اسی بناء پر وہ یہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ تک قرآن کریم ان ساتوں حروف پر پڑھا جاتا تھا، لیکن حضرت عثمانؓ کے زمانے میں جب اسلام دور دراز ممالک تک پھیلا تو ان حروف سبعہ کی حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے لوگوں میں جھگڑے ہونے لگے، مختلف لوگ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مختلف حروف پر قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور ایک دوسرے کی تلاوت کو ختم غلط ٹھہراتے تھے، اس فتنہ کے انسداد کے لئے حضرت عثمانؓ نے صحابۂ کرامؓ کے مشورے سے پوری امت کو صرف ایک حرف یعنی لغت قریش کے مطابق سات مصاحف مرتب فرماکر مختلف صوبوں میں بھیج دیئے اور باقی تمام مصاحف کو نذر آتش کرادیا، تاکہ کوئی اختلاف پیدا نہ ہوسکے، لہٰذا اب صرف لغت قریش کا حرف باقی رہ گیا ہے، اور باقی چھ حروف محفوظ نہیں رہے، اور قراء توں کا جو اختلاف آج تک باقی چلا آتا ہے وہ اسی ایک حرف قریش کی ادائیگی کے مختلف طریقے ہیں۔

حافظ ابن جریر کا نظریہ اور اس کی قباحتیں

حافظ ابن جریر طبریؒ نے چونکہ اپنا یہ نظریہ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں بڑی تفصیل اور جزم و وثوق کے ساتھ بیان فرمایا ہے، اس لئے یہ قول بہت مشہور ہوگیا اور آجکل حروف سبعہ کی تشریح عموماً اسی کے مطابق کی جاتی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ بیشتر محقق علماء نے اسے اختیار نہیں کیا، بلکہ اس کی سختی کے ساتھ تردید فرمائی ہے، کیونکہ اس قول پر متعدد الجھنیں ایسی کھڑی ہو جاتی ہیں جن کا کوئی حل نہیں ہے۔

اس نظریہ پر سب سے پہلا اعتراض تو وہی ہوتا ہے جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اس میں "حروف" اور "قراء آت" کو دو الگ الگ چیزیں قرار دیا گیا ہے، حالانکہ یہ بات کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ حافظ ابن جریر طبریؒ ایک طرف تو یہ تسلیم فرماتے ہیں کہ ساتوں حروف منزل من اللہ تھے، دوسری طرف یہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے صحابہ ؓ کے مشورے سے چھ حروف کی تلاوت کو ختم فرمادیا حالانکہ اس بات کو باور کرنا بہت مشکل ہے کہ صحابہ کرامؓ ان حروف کو یکسر ختم کرنے پر متفق ہوگئے ہوں جو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی فرمائش پر امت کی آسانی کے لئے نازل فرمائے تھے، صحابہ کرامؓ کا اجماع بیشک دین میں حجت ہے لیکن صحابہ کرامؓ سے یہ ممکن نہیں معلوم ہوتا کہ جس چیز کا قرآن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہونا تواتر کے ساتھ ثابت ہوا سے وہ صفحہ ہستی سے مٹا دینے پر متفق ہو جائیں۔

حافظ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ دراصل امت کو قرآن کریم کی حفاظت کا حکم ہوا تھا اور اسے ساتھ ہی یہ اختیار بھی دیدیا تھا کہ وہ سات حروف میں سے جس حرف کو چاہے اختیار کر لے، چنانچہ امت نے اس اختیار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک اجتماعی مصلحت کی خاطر چھ حروف کی تلاوت چھوڑ دی، اور ایک حرف کی حفاظت پر متفق ہو گئی، اس اقدام کا منشاء نہ ان حروف کو منسوخ قرار دینا تھا اور نہ ان کی تلاوت کو حرام قرار دینا تھا، بلکہ اپنے لئے اجتماعی طور پر ایک حرف کا انتخاب تھا۔

لیکن یہ جواب بھی اس لئے کمزور معلوم ہوتا ہے کہ اگر صورت یہی تھی تو کیا یہ مناسب نہ تھا کہ امت اپنے عمل کے لئے خواہ ایک حرف کو اختیار کر لیتی، باقی چھ حروف کا وجود سرے سے ختم کرنے کے بجائے اسے کم از کم کسی ایک جگہ محفوظ رکھتی، تاکہ ان کا وجود ختم نہ ہو، قرآن کریم کا یہ ارشاد ہے:-

انا نحن نزلنا الذکر و انالہ لحٰفظون

"بلاشبہ ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"

جب ساتوں حروفِ قرآن تھے تو اس آیت کا صاف تقاضا یہ ہے کہ وہ ساتوں حروف قیامت تک محفوظ رہیں گے، اور کوئی شخص ان کی تلاوت چھوڑنا بھی چاہے تو وہ ختم نہیں ہو سکیں گے، حافظ ابن جریری طبریؒ نے اس کی نظیر میں یہ مسئلہ پیش کیا ہے کہ قران کریم نے جھوٹی قسم کھانے کے کفارے میں انسانوں کو تین باتوں کا اختیار دیا ہے، یا تو وہ ایک غلام آزاد کرے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلائے، یا دس مسکینوں کو کپڑا دے، اب اگر امت باقی صورتوں کو ناجائز قرار دیئے بغیر اپنے عمل کے لئے ان میں سے کوئی ایک صورت اختیار کر لے تو یہ اس کے لئے جائز ہے، اسی طرح قرآن کے سات حروف میں سے امت نے ایک حرف کو اجتماعی طور پر اختیار کر لیا، لیکن یہ مثال اسلئے درست نہیں کہ اگر امت کفارہ یمین کی تین صورتوں میں سے ایک صورت اس طرح اختیار کر لے کہ باقی صورتوں کو ناجائز تو نہ کہے لیکن عملاً ان کا وجود بالکل ختم ہو کر رہ جائے، اور لوگوں کو صرف اتنا معلوم رہ جائے کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کفارہ یمین کی دو صورتیں اور تھیں جن پر امت نے عمل ترک کر دیا، لیکن وہ صورتیں کیا تھیں ؟ان کا جاننے والا بھی کوئی باقی نہ رہی تو یقیناً امت کیلئے ایسے اقدام کی گنجائش نہیں ہے۔

پھر سوال یہ ہے کہ باقی چھ حروف کو ترک کرنے کی ضرورت کیا پیش آئی تھی۔ حافظ ابن جریرؒ نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں میں ان حروف کے اختلاف کی وجہ سے شدید جھگڑے ہو رہے تھے۔ اس لئے حضرت عثمانؓ نے صحابہؓ کے مشورہ سے یہ مناسب سمجھا کہ ان سب کو ایک حرف پر متحد کر دیا جائے، لیکن یہ بھی ایسی بات ہے جسے باور کرنا بہت مشکل ہے حروف کے اختلاف کی بناء پر مسلمانوں کا اختلاف تو خود سرکار دو عالم ﷺ کے زمانے میں بھی پیش آیا تھا، احادیث میں ایسے متعدد واقعات مروی ہیں کہ ایک صحابی نے دوسرے صحابی کو مختلف طریقے سے قرآن کریم کی تلاوت کرتے سنا تو باھمی اختلاف کی نوبت آگئی، یہاں تک کہ صحیح بخاریؒ کی روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ تو حضرت ہشام بن حکیم بن حزامؓ کے گلے میں چادر ڈال کر انہیں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے آئے تھے، اور حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ حروف کا یہ اختلاف سنکر میرے دل میں زبردست شکوک پیدا ہونے لگے تھے، لیکن اس قسم کے واقعات کی بناء پر آنحضرت ﷺ نے حروف سبعہ کو ختم کرنے کے بجائے انہیں حروف کی رخصت سے آگاہ فرمایا، اور اس طرح کوئی فتنہ پیدا نہیں ہو سکا، صحابہ کرامؓ سے یہ بعید ہے کہ انہوں نے اس اسوہ حسنہ پر عمل کرنے کے بجائے چھ حروف ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہو۔

پھر عجیب بات ہے کہ علامہ ابن جریرؒ کے قول کے مطابق صحابہؓ نے چھ حروف تو اختلاف کے ڈر سے ختم فرما دیے، اور قرا ئتیں (جو ان کے قول میں حروف سے الگ ہیں) جوں کی توں باقی رکھیں، چنانچہ وہ آج تک محفوظ چلی آتی ہیں، سوال یہ ہے کہ افتراق و اختلاف کا جو اندیشہ مختلف حروف پر قرآن کی تلاوت جاری رکھنے میں تھا کیا وہی اندیشہ قرآت کے اختلاف میں نہیں تھا؟ جبکہ ان قراء توں کی روشنی میں بعض مرتبہ ایک ایک لفظ بیس بیس مختلف طریقوں سے پڑھا جاتا ہے؟ اگر چھ حروف ختم کرنے کا منشاء یہی تھا کہ مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہو اور وہ سب ایک طریقہ سے قرآن کی تلاوت کیا کریں تو قراء توں کے اختلاف کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آخر کیوں ختم نہیں کیا گیا؟ جب قراءت کے اختلاف کے باوجود مسلمانوں کے انتشار کو روکا جاسکتا تھا اور مسلمانوں کو یہ سمجھایا جاسکتا تھا۔ کہ ان تمام طریقوں سے تلاوت جائز ہے تو یہی تعلیم حروف سبعہ کے باب میں فتنہ کا سبب کیوں سمجھ لی گئی؟ حقیقت یہ ہیکہ حافظ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر "حروف سبعہ" در "قرأت" کے بارے میں صحابہ کرامؓ کی طرف ایسی حیرت انگیز دو عملی منسوب کرنی پڑتی ہے جس کی کوئی معقول توجیہہ سمجھ میں نہیں آتی۔

پھر حضرت عثمانؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کی طرف اتنے بڑے اقدام کی نسبت کسی صریح اور صحیح روایت کی بناء پر نہیں بلکہ بعض مجمل الفاظ کی قیاسی تشریح کے ذریعہ کی گئی ہے جن روایات میں حضرت عثمانؓ کے جمع قرآن کا واقعہ بیان ہوا ہے اس میں اس بات کی کوئی صراحت نہیں ہیکہ انھوں نے چھ حروف کو ختم فرمادیا تھابلکہ اس کے خلاف دلیلیں موجود ہیں، جن کی تفصیل آگے آرہی ہے، اب کسی صحیح اور صریح روایت کے بغیر یہ کہنا کیسے ممکن ہے کہ صحابہ کرامؓ نے ان چھ حروف کو بالکل بے نشان کر دینا گوارا کر لیا جو آنحضرت ﷺ کی بار بار فرمائش پر بذریعہ وحی نازل ہوئے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ جن صحاب کرامؓ کو جمع وترتیب قرآن کے نیک کام میں محض اس لئے تامل رہا ہو کہ یہ کام آنحضرت ﷺ نے نہیں کیا، جنہوں نے قرآن کریم کے ایک ایک لفظ کو محفوظ رکھنے میں اپنی عمریں کھپائی ہوں، اور جنہوں نے منسوخ التلاوۃ آیات تک کو محفوظ کر کے امت کو پہنچایا ہو، ان سے یہ بات بے انتہاء بعید ہے کہ وہ سب کے سب چھ حروف کو ختم کرنے پر اس طرح متفق ہو جائیں کہ آج ان حروف کا کوئی نام و نشان تک باقی نہ رہے، جن آیات کی تلاوت منسوخ ہو چکی تھی صحابہ کرامؓ نے انہیں بھی کم از کم تاریخی حیثیت میں باقی رکھ کر ہم تک پہنچایا ہے، لیکن کیا وجہ ہے کہ وہ "حروف" جن کے بارے میں حافظ ابن جریرؒ بھی تسلیم فرماتے ہیں کہ وہ منسوخ نہیں ہوئے، بلکہ محض مصلحتاً ان کی قراءت و کتابت ختم کردی گئی، ان کی کوئی ایک مثال کسی ضعیف روایت میں بھی محفوظ نہ رہ سکی۔

یہی وجہ ہے کہ بیشتر محقق علماء نے حافظ ابن جریر طبریؒ کے اس قول کی تردید فرمائی ہے جن کے اقوال کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) صراحت کیساتھ اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ جو آیات قرآنی خود اللہ تعالیٰ نے منسوخ نہ فرمائی ہوں وہ قیامت تک باقی رہیں گی۔ دوسری طرف پیچھے وہ احادیث گزر چکی ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ قرآن کے ساتوں حروف منزل من اللہ تھے، اس مذکورہ آیات کا واضح تقاضا یہی ہے کہ وہ ساتوں حروف قیامت تک محفوظ رہیں۔

۲۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چھ حروف کو ختم کر کے صرف ایک حرف پر مصحف تیار کیا ہوتا تو اس کی کہیں کوئی صراحت تو ملنی چاہئے تھی، حالانکہ نہ صرف اسکی کوئی صراحت موجود نہیں ہے، بلکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مصحف عثمانی میں ساتوں حروف موجود تھے، مثلاً روایات میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا مصحف حضرت ابوبکرؓ کے جمع فرمودہ صحیفوں کے مطابق لکھوایا تھا، اور لکھنے کے بعد دونوں کا مقابلہ بھی کیا گیا، جس کے بارے میں خود حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں۔

فعرضت المصحف علیها فلم یختلفا فی شئی (۲۸)

"میں نے مصحف کا مقابلہ ان صحیفوں سے کیا تو دونوں میں کوئی اختلاف نہیں تھا"

اور ظاہر ہے کہ حافظ ابن جریر طبریؒ بھی تسلیم فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں ساتوں حروف موجود تھے، اس لئے حضرت ابوبکرؓ کے صحیفوں میں قرآن کریم کو یقیناً ان ساتوں حروف پر لکھا گیا ہو گا، لہٰذا اگر حضرت عثمانؓ نے چھ حروف کو ختم کر دیا ہوتا تو حضرت زید بن ثابتؓ کا یہ ارشاد کیسے درست ہو سکتا ہے کہ "دونوں میں کوئی اختلاف نہیں تھا"

۳۔ علامہ ابن الانباریؒ نے کتاب المصاحف میں حضرت عبیدہ سلمانیؒ کا جو مشہور تابعی ہیں یہ قول نقل فرمایا ہے

قراءتنا التی جمع الناس عثمانؓ علیها هی العرضة الاخری (۲۹)

"ہماری وہ قراءت جس پر حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو جمع فرمایا وہ عرضہ اخیرہ کی قراءت تھی"

حضرت عبیدہؒ کا یہ قول اس بات پر بالکل صریح ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حروف میں سے کوئی نہیں چھوڑا، جو عرضہ اخیرہ (حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ حضور ﷺ کے آخری قرآنی دور) کے وقت باقی تھے، اس پر بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ حضور ﷺ کا آخری دور صرف ایک حرف قریش پر ہوا تھا، اور اسی پر حضرت عثمانؓ نے سب کو جمع کر دیا، لیکن یہ بات بہت بعید ہے کہ جو حروف منسوخ نہیں ہوئے تھے وہ اس دور سے خارج رہے ہوں۔

۵۔ حضرت محمد بن سیرینؒ بھی مشہور تابعی ہیں، علامہ ابن سعد نے ان کا یہ قول نقل فرمایا ہے

"کان جبرئیل یعرض القران علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل عام مرۃ فی رمضان فلما کان العام للعام الذی توفی فیہ عرضہ علیہ مرتین، قال محمد، فانا ارجوان تکون قرائتنا العرضۃ الاخیرہ (۳۰)

"حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر سال ایک مرتبہ رمضان میں حضور ﷺ کے سامنے قرآن پیش کیا کرتے تھے، چنانچہ جب وہ سال آیا جس میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دو مرتبہ قرآن پیش کیا، پس مجھے امید ہے کہ ہماری موجودہ قراءت اس عرضہ اخیرہ کے مطابق ہے"

۶۔ حضرت عامر شعبیؒ بھی مشہور تابعی ہیں، اور انہوں نے سات سو صحابہ سے استفادہ کیا ہے، علامہ ابن الجزریؒ نے ان سے بھی اسی قسم کا قول نقل کیا ہے۔ یہ تینوں حضرات تابعی ہیں اور حضرت عثمانؓ کے عہد سے نہایت قریب ہیں اس لئے ان کا قول اس باب میں قولِ فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔

۷۔ پورے ذخیرہ احادیث میں ہمیں کوئی ایک روایت بھی ایسی نہیں ملی جس سے یہ ثابت ہو کہ قرآن کریم کی تلاوت میں دو قسم کے اختلافات تھے، ایک سات حروف کا اختلاف اور دوسرے قراءتوں کا اختلاف، اس کے بجائے بہت سی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک چیز ہیں، کیونکہ ایک ہی قسم کے اختلاف پر بیک وقت "اختلاف قراءت" اور "اختلاف احرف" دونوں الفاظ کا اطلاق کیا گیا ہے، مثال کے طور پر حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امام طحاویؒ کا قول

(۲) دوسرا مسلک امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمایا ہے پیچھے گذر چکا ہے کہ ان کے نزدیک قرآن کریم نازل تو صرف ایک لغتِ قریش پر ہوا تھا، لیکن امت کی آسانی کے خیال سے یہ اجازت دیدی گئی تھی کہ وہ قرآن کی تلاوت میں سات کی حد تک دوسرے مرادفات استعمال کر سکتے ہیں، اور یہ مرادفات بھی آنحضرت ﷺ نے متعین فرمادیئے تھے، اسی اجازت کو حدیث میں قرآن کریم کے "سات حروف" پر نازل ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے، لیکن یہ اجازت ابتداء اسلام میں تھی، بعد میں جب لوگ قرآنی لغت کے عادی ہو گئے تو خود آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں یہ اجازت منسوخ ہو گئی، اور جب آپ ﷺ نے اپنی وفات سے پہلے رمضان میں حضرت جبرئیلؑ سے قرآن کریم کا آخری دور کیا تو اسوقت یہ مرادفات منسوخ کر دیئے گئے، اور اب صرف وہی حرف باقی ہے جس پر قرآن کریم نازل ہوا تھا، یعنی حرف قریش، باقی چھ مرادفات منسوخ ہو چکے۔

یہ قول حافظ ابن جریرؒ کے قول کے مقابلہ میں اس لحاظ سے بہتر ہے کہ اس میں صحابہ کرام کی طرف یہ بات منسوب نہیں کی گئی کہ چھ حروف انہوں نے ترک کئے بلکہ نسخ کی نسبت خود عہد رسالت ﷺ کی طرف کی گئی ہے، لیکن اس پر ایک اشکال تو یہ ہوتا ہے کہ اس قول کے مطابق چھ حروف منزل من اللہ نہیں تھے۔ حالانکہ حضرت عمرؓ اور حضرت ہشامؓ کے درمیان جو اختلاف پیش آیا اس میں حضرت ہشامؓ نے حضور ﷺ کے سامنے سور فرقان اپنے طریقہ سے تلاوت فرمائی، تو اسے سنکر آپ ﷺ فرمایا، ھکذا انزلۃ (یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے) اور پھر حضرت عمرؓ نے اپنے طریقہ سے تلاوت فرمائی، اسے سنکر بھی آپ ﷺ نے فرمایا ھکذا انزلت (یہ سورت اسی طرح نازل کی گئی ہے) ان الفاظ کا کھلا ہوا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں طریقے منزل من اللہ تھے۔

دوسرے جیسا کہ پیچھے عرض کیا گیا اس قول میں بھی قراآت کی حیثیت واضح نہیں ہوتی کہ وہ سات حروف میں داخل تھیں یا نہیں، اگر داخل تھیں تو چھ حروف کی طرح ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے بارے میں بھی یہ کہنا پڑے گا کہ (معاذ اللہ) وہ منزل من اللہ نہیں ہیں، حالانکہ یہ اجماع کے خلاف ہے، اور اگر داخل نہیں تھیں تو ان کے علیحدہ وجود پر کوئی دلیل نہیں، اس لئے اس قول پر بھی شرح صدر نہیں ہوتا۔

سب سے بہتر قول

تیسرا قول جو سب سے زیادہ اطمینان بخش اور بے غبار ہے وہ یہی ہے کہ سات احرف سے مراد چونکہ اختلافِ قراءت ہی کی سات مختلف نوعیتیں ہیں جن کا ذکر پیچھے آچکا ہے، اس لئے یہ ساتوں حروف آج بھی پوری طرح محفوظ ہیں اور باقی ہیں، اور ان کی تلاوت کی جاتی ہے، البتہ اتنا فرق ضرور ہوا ہے کہ ابتدائے اسلام میں قراءتوں کے اختلافات کی تعداد بہت زیادہ تھی، اور ان میں مرادف الفاظ کے اختلاف کی کثرت تھی، جس کا مقصد یہ تھا کہ جو لوگ لغتِ قرآن کے پوری طرح عادی نہیں ہوئے انہیں زیادہ سے زیادہ سہولت دی جائے، بعد میں جب اہل عرب لغت قرآن کے عادی ہوگئے تو مرادفات وغیرہ کے بہت سے اختلافات ختم کر دیئے گئے، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے جو آخری دور کیا، (اور جسے اصطلاح میں عرضہ اخیرہ کہا جاتا ہے) اس وقت بہت سی قراءتیں منسوخ کر دی گئیں، جس کی دلیل آگے آرہی ہے، لیکن جتنی قراءتیں اس وقت باقی رہ گئیں وہ ساری کی ساری آج تواتر کیساتھ چلی آتی ہیں، اور ان کی تلاوت ہوتی ہے۔

"احرف سبعہ" کی پیچیدہ بحث میں یہ وہ بے غبار راستہ ہے جس پر تمام روایات حدیث بھی اپنی اپنی جگہ صحیح بیٹھ جاتی ہیں، اور نہ ان میں کوئی تعارض یا اختلاف باقی رہتا ہے، اور نہ کوئی اور معقول اشکال پیش آتا ہے۔

اس قول کے دلائل

اب وہ دلائل ذیل میں پیش خدمت ہیں جن سے اس قول کی تائید ہوتی ہے، اسکے کچھ دلائل تو مذکورہ بالا اقوال میں آچکے ہیں، مزید مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ قرآن کریم کی آیۃ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (ہم نے ہی قرآن نازل

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

كنت بالمسجد فدخل رجل يصلى فقرا قراء ة انكرتها عليه ودخل آخرفقراء ة سوى قرآء ة صاحبه فلما قضينا الصلوٰة دخلنا جميعًا على رسول الله ﷺ فقلت ان هٰذا قرأ قراء ة انكرتها عليه ودخل اخر فقرا قراء ة سوٰى قراء ة صاحبه فامر هما رسول الله ﷺ فقرا فحسن النبى ﷺ شانهما فسقط فى نفسى من التكذيب ولا اذكنت فى الجاهلية فلما راى رسول الله ﷺ ماقد غشينى ضرب فى صدرى ففضت عرقا وكانما انظر الى الله فرقا فقال لى يا ابى ان ربى عزوجل ارسل الى ان اقرا القرانعلىٰ حرف فرددت اليه ان هون على امتى فرد الى الثانية اقرا ه على حرفين فرددت اليه ان هون على امتى فرد الى الثالثة اقرا ه على سبعة احرف (۳۱)

"میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص داخل ہو کر نماز پڑھنے لگا، اس نے ایک ایسی قراءت پڑھی جو مجھے اجنبی معلوم ہوئی، پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے پہلے شخص کی قراءت کے سوا ایک اور قراءت پڑھی، پس جب ہم نے نماز ختم کر لی تو ہم سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے، میں نے عرض کیا کہ اس شخص نے ایک ایسی قراءت پڑھی ہے جو مجھے اجنبی معلوم ہوئی، پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے پہلے شخص کی قراءت کے سوا ایک دوسری قراءت پڑھی، اس پر آپ ﷺ نے دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا، ان دونوں نے قراءت کی تو حضور ﷺ نے دونوں کی تحسین فرمائی، اس پر میرے دل میں تکذیب کے ایسے وسوسے آنے لگے کہ جاہلیت میں بھی ایسے خیالات نہیں آئے تھے، پس رسول اللہ ﷺ نے میرے حالت دیکھی تو میرے سینے پر مارا جسے میں پسینہ میں شرابور ہو گیا، اور خوف کی حالت میں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اللہ کو دیکھ رہا ہوں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابی! میرے پروردگار نے میرے پاس پیغام بھیجا تھا، کہ میں قرآن کو ایک حرف پر پڑھوں، میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری امت پر آسانی فرمایئے، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دوبارہ پیغام بھیجا کہ میں قرآن دو حرفوں پر پڑھوں، میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری امت پر آسانی فرمایئے، تو اللہ تعالیٰ نے تیسری بار پیغام بھیجا کہ میں اسے سات حرفوں پر پڑھوں"

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس روایت میں حضرت ابی بن کعبؓ دونوں اشخاص کے اختلاف تلاوت کو بار بار اختلاف قراءت سے تعبیر فرما رہے ہیں، اور اسی کو آنحضرت ﷺ نے سات حروف کے اختلاف سے تعبیر فرمایا ہے، اس سے صاف واضح ہے کہ قراءت کے اختلاف اور حروف کے اختلاف کو عہد رسالت ﷺ میں ایک ہی چیز سمجھا جاتا تھا، اور اس کے خلاف کوئی دلیل ایسی نہیں ہے جو دونوں کی جداگانہ حیثیت پر دلالت کرتی ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں، اور جب قراآت کا محفوظ ہونا تواتر اور اجماع سے ثابت ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ احرف سبعہ آج بھی محفوظ ہیں۔

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حروف سبعہ کا جتنا حصہ عرضہ اخیرہ کے وقت باقی رہ گیا تھا وہ سارا کا سارا عثمانی مصاحف میں محفوظ کر لیا گیا تھا، اور وہ آج تک محفوظ چلا آتا ہے، نہ اسے کسی نے منسوخ کیا اور نہ اس کی قراءت ممنوع قرار دی گئی، لیکن ضروری ہے کہ مکمل وضاحت کیلئے ان ممکنہ سوالات کا جواب بھی دیا جائے جو اس قول پر وارد ہو سکتے ہیں۔

اس قول پر وارد ہونے والے سوالات اور ان کا جواب

(۱) اس قول پر سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ساتوں حروف کو باقی رکھا ہے تو پھر ان کا وہ امتیازی کارنامہ کیا تھا جسکی وجہ سے ان کو "جامع قرآن" کہا جاتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ قرآن کریم بے شمار صحابہ کو پورا یاد تھا، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ تک قرآن کریم کا معیاری نسخہ صرف ایک تھا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتب فرمایا تھا، یہ نسخہ بھی مصحف کی شکل میں نہیں تھا، بلکہ ایک ایک سورت علیحدہ علیحدہ صحیفوں میں لکھی ہوئی تھی، لیکن بعض صحابہؓ نے انفرادی طور پر اپنے اپنے مصاحف الگ الگ تیار کر رکھے تھے، ان میں نہ رسم الخط متحد تھا، نہ سورتوں کی ترتیب یکساں تھی، اور نہ ساتوں حروف جمع تھے، بلکہ ہر شخص نے آنحضرت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علیہ السلام سے جس حرف کے مطابق قرآن سیکھا تھا اسی کو اپنے طور پر لکھ لیا تھا، اس لئے کسی مصحف میں کوئی آیت کسی حرف کے مطابق لکھی ہوئی تھی اور دوسرے مصحف میں کسی اور حرف کے مطابق، جب تک عہد رسالت قریب تھا اور مسلمانوں کا تعلق مرکزِ اسلام یعنی مدینہ طیبہ سے مضبوط اور مستحکم تھا، مصاحف کے اس اختلاف سے کوئی قابلِ ذکر خرابی اس لئے پیدا نہ ہو سکی کہ قرآن کریم کی حفاظت میں اصل مدار مصاحف کے بجائے حافظہ پر تھا، اور صحابہؓ کی اکثریت اس بات سے باخبر تھی کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے، لیکن جب اسلام دور دراز ممالک تک پھیلا اور نئے نئے لوگ مسلمان ہوئے تو انہوں نے صرف ایک ایک طریقے سے قرآن سیکھا، اور یہ بات ان میں عام نہ ہو سکی کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے، اس لئے ان میں اختلاف پیش آنے لگا، بعض لوگ اپنی قراءت کو حق اور دوسرے کی قراءت کو باطل سمجھنے لگے، ادھر چونکہ انفرادی طور پر تیار کئے ہوئے مصاحف بھی حرف اور رسم الخط کے اعتبار سے مختلف تھے، اور ان میں حروف سبعہ یکجا کرنے کا اہتمام نہیں تھا، اس لئے کوئی ایسا معیاری نسخہ ان کے پاس موجود نہیں تھا جس کی طرف رجوع کر کے اختلاف رفع کیا جا سکے۔

ان حالات میں حضرت عثمانؓ نے محسوس کیا کہ اگر یہ صورتِ حال برقرار ہی اور انفرادی مصاحف کو ختم کر کے قرآن کریم کے معیاری نسخے عالمِ اسلام میں نہ پھیلائے گئے تو زبردست فتنہ رونما ہو جائے گا، اس لئے انہوں نے مندرجہ ذیل کام کئے۔

۱۔ قرآن کریم کے سات معیاری نسخے تیار کرائے اور انہیں مختلف اطراف میں روانہ کر دیا

۲۔ ان مصاحف کا رسم الخط ایسا رکھا کہ اس میں ساتوں حروف سما جائیں، چنانچہ یہ مصاحف نقطوں اور حرکات سے خالی تھے، اور انہیں ہر حرف کے مطابق پڑھ جا سکتا تھا۔

۳۔ جتنے انفرادی مصاحف لوگوں نے تیار کر رکھے تھے ان سب کو نذر آتش کر کے دفن کر دیا۔

۴۔ یہ پابندی عائد کر دی کہ آئندہ جتنے مصاحف لکھے جائیں وہ سب ان سات مصاحف کے مطابق ہونے چاہئیں۔

۵۔ حضرت ابوبکرؓ کے صحیفے الگ الگ سورتوں کی شکل میں تھے، حضرت عثمانؓ نے ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سورتوں کو مرتب کر کے ایک مصحف کی شکل دیدی۔

ان اقدامات سے حضرت عثمانؓ کا مقصد یہ تھا کہ پورے عالمِ اسلام میں رسم الخط اور سورتوں کی ترتیب کے اعتبار سے تمام مصاحف یکساں ہو جائیں، اور ان میں حروف سبعہ اس طرح جمع ہو جائیں کہ بعد میں کسی شخص کو کسی صحیح قراءت سے انکار کرنے یا غلط قراءت پر اصرار کرنے کی گنجائش باقی نہ رہے، اور اگر کبھی قراءت میں کوئی اختلاف رونما ہو تو مصحف کی طرف رجوع کر کے اسے باآسانی رفع کیا جا سکے۔

یہ بات حضرت علیؓ کے ایک ارشاد سے واضح ہے جو امام ابن ابو داؤدؒ نے کتاب المصاحف میں صحیح سند کے ساتھ نقل کی ہے۔

قال علیؓ لا تقولوا فی عثمانؓ الاخیرا فواللہ مافعل الذی فعل فی المصاحف الاعن ملاءمنا قال، ماتقولون فی ھذاہ القراء ۃ فقد بلغنی ان بعضھم یقول ان قراء تی خیر من قراء تک ، وھذ ایکاد ان یکون کفرا، قلنا فما تری؟ قال اری ان نجمع الناس علٰی مصحف واحد فلا تکون فرقۃ ولا اختلاف ، قلنا فنعم مارایت (۳۲)

”حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضرت عثمانؓ کے بارے میں کوئی بات ان کی بھلائی کے سوانہ کہو، کیونکہ اللہ کی قسم انہوں نے مصاحف کے معاملہ میں جو کام کیا وہ ہم سب کی موجودگی میں کیا، انہوں نے ہم سے مشورہ کرتے ہوئے پوچھا تھا کہ ان قراءتوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کیونکہ مجھے یہ اطلاعات مل رہی ہیں کہ بعض لوگ دوسروں سے کہتے ہیں کہ ”میری قراءت تمہاری قراءت سے بہتر ہے“ حالانکہ یہ ایسی بات ہے جو کفر کے قریب تک پہنچتی ہے“ اس پر ہم نے حضرت عثمانؓ سے کہا ”پھر آپ کی کیا رائے ہے؟“ انہوں نے فرمایا میری رائے یہ ہے ہم سب لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیں، تاکہ پھر کوئی افتراق و اختلاف باقی نہ رہے، ہم سب نے کہا آپ نے بڑی اچھی رائے قائم کی ہے“

یہ حدیث حضرت عثمانؓ کے کام کے بارے میں واضح ترین حدیث ہے اس میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ”نجمع الناس علی مصحف واحد“ فرما کہ یہ ارادہ

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ظاہر فرمایا ہے کہ ہم ایک ایسا مصحف تیار کرنا چاہتے ہیں جو پورے عالم اسلام کے لئے یکساں ہو، اور اسکے ذریعہ باہمی اختلافات کو ختم کیا جا سکے، اور اسکے بعد کسی صحیح قراءت کے انکار اور منسوخ یا شاذ قراءت پر اصرار کی گنجائش باقی نہ رہے (۳۳)

نیز ابن اشتہؒ نے حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے کہ

اختلفوا فی القران علی عهد عثمان حتی اقتتل الغلامان و المعلمون فبلغ ذلك عثمان بن عفان فقال عندی تكذبون وتلحنون فیه فمن نای عنی كان اشد تكذیبا واكثر لحنا، یا اصحاب محمد اجتمعوا فاكتبوا للناس اماما

”حضرت عثمانؓ کے عہد میں قرآن کے بارے میں اختلاف ہوا، یہاں تک کہ بچے اور معلمین لڑنے لگے، یہ اطلاع حضرت عثمانؓ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ تم میرے قریب رہتے ہوئے (صحیح قراء توں کی) تکذیب کرتے ہو اور اس میں غلطیاں کرتے ہو، لہذا جو لوگ مجھ سے دور ہیں، وہ تو اور بھی زیادہ تکذیب اور غلطیاں کرتے ہوں گے، پس اے اصحاب محمد ﷺ جمع ہو جاؤ، اور لوگوں کے لئے ایک ایسا نسخہ تیار کرو جس کی اقتداء کی جائے“

اس سے صاف واضح ہے کہ حضرت عثمانؓ کا مقصد قرآن کے کسی حرف کا ختم کرنا نہیں تھا، بلکہ انہیں تو اس بات کا افسوس تھا کہ بعض لوگ صحیح حروف کا انکار کر رہے ہیں اور بعض لوگ غلط طریقہ سے تلاوت پر اصرار کر رہے ہیں، اس لئے وہ ایک معیاری نسخہ تیار کرنا چاہتے تھے، جو پوری دنیائے اسلام کے لئے یکساں ہو (۳۴)

لغت قریش پر لکھنے کا مطلب

(۲) یہاں دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صحیح بخاریؒ کی روایت کے مطابق جس وقت حضرت عثمانؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کی قیادت میں مصحفِ قرآنی مرتب کرنے کے لئے صحابہؓ کی ایک جماعت بنائی، تو ان سے فرمایا تھا۔

اذا اختلفتم انتم وزید بن ثابتؓ فی شئی من القران فاكتبوه بلسان قریش فانما نزل بلسانهم (۳۵)

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

"جب تمہارے اور حضرت زید بن ثابتؓ کے درمیان قرآن کے کسی حصہ میں اختلاف ہوا تو اسے قریش کی زبان پر لکھنا، کیونکہ قرآن انہی کی زبان پر نازل ہوا ہے"

اگر حضرت عثمانؓ نے ساتوں حروف باقی رکھے تھے تو اس ارشاد کا کیا مطلب ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ در حقیقت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی وہ جملہ ہے جس سے حافظ ابن جریرؒ اور بعض دوسرے علماء نے یہ سمجھا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے چھ حروف ختم کر کے صرف ایک حرف قریش کو مصحف میں باقی رکھا تھا، لیکن در حقیقت اگر حضرت عثمانؓ کے اس ارشاد پر اچھی طرح غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا یہ مطلب سمجھنا درست نہیں ہے کہ انہوں نے حرفِ قریش کے علاوہ باقی چھ حروف کو ختم فرمادیا تھا بلکہ مجموعی روایات دیکھنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ارشاد سے حضرت عثمانؓ کا یہ مطلب تھا کہ اگر قرآن کریم کی کتابت کے دوران رسم الخط کے طریقے میں کوئی اختلاف ہو تو قریش کے رسم الخط کو اختیار کیا جائے، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی اس ہدایت کے بعد صحابہؓ کی جماعت نے جب کتابت قرآن کا کام شروع کیا تو پورے قرآن کریم میں ان کے درمیان صرف ایک اختلاف پیش آیا جس کا ذکر امام زہریؒ نے اس طرح فرمایا ہے

"فاختلفوا یومئذ فی التابوت والتابوہ فقال النفر القرشیون التابوت وقال زید بن ثابتؓ التابوہ فرفع اختلافھم الی عثمانؓ فقال اکتبوہ التابوت فانہ بلسان قریش نزل (۳۶)"

"چنانچہ اس موقع پر ان کے درمیان "تابوت" اور "تابوہ" میں اختلاف ہوا، قریشی صحابہؓ کہتے تھے کہ تابوت (بڑی تاء سے لکھا جائے) اور حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے تھے کہ تابوۃ (گول تاء سے لکھا جائے) پس اس اختلاف کا معاملہ حضرت عثمانؓ کے سامنے پیش ہوا جس پر انہوں نے فرمایا کہ اسے التابوت لکھو، کیونکہ قرآن قریش کی زبان پر نازل ہوا ہے"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت زیدؓ اور قریشی صحابہؓ کے درمیان جس اختلاف کا ذکر فرمایا اس سے مراد رسم الخط کا اختلاف تھا نہ کہ لغات کا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مرادف الفاظ سے تلاوت کا مسئلہ

(۳) تیسرا سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سبعۃ احرف کے اختلاف کی جو تشریح فرمائی ہے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سات حروف مصاحفِ عثمانی میں شامل نہیں ہو سکے، کیونکہ وہ فرماتے ہیں۔

ان جبریل قال یا محمد ﷺ اقرا القرآن علی حرف، قال میکائیل استزدہ حتی بلغ سبعة احرف، قال کل شاف کاف مالم تخلط اية عذاب برحمة او رحمة بعذاب نحو قولك تعال واقبل وهلم واذهب واسرع وعجل (۳۷)

"جبرئیل علیہ السلام نے (حضور ﷺ سے) کہا کہ اے محمد ﷺ! قرآن کریم کو ایک حرف پر پڑھئے، میکائیل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے کہا اس میں اضافہ کروایئے، یہاں تک کہ معاملہ سات حروف تک پہنچ گیا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا ان میں سے ہر ایک شافی کافی ہے، تاوقتیکہ آپ ﷺ عذاب کی آیت کو رحمت سے یا رحمت کو عذاب سے مخلوط نہ کردیں، یہ ایسا ہی ہوگا، جیسے آپ تعال (آؤ) کے معنی کو اقبل، ھلم، اذھب، اسرع اور عجل کے الفاظ سے ادا کریں"

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سبعۃ احرف کا اختلاف در حقیقت مرادف الفاظ کا اختلاف تھا، یعنی ایک حرف میں کوئی ایک لفظ اختیار کیا گیا تھا اور دوسرے حرف میں اسی کا ہم معنی کوئی دوسرا لفظ، حالانکہ عثمانی مصاحف میں جو قراءتیں جمع ہیں ان کے درمیان مرادفات کا یہ اختلاف بہت کم ہے، ان قراءتوں میں جو اختلاف ہے وہ زیادہ تر حرکات صیغوں، تذکیر و تانیث اور لہجوں کا اختلاف ہے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہم نے "سات حروف" کی جس تشریح کو اختیار کیا ہے اس میں قراءتوں کے درمیان سات قسم کے اختلافات بیان کئے گئے ہیں، ان سات اقسام میں سے ایک قسم بدلیت مرادفہ کا اختلاف ہے، حضرت ابو بکرؓ نے یہاں سات حروف کی مکمل تشریح نہیں، فرمائی، بلکہ اس کی صرف ایک مثال دی ہے، اسلئے اختلاف کی صرف ایک

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قسم یعنی اختلافِ الفاظ بدلیت کا ذکر فرمایا ہے۔

اب اختلاف قرأت کی یہ قسم یعنی اختلاف الفاظ ابتدائے اسلام میں بہت زیادہ تھی، چونکہ تمام اہل عرب لغت قریش کے پوری طرح عادی نہ تھے، اس لئے شروع میں انہیں یہ سہولت زیادہ سے زیادہ دی گئی تھی، کہ وہ آنحضرت ﷺ سے سنے ہوئے متبادل الفاظ میں سے جس لفظ کے ساتھ چاہیں تلاوت کر لیا کریں، چنانچہ شروع میں ایسا بکثرت تھا کہ ایک قراءت میں ایک لفظ ہو اور دوسری قراءت میں اس کا ہم معنی دوسرا لفظ، لیکن جب لوگ لغتِ قرآن سے پوری طرح مانوس ہو گئے تو اختلافِ قراءت کی یہ قسم رفتہ رفتہ کم کر دی گئی، یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کی وفات سے پہلے رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے قرآن کریم دو مرتبہ دور فرمایا، اس وقت بہت سے الفاظ منسوخ کر دیئے گئے، اور اس طرح الفاظ مرادفہ کا اختلاف بہت کم رہ گیا۔

اب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ الفاظ مرادفہ اپنے مصاحف میں جمع نہیں فرمائے، جو اس آخری دور میں منسوخ ہو چکے تھے، کیونکہ انکی حیثیت اب منسوخ التلاوۃ آیات کی سی تھی، البتہ قرائتوں کا جو اختلاف آخری دور میں بھی باقی رکھا گیا تھا، اسے حضرت عثمانؓ نے جوں کا توں باقی رکھا، لہذا حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے حروف کے اختلاف کی جو قسم مذکورہ حدیث میں بطور مثال مذکور فرمائی ہے وہ قسم ہے جس کی بیشتر جزئیات عرضہ اخیرہ کے وقت منسوخ ہو چکی تھیں، چنانچہ وہ مصاحف عثمانی میں شاملِ نہیں ہو سکیں، اور نہ موجودہ قراآت ان پر مشتمل ہیں۔

مذکورہ بالا نتائج تین مقدمات سے مستنبط ہوتے ہیں۔

(۱) عرضہ اخیرہ (حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ حضور ﷺ کے آخری قرآنی دور) کے وقت قرآن کریم کی متعدد قراءتیں منسوخ کی گئی تھیں۔

(۲) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحفِ عثمانی کو عرضہ اخیرہ کے مطابق ترتیب دیا۔

(۳) حضرت عثمانؓ کے مصحف میں مرادف الفاظ کا وہ اختلاف موجود نہیں ہے جو حضرت ابو بکرہؓ نے بیان فرمایا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک تیسرے مقدمہ کا تعلق ہے وہ تو بالکل ظاہر ہے، اور دوسرے مقدمہ کے دلائل ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں، جن میں سے صریح ترین دلیل حضرت عبیدہ سلمانیؒ کا یہ ارشاد ہے کہ "حضرت عثمانؓ نے ہمیں جس قراءت پر جمع کیا وہ عرضہ اخیرہ کے مطابق تھی (۳۸)

اب پہلا مقدمہ باقی رہ جاتا ہے، اور وہ یہ کہ عرضہ اخیرہ کے وقت متعدد قراء تیں منسوخ ہو گئیں تھیں، اس کی دلیل محقق ابن الجزریؒ کا یہ ارشاد ہے۔

ولاشك ان القرآن نسخ منه وغير فيه في العرضة الاخيرة فقد صح النص بذلك عن غير واحدمن الصحابة وروينا باسناد صحيح عن زر ابن جيشؒ قال قال لي ابن عباسؓ اى القراء تين تقرأ قلت الاخيرة قال فان النبي ﷺ كان يعرض القرآن على جبرئيل عليه السلام في كل عام مرة قال فعرض عليه القرآن في العام الذى قبض فيه النبي ﷺ مرتين فشهد عبد الله يعني ابن مسعودؓ مانسخ منه وما بدل (۳۹)

"اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عرضہ اخیرہ کے موقع پر قرآن کریم میں بہت کچھ منسوخ کیا گیا اور بدلا گیا ہے، کیونکہ اس کی تصریح متعدد صحابہؓ سے منقول ہے۔ ہم تک صحیح سند کے ساتھ حضرت زر بن جیشؒ کا یہ قول پہنچا ہے کہ مجھ سے ابن عباسؓ نے پوچھا تم کونسی قراءت پڑھتے ہو؟ میں نے کہا کہ آخری قراءت، انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ ہر سال ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآن سنایا کرتے تھے، پس جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس سال آپ ﷺ نے دو مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآن سنایا، اس موقع پر کچھ منسوخ ہوا اور جس قدر تبدیلی کی گئی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس کے شاہد تھے (۴۰)"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ عرضہ اخیرہ کے وقت بہت سی قراء تیں خود اللہ تعالیٰ کی جانب سے منسوخ قرار دیدی گئی تھیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرادف الفاظ کے جس اختلاف کا ذکر فرمایا ہے اس کی بہت سی جزئیات بھی یقیناً اسی وقت منسوخ ہو گئی ہوں گی، کیونکہ حضرت عثمانؓ نے عرضہ اخیرہ کے مطابق مصحف تیار کرائے ہیں، ان میں الفاظ مرادفہ کا اختلاف بہت شاذ و نادر ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کا مصحف

(۴) مذکورہ بالا تحقیق پر چوتھا اشکال یہ ہو سکتا ہے کہ متعدد روایات سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کا جو کارنامہ انجام دیا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس سے خوش نہیں تھے، اور انہوں نے اپنا مصحف بھی نذر آتش نہیں ہونے دیا، اگر حضرت عثمانؓ نے چھ حروف ختم نہیں فرمائے تھے تو پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی وجہ اعتراض کیا تھی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ در حقیقت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو حضرت عثمانؓ کے کام پر دو اعتراض تھے، ایک یہ کہ کتابت قرآن کے کام میں انہیں کیوں شریک نہیں کیا گیا؟ دوسرے یہ کہ دوسرے مصاحف کو نذر آتش کیوں کیا گیا؟

پہلے اعتراض کا ذکر صحیح ترمذی کی ایک روایت میں امام زہریؒ نے فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو یہ شکایت تھی کہ کتابت قرآن کا کام ان کے حوالے کیوں نہیں کیا گیا، جبکہ انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ کے مقابلہ میں زیادہ طویل عرصہ تک آنحضرت ﷺ کی صحبت سے استفادہ کیا تھا حافظ ابن حجرؒ اس اعتراض کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس معاملہ میں حضرت عثمانؓ کا عذر یہ تھا کہ انہوں نے یہ کام مدینہ طیبہ میں شروع کیا تھا اور حضرت ابن مسعودؓ اس وقت کوفہ میں تھے، اور حضرت عثمانؓ ان کے انتظار میں یہ کار خیر مؤخر فرمانا نہیں چاہتے تھے، اس کے علاوہ حضرت ابو بکرؓ نے بھی حضرت زید بن ثابتؓ ہی کو یہ کام سونپا تھا، اس لئے انہوں نے یہ مناسب سمجھا کہ جمع و ترتیب قرآن کا یہ مرحلہ بھی انہی کے ہاتھوں انجام پائے (۴۱)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دوسرا اعتراض یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ نے یہ نئے مصاحف تیار کرنے کے بعد باقی تمام انفرادی مصاحف نذر آتش کرنے کیلئے تیار نہیں تھے، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ انہیں سمجھانے کے لئے تشریف لے گئے، لیکن انہوں نے فرمایا کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

واللہ لا ادفعه الیهم ، اقرانی رسول اللہ ﷺ بضعا وسبعین سورة ثم ادفعه الیهم، واللہ لا ادفعه الیهم (۴۲)

"خدا کی قسم میں یہ مصحف ان کے حوالہ نہیں کروں گا، مجھے رسول اللہ ﷺ نے ستر سے زیادہ سورتیں سکھائی ہیں، پھر میں یہ مصحف انہیں دیدوں؟
خدا کی قسم میں انہیں نہیں دوں گا"

جن حضرات نے کوفہ میں حضرت ابن مسعودؓ کے مصحف کے مطابق اپنے مصاحف لکھ رکھے تھے، حضرت ابن مسعودؓ نے انہیں بھی یہی ترغیب دی کہ وہ اپنے مصاحف حوالہ نہ کریں، حضرت خمیر بن مالکؓ فرماتے ہیں:-

"امر بالمصاحف ان تغیر، قال قال ابن مسعودؓ من استطاع منکم ان یغل مصحفه فلیغله،...... ثم قال قرات من فم رسول اللہ ﷺ سبعین سورة، افاترک ما اخذت من فی رسول اللہ ﷺ وعلی اله وصحبه وسلم (۴۳)"

"مصاحف میں تبدیلی کا حکم دیا گیا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے (لوگوں سے) فرمایا کہ تم میں سے جو شخص اپنے مصحف کو چھپا سکے وہ ضرور چھپا لے پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ستر سورتیں پڑھی ہیں تو کیا میں وہ چیز چھوڑ دوں جو میں نے براہ راست آنحضرت ﷺ کے دہن مبارک سے حاصل کی ہے؟"

اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مصحف عثمانی مصاحف سے کچھ مختلف تھا، اور آپ اسے محفوظ رکھنا چاہتے تھے، لیکن اس میں کیا چیزیں عثمانی مصاحف سے مختلف تھیں؟ اس کی صراحت صحیح روایات میں نہیں ملتی، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مصحف میں بنیادی فرق سورتوں کی ترتیب کا تھا، یہ بات پہلے بتائی جاچکی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے جن صحف میں قرآن کریم کو جمع فرمایا تھا ان میں سورتیں الگ الگ لکھی ہوئی تھیں، اور ان میں ترتیب نہیں تھی، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مصاحف لکھوائے ان میں سورتوں کو ایک خاص ترتیب سے جمع کر دیا گیا تھا۔

امام حاکمؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"ان جمع القرآن لم یکن مرۃ واحدۃ فقد جمع بعضہ بحضرۃ رسول اللہ ﷺ ثم جمع بعضہ بحضرۃ ابی بکر الصدیق، والجمع الثالث ھو فی ترتیب السورۃ، کان فی خلافۃ امیر المؤمنین عثمان بن عفان، رضی اللہ عنھم (۴۴)"

"جمع قرآن کا کام ایک ہی مرتبہ میں مکمل نہیں ہوا، بلکہ قرآن کریم کا کچھ حصہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں جمع ہو گیا تھا، پھر کچھ حصہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں ہوا، اور جمع قرآن کا تیسرا مرحلہ وہ تھا جس میں سورتوں کو مرتب کیا گیا، یہ کام امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفانؓ کے عہد خلافت میں ہوا"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مصحف حضرت عثمانؓ کے مصاحف سے ترتیب میں بہت مختلف تھا، مثلاً اس میں سورہ نسآء پہلے اور سورہ آل عمران بعد میں تھی (۴۵) اور حضرت ابن مسعودؓ نے شاید اسی ترتیب کے ساتھ آنحضرت ﷺ سے قرآن کریم سیکھا ہو گا، اس لئے ان کی خواہش تھی کہ یہ مصحف اسی ترتیب پر باقی رہے اس کی تائید صحیح بخاریؒ کی ایک روایت سے ہوتی ہے، کہ عراق کا ایک باشندہ ایک دن حضرت عائشہؓ کے پاس آیا اور:-

قال یا ام المؤمنین ارینی مصحفك قالت لم؟ قال لعلی اولف القرآن علیه، فانه یقرا غیر مؤلف، قالت وما یضرك ایه قرات قبل (۳)

"اس نے کہا کہ ام المؤمنین! مجھے اپنا مصحف دکھایئے، حضرت عائشہؓ نے پوچھا کیوں؟ کہنے لگا تاکہ میں (اپنے) قرآنی مصحف کو اس کے مطابق ترتیب دے لوں، اس لئے کہ وہ (ہمارے علاقہ میں) غیر مرتب طریقہ سے پڑھا جاتا ہے حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ قرآن کا جو حصہ بھی تم پہلے پڑھ لو تمہارے لئے مضر نہیں"

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ یہ عراقی شخص حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت پر کاربند تھا، چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنا مصحف نہ بدلا تھا اور نہ اسے نابود کیا تھا، اس لئے اس کی ترتیب عثمانی مصاحف سے مختلف تھی، اور ظاہر ہے کہ عثمانی مصاحف کی ترتیب میں مناسبتوں کی رعایت دوسرے مصاحف کے مقابلہ میں زیادہ تھی اس لئے اس عراقی شخص نے اپنے مصحف کو عثمانی مصحف کے مقابلہ میں غیر مرتب

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرار دیا(۴۶)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مصحف میں بنیادی فرق سورتوں کی ترتیب کا تھا، اس کے علاوہ ہو سکتا ہے کہ رسم الخط کا فرق بھی ہو، اور اس میں ایسا رسم الخط اختیار کیا گیا ہو جس میں عثمانی مصاحف کی طرح تمام قراء توں کی گنجائش نہ ہو، ورنہ اگر حافظ ابن جریرؒ کے بیان کے مطابق یہ کہا جائے کہ حضرت عثمانؓ نے چھ حروف کو ختم کر کے صرف ایک حروف پر قرآن لکھوایا تھا اور عبداللہ بن مسعودؓ کا مصحف انہی متروک حروف میں سے کسی حرف پر لکھا ہوا تھا، تو اس میں مندرجہ ذیل اعتراضات واقع ہوتے ہیں:۔

(۱) صحیح بخاریؒ کی مذکورہ بالا حدیث میں عراقی باشندے نے صرف سورتوں کی ترتیب کے اختلاف کا ذکر کیا ہے، ورنہ اگر حرف کا اختلاف بھی ہوتا تو وہ زیادہ اہم تھا، اسے زیادہ اہتمام سے ذکر کیا جاتا۔

(۲) حافظ ابن جریرؒ وغیرہ کے قول کے مطابق سات حروف سے مراد سات مختلف قبائل کی لغات ہیں، اگر یہ بات صحیح ہوتی تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مصحف میں اور عثمانی مصاحف میں کوئی فرق نہ ہونا چاہئے تھا، کیونکہ اس قول کے مطابق حضرت عثمانؓ نے سب کو حرفِ قریش پر جمع کر کے اسی کے مطابق مصاحف لکھوائے تھے، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی قریشی تھے۔

(۳) حافظ ابن جریرؒ اور ان کے متبعین نے چھ حروف کو ختم کرنے پر سب سے بڑی دلیل اجماع صحابہؓ پیش کی ہے لیکن اگر حضرت ابن مسعودؓ کسی اور حرف پر پڑھتے اور اس کی کتابت کو جائز سمجھتے تھے تو یہ اجماع کیسے متحقق ہو سکتا ہے، جس اجماع میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے فقیہ صحابہ شامل نہ ہوں وہ اجماع کہلانے کا مستحق ہی کہاں ہے؟ بعض حضرات نے یہ دعوی کیا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے بعد میں حضرت عثمانؓ کی رائے کو قبول کر لیا تھا، لیکن اس بارے میں کوئی صریح روایت موجود نہیں ہے حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"ابن ابی داؤدؒ نے ایک باب اس عنوان سے قائم کیا ہے کہ "ابن مسعودؓ کا بعد میں حضرت عثمانؓ کے عمل پر راضی ہو جانا" لیکن اس باب کے تحت کوئی ایسی صریح روایت نہیں لا سکے جو اس عنوان کے مطابق ہو"(۴۷)

حافظ ابن جریرؒ وغیرہ کے قول پر ان اعتراضات کا کوئی جواب نہیں ملتا، لہٰذا صحیح یہی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ساتوں حروف عثمانی مصاحف میں باقی رکھے ہیں، اور حضرت ابن مسعودؓ کا اعتراض یہ نہیں تھا کہ چھ حروف کیوں ختم کر دیے گئے؟(۴۸) کیونکہ فی الواقع ایسا ہوا ہی نہیں تھا، بلکہ اعتراض یہ تھا کہ جو مصاحف پہلے سے لکھے ہوئے موجود ہیں اور جن کی ترتیب اور رسم الخط عثمانی مصاحف کے مطابق نہیں ہے انہیں ضائع کیوں کیا جا رہا ہے جبکہ وہ بھی درست ہیں۔

نتائج بحث

"حروف سبعہ" کی یہ بحث اندازے سے زیادہ طویل ہو گئی، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سے حاصل ہونے والے نتائج کا خلاصہ آخر میں پیش کر دیا جائے، تاکہ اسے یاد رکھنا آسان ہو

(۱) امت کی آسانی کی خاطر آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے یہ فرمائش کی کہ قرآن کریم کی تلاوت کو صرف ایک ہی طریقے میں منحصر نہ رکھا جائے، بلکہ اسے مختلف طریقوں سے پڑھنے کی اجازت دی جائے، چنانچہ قرآن کریم سات حروف پر نازل کر دیا گیا۔

(۲) سات حروف پر نازل کرنے کا راجح ترین مطلب یہ ہے کہ اس کی قراءت میں سات نوعیتوں کے اختلافات رکھے گئے، جن کے تحت بہت سی قراءتیں وجود میں آگئیں۔

۳۔ شروع شروع میں ان سات وجوہ اختلاف میں سے اختلافِ الفاظ و مرادفات کی قسم بہت عام تھی، یعنی ایسا بکثرت تھا کہ ایک قراءت میں ایک لفظ ہوتا تھا اور دوسری قراءت میں اس کا ہم معنی کوئی دوسرا لفظ، لیکن رفتہ رفتہ جب اہلِ عرب قرآنی زبان سے پوری طرح مانوس ہو گئے تو یہ قسم کم ہوتی گئی، یہاں تک کہ جب آنحضرت ﷺ نے اپنی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وفات سے پہلے رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کا آخری دور کیا، (جسے اصطلاح میں عرضہ اخیرہ کہتے ہیں تو اس میں اس قسم کے اختلافات بہت کم کر دیئے گئے، اور زیادہ تر صیغوں کی بناوٹ، تذکیر و تانیث، افرد و جمع، معروف و مجہول اور لہجوں کے اختلافات باقی رہے،

۴۔ جتنے اختلافات عرضہ اخیرہ کے وقت باقی رہ گئے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے ان سب کو اپنے مصاحف میں اس طرح جمع فرمادیا کہ ان کو نقطوں اور حرکات سے خالی رکھا، لہٰذا قراءتوں کے بیشتر اختلافات اس میں سماگئے، اور جو قراءتیں اس طرح ایک مصحف میں سما سکیں انہیں دوسرے مصاحف میں ظاہر کر دیا، اسی بنائ پر عثمانی مصاحف میں کہیں کہیں ایک ایک دو دو لفظ کا اختلاف پیدا ہوا۔

۵۔ حضرت عثمانؓ نے اس طرح سات مصاحف لکھوائے، اور ان میں سورتوں کو بھی مرتب فرمادیا جبکہ حضرت ابوبکرؓ کے صحیفوں میں سورتیں غیر مرتب تھیں، نیز قرآن کریم کے لئے ایک رسم الخط متعین کر دیا، اور جو مصاحف اس ترتیب اور اس رسم الخط کے خلاف تھے انہیں نذر آتش کر دیا۔

۶۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مصحف کی ترتیب عثمانی مصاحف سے مختلف تھی، اور وہ اس ترتیب کو باقی رکھنا چاہتے تھے، اس لئے انہوں نے اپنا مصحف نذر آتش کرنے کے لئے حضرت عثمانؓ کے حوالے نہیں کیا۔

سات حروف کے بارے میں اختلاف آراء کی حقیقت ایک غلط فہمی کا ازالہ

آخر میں ایک اور بنیادی غلط فہمی کا ازالہ کر دینا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ "سبعۃ احرف" کی مذکورہ بحث کو پڑھنے والا سرسری طور پر اس شبہ میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم جیسی بنیادی کتاب کے بارے میں جو حفاظتِ خداوندی کے تحت آج تک کسی ادنیٰ تغیر کے محفوظ چلی آ رہی ہے مسلمانوں میں اتنا زبردست اختلاف آراء کیسے پیدا ہو گیا؟

لیکن "سبعہ احرف" کی بحث میں جو اقوال ہم نے پیچھے نقل کئے ہیں اگر انکا غور سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطالعہ کیا جائے تو اس شبہ کا جواب بآسانی معلوم ہو جاتا ہے، جو شخص بھی اس اختلافِ آراء کی حقیقت پر غور کرے گا اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ سارا اختلاف محض نظریاتی نوعیت کا ہے، اور عملی اعتبار سے قرآن کریم کی حقانیت و صداقت اور اس کے بعینہ محفوظ رہنے پر اس اختلاف کا کوئی ادنیٰ اثر بھی مرتب نہیں ہوتا، کیونکہ اس بات پر سب کا بلا استثناء اتفاق ہے کہ قرآن کریم جس شکل میں آج ہمارے پاس موجود ہے وہ تواتر کے ساتھ چلا آرہا ہے، اس میں کوئی ادنیٰ تغیر نہیں ہوا، اس بات پر بھی تمام اہلِ علم متفق ہیں کہ قرآن کریم کی جتنی قراءتیں تواتر کیساتھ ہم تک پہنچی ہیں وہ صحیح ہیں، اور قرآن کریم کی تلاوت ان میں سے ہر ایک کے مطابق کی جاسکتی ہے، اس بات پر بھی پوری امت کا اجماع ہے کہ متواتر قراءتوں کے علاوہ جو شاذ قراءتیں مروی ہیں انہیں قرآن کریم کا جزء قرار نہیں دیا جاسکتا، یہ بات بھی متفق علیہ ہے کہ "عرضہ اخیرہ" یا اس سے پہلے جو قراءتیں منسوخ کر دی گئیں، وہ خود آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے بموجب قرآن کا جز نہیں رہیں، یہ بات بھی سب کے نزدیک ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ قرآن کے سات حروف میں جو اختلاف تھا وہ صرف لفظی تھا، مفہوم کے اعتبار سے تمام حروف کے مطابق پڑھا ہو تو اسے قرآنی مضامین حاصل ہو جائیں گے، اور قرآن کی ہدایات حاصل کرنے کے لئے اسے کسی دوسرے حرف کو معلوم کرنے کی احتیاج نہیں ہوگی، اس میں بھی کوئی ادنیٰ اختلاف نہیں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مصاحف تیار کرائے وہ کامل احتیاط، سینکڑوں صحابہ کرامؓ کی گواہی اور پوری امت مسلمہ کی تصدیق کے ساتھ تیار ہوئے تھے، اور ان میں قرآن کریم ٹھیک اس طرح لکھدیا گیا تھا جس طرح وہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا، اور اس میں کسی ایک متنفس کو بھی اختلاف نہیں ہوا (۴۹)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا جس اختلاف کا ذکر گذشتہ صفحات میں کیا گیا ہے وہ صرف اتنی بات میں ہےکہ حدیث میں "سات حروف" سے کیا مراد تھی؟ اب جتنی متواتر قراتیں موجود ہیں وہ "سات حروف" پر مشتمل ہیں یا صرف ایک حرف پر؟ یہ محض ایک علمی نظریاتی اختلاف ہے، جس سے کوئی عملی فرق واقع نہیں ہوتا، اس لئے اس سے یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ ان اختلافات کی بناء پر قرآن کریم معاذاللہ مختلف فیہ ہوگیا ہے، اس کی مثال کچھ ایسی ہے جیسے ایک کتاب کے بارے میں ساری دنیا اس بات پر متفق ہو کہ یہ فلاں مصنف کی لکھی ہوئی ہے، اس مصنف کی طرف اس کی نسبت قابل اعتماد ہے اور خود سے اس نے اسے چھاپ کر تصدیق کردی کہ یہ میری لکھی ہوئی کتاب ہے، اور اس نسخے کے مطابق قیامت تک اسے شائع کیا جاسکتا ہے۔ لیکن بعد میں لوگوں کے درمیان یہ اختلاف پیدا ہو جائے کہ مصنف نے اپنے مسودے میں طباعت سے قبل کوئی لفظی ترمیم کی تھی یا جیسا شروع میں لکھا تھا ویسا ہی شائع کر دیا، ظاہر ہے کہ محض اتنے سے نظری اختلاف کی بناء پر وہ روشن حقیقت مختلف فیہ نہیں بن جاتی جس پر سب کا اتفاق ہے، یعنی یہ کہ وہ کتاب اسی مصنف نے اپنی ذمہ داری پر طبع کی ہے، اسے اپنی طرف منسوب کیا ہے، اور قیامت تک اپنی طرف منسوب کر کے شائع کرنے کی اجازت دی ہے، اسی طرح جب پوری امت اس بات پر متفق ہے کہ قرآن کریم کو مصاحفِ عثمانی میں ٹھیک اسی طرح لکھا گیا ہے جس طرح وہ نازل ہوا تھا، اور اس کی تمام متواتر قراءتیں صحیح اور منزل من اللہ ہیں، تو یہ حقائق ان نظری اختلافات کی بناء پر مختلف فیہ نہیں بن سکتے، جو حروف سبعہ کی تشریح میں پیش آئے ہیں۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حواشی

۱۔ صحیح بخاریؒ مع القسطلانی، ص ۵۳ ۴ج ۵، کتاب فضائل القرآن
۲۔ ابن الجزریؒ ص النشر فی القرآت العشر، ص ۲۱، ج ا دمشق ۱۳۴۵ھ
۳۔ ایضاً
۴۔ الزرکشیؒ: البرہان فی علوم القرآن، ص ۲۱۲ج ا
۵۔ اوجز المسالک الی مؤطاء الامام مالکؒ، ص ۵۶ ۳ج ۲ مطبوعہ سہارنپور ۱۳۵۰ھ
۶۔ مصفی شرح مؤطا ص ۱۸۷ ج ا مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۳ھ
۷۔ بحوالہ مناہل العرفان، ص ۳۳ اج ا،
۸۔ مناہل العرفان، ص ۳۳ اج ا
۹۔ تفسیر ابن جریرؒ، ص ۱۵ج ا
۱۰۔ فتح الباری، ص ۲۲ج ۹ در روح المعانی، ص ۲۱ج ا
۱۱۔ النشر فی القرآت العشر، ص ۲۵، ج او فتح الباری، ص ۲۳ج ۹
۱۲۔ روح المعانی، ص ۲۱ج ا
۱۳۔ الطحاویؒ مشکل الآثار، ص ۱۸۵ و ۱۸۶ ج ۴، دائرۃ المعارف دکن ۱۳۳۳ھ
۱۴۔ صحیح بخاریؒ: باب جمع القران
۱۵۔ مشکل الآثار للطحاویؒ: ص ۱۸۶ تا ص ۱۹۱ ج ۴
۱۶۔ فتح الباری، ص ۲۲ و ۲۳ ج ۹
۱۷۔ الزرقانیؒ: شرح المؤطا، ص ۱۱ ج ۲، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر ۱۳۵۵ھ
۱۸۔ ہذا اللفظ روایۃ احمدؒ واسنادہ جید (اوجز المسالک) ص ۳۵۷ ج ۲
۱۹۔ النیشاپوریؒ: غرائب القران ورغائب الفرقان، حاشی ابن جریر، ص ۲۱ ج ا المطبعۃ المیمنیہ مصر
۲۰۔ ابن تیمیہؒ، ابو الفضل رازیؒ اور ابن الجزریؒ کے اقوال، فتح الباری، ص ۲۵ و ۲۶ ج ۹، اور اتقان ص ۴۷ ج ا میں موجود ہیں، اور قاضی ابن الطیبؒ کا قول تفسیر القرطبیؒ ص ۴۵

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ج امیں دیکھا جاسکتا ہے

۲۱۔ النشر فی القراآت العشر، ص ۲۶ ج ۱

۲۲۔ فتح الباری ص ۲۴ ج ۹،

۲۳۔ النشر فی القراآت العشر، ص ۲۷، ۲۸ ج ۱

۲۴۔ فتح الباری ص ۲۴ ج ۹

۲۵۔ مناہل العرفان فی علوم القرآن ص ۱۵۴ تا ۱۵۶ ج ۱

۲۶۔ فتح الباری، ص ۲۴ ج ۹

۲۷۔ بحوالہ النشر فی القرآت العشر، ص ۲۰ ج ۱

۲۸۔ جامع الترمذیؒ، ص ۱۳۸ ج ۲، قرآن محل کراچی

۲۹۔ مشکل الآثار، ص ۱۸۵ ج ۴

۳۰۔ تفسیر ابن جریر، ص ۱۵ ج ۱

۳۱۔ تفصیلی تردید کے لئے ملاحظہ ہو الاتقان ص ۴۹ ج انوع ۱۶، اور النشر فی القراٰت العشر لا بن الجزریؒ ص ۲۵ ج ۱

۳۲۔ تفسیر ابن جریرؒ ص ۱۵ ج ۱

۳۳۔ ان علماء کے اسماء گرامی آگے آرہے ہیں۔

۳۴۔ صحیح بخاری، کتاب الخصومات مع عمدۃ القاری، ص ۲۵۸ ج ۱۲، میمنیہ مصر

۳۵۔ مناہل العرفان، ص ۱۵۱ ج ۱

۳۶۔ مشکل الآثار، ص ۱۹۳ ج ۴،

۳۷۔ کنز العمال، حدیث نمبر ۴۸۴۰ ج ۱، دائرۃ المعارف دکن ۱۳۱۲ھ، یہی روایت حافظ ابن حجرؒ نے بھی مسند احمدؒ، ابن ابی داؤدؒ اور طبریؒ کے حوالہ سے نقل کی ہے (فتح الباری، ص ۲۶ ج ۹)

۳۸۔ ابن سعدؒ: الطبقات الکبریٰ، ص ۱۹۵ ج ۲ جزو ۶ دار صادر بیروت ۱۳۷۶ھ

۳۹۔ النشر، ص ۸ ج ۱

۴۰۔ صحیح مسلمؒ ص ۲۷۳ ج ۱، اصح المطابع دھلی ۱۳۴۹ھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۴۱۔ کتاب المصاحف، لابن ابی داؤدؒ، ص ۲۲ مطبعہ رحمانیہ مصر ۱۳۵۵ھ و فتح الباری ص ۱۵ ج ۹

۴۲۔ الاتقان، ص ۶۱ ج ۱

۴۳۔ بہت سے علماء نے حضرت عثمانؓ کے عمل کی یہی تشریح فرمائی ہے، ملاحظہ ہو الفصل فی الملل والاہواء والنحل: ابن حزمؒ، ص ۷۷ ج، مکتبۃ المثنی بغداد، اور البیان فی علوم القرآن: مولانا عبدالحق حقانی، باب نمبر ۲ فصل نمبر ۲، ص ۶۲ مطبوعہ نعیمیہ دیوبند، ومناہل العرفان: للزرقانیؒ ص ۲۴۸ تا ۲۵۶ ج ۱

۴۴۔ صحیح بخاری باب جمع القرآن مع فتح الباری ص ۱۶ ج ۹

۴۵۔ کنزالعمال، ص ۲۸۲ ج احدیث ۴۷۸۳ بحوالہ ابن سعدؒ وغیرہ و فتح الباری، ص ۱۶ ج ۹، بحوالہ ترمذی،

۴۶۔ یہ الفاظ مسند احمدؒ میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہیں (اوجزالمسالک، ص ۳۵۷ ج ۲)

۴۷۔ کنزالعمال، حدیث ۴۸۴۰ ص ۲۸۶ ج ۱

۴۸۔ النشر فی القرآت العشر، ص ۳۲ ج ۱

۴۹۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس مضمون کو متعدد روایات مختلف محدثین کے حوالوں سے نقل کی ہیں (فتح الباری، ص ۳۶ ج ۹)

۵۰۔ فتح الباری، ص ۱۶ ج ۹

۵۱۔ مستدرک حاکمؒ، ص ۲۲۸ ج ۲، دائرۃ المعارف دکن ۱۳۴۰ھ، قال الحاکمؒ "ہذا حدیث صحیح الاسناد واقرہ الذہبیؒ

۵۲۔ الفتح الربانی (تبویب مسند احمد) ص ۳۵ ج ۱۸ مطبوعہ مصر ۱۳۷۳ھ

۵۳۔ المستدرک للحاکمؒ، ص ۲۲۹ ج ۲

۵۴۔ علامہ سیوطیؒ نے ابن اشتہؒ کے حوالہ سے حضرت ابن مسعودؓ کے مصحف کی پوری ترتیب نقل کی ہے جو مصاحف عثمانی سے بہت مختلف ہے (الاتقان ص ۲۲ ج ۱)

۵۵۔ صحیح بخاریؒ: باب تالیف القرآن

۵۶۔ فتح الباری، ص ۳۲ ج ۹

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تعارف اہتمامِ مشورہ

"افادات حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان رحمہ اللہ"

مشورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی نہیں اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے لیکن اس حکم پر عمل کرنے والے اب خال خال ہی رہ گئے ہیں اسی لئے جماعتوں، مدرسوں، مسجدوں، اداروں اور گھروں میں آئے دن اختلاف انتشار اور سر پھٹول کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں، حضرت مسیح الامہ قدس سرہ نے انہی واقعات سے متأثر ہو کر یہ رسالہ مرتب فرمادیا تھا اور کہنا چاہیئے کہ اس میں علمی اور تحقیقی مواد ہی نہیں دردِ دل بھی بھر دیا تھا، یہ رسالہ صرف پڑھنے ہی کی نہیں عمل کرنے کی چیز ہے۔

ناشر:

زمزم پبلشرز اردو بازار کراچی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انزال القرآن علیٰ سبعۃ احرف

''مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں علم قراءت وفنِ تجوید میں خاطر خواہ دلچسپی لی گئی اور اس فن، میں مہارت رکھنے والوں کی اس وقت کمی نہ تھی بلکہ ایسے ایسے ماہرین فن موجود تھے جنھیں قراءت کے مختلف طریقوں کے مطابق قرآن حفظ تھا''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ڈاکٹر یسٰین مظہر صدیقی

شعبہ علوم اسلامیہ اے ایم یو، علی گڑھ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سات حروف پر قرآن کریم کا نزول

قرآن کریم کی تنزیل کے باب میں بہت اہم اور پیچیدہ بحث یہ ہے کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا اور یہ بحث رسول اکرم ﷺ کی ایک صحیح حدیث کی بنا پر پیدا ہوئی ہے۔ کلام رسول اللہ ﷺ میں بعض اور اشارات و تشریحات پائی جاتی ہیں جو اس کلام نبوی ﷺ کی تصدیق کرتی ہیں۔ پیچیدگی اور مشکل اس بنا پر کھڑی ہوئی کہ روایات حدیث میں حروف کے معانی کی تصریح و تعیین نہیں پائی جاتی۔ مزید اشکال کا باعث وہ روایات بن گئی ہیں جن میں قرآن مجید کی بعض سورتوں کی قراءتوں کے اختلاف و فرق کا حوالہ آیا ہے۔ اور بعض ایسے ارشادات نبوی ﷺ اور اقوال و مسالک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا ذکر ملتا ہے جو اختلاف قراءت ولغت کو وہ رنگ و آہنگ اور لب ولہجہ پیش کرتا ہے جو بادی النظر میں حفاظت قرآن کریم کے متفقہ و قرآنی والٰہی وعدہ کے منافی نظر آتا ہے۔ پھر علمائے اسلام اور ماہرین قرآنیات نے اپنی اپنی فہم اور اپنی فنی مہارت کے مطابق "حروف سبعہ" کی تعبیر و تفسیر اور تعیین و تشریح میں اس قدر اختلاف کیا کہ متعدد اقوال و نظریات پیدا ہو گئے۔ ان میں سے بعض حضرات نے تو اختلاف اقوال کے میدان میں مسابقت شروع کر دی اور بہت سے دور از کار اور مکرر اقوال جمع کر دیے۔ ان ماہرین فن اور ناقدین علم نے نقد و تبصرہ کر کے متعدد اقوال کی تغلیط کر دی۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام اقوال و نظریات پر کسی نہ کسی پہلو سے نقد و جرح کی جا سکتی ہے کہ ان میں کوئی نہ کوئی جھول پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بحث و مسئلہ بھی متنازعہ ہے اور پیچیدگی و اشکال کا باعث کہ موجودہ "مصحف عثمانی" میں صرف ایک "حرف" پایا جاتا ہے یا نزول کے "ساتوں حروف" ان اسباب و عوامل اور انہیں جیسے بعض اور اسباب و عناصر کی بنا پر "قرآنیات" کا یہ باب مشکل بھی سمجھا گیا ہے اور اہم بھی۔

احادیث نبوی ﷺ کا بیان اور عدم تصریح :

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ان کی اپنی سندوں سے یوں بیان کی جاتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا : "حضرت جبریلؑ نے مجھے ایک حرف پر پڑھایا تو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں نے ان سے مراجعہ کیا اور برابر اضافہ کا طالب رہا اور وہ اضافہ کرتے گئے تاآنکہ وہ سات حروف پر پہنچ گئے" امام مسلمؒ نے اس پر کافی اضافہ کیا ہے، لیکن مفہوم وہی ہے۔ شیخین کی ایک اور متفق علیہ حدیث کے مطابق رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت ہشام بن حکیمؓ کو نماز میں سورہ فرقان کی ان بہت سے حروف (حروف کثیرہ) پر قراءت کرتے ہوے سنا جن پر رسول ﷺ نے حضرت عمرؓ کو نہیں پڑھایا تھا۔ حضرت عمرؓ اتنے برآفروختہ ہوئے کہ نماز ہی میں ان کو چادر سے کھینچ لینے کا ارادہ کرلیا تھا تاہم نماز ختم ہونے کا انتظار کیا اور پھر ان سے دریافت کیا کہ یہ سورت کس نے ان کو پڑھائی۔ حضرت ہشامؓ کا یہ بیان کہ انھوں نے خود حضور رسالت مآب ﷺ سے یہ سورت سیکھی، حضرت عمرؓ کو قبول نہیں ہوا، چنانچہ وہ ان کو دربار رسالت میں کھینچ کرلے گئے۔ آپ ﷺ نے حضرت ہشام سے سورہ فرقان سنی اور حضرت عمرؓ سے فرمایا: ان کو چھوڑ دو، یہ سورہ اسی طرح نازل کی گئی ہے اور پھر آپ ﷺ نے مزید فرمایا "بلاریب یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے لہذا جو اس میں آسان لگے وہ پڑھاکرو (ان هذا القران أنزل علی سبعة احرف فاقرء وا ماتیسر منه)۔

امام مسلمؒ نے اپنی سند سے حضرت ابی بن کعبؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ "میں مسجد میں تھا ایک شخص آیا اور نماز پڑھنے لگا اور اس نے ایسی قراءت کی جسے میں نے پسند نہیں کیا یا نیا سمجھا، پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے اپنے ساتھی کی قراءت سے مختلف قراءۃ کی۔ ہم نے جب نماز ختم کرلی تو سب کے سب خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور حضرت ابی بن کعبؓ نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں سے پڑھوا کر سنا اور ان کی قرأت کی تحسین کی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعبؓ کے شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا "مجھے یہ حکم دیا گیا کہ میں قرآن کو ایک حرف پر پڑھوں تو میں نے مطالبہ کیا کہ میری امت پر آسانی کی جائے۔ دوبارہ یہ حکم ملا کہ دو حرفوں پر پڑھو، میں نے پھر یہی عرض کی تو تیسری بار حکم ملا کہ اس کو سات حروف پر پڑھو"۔

حضرت ابی بن کعبؓ کی ایک اور روایت امام مسلمؒ نے یوں بیان کی ہے کہ رسول

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اکرم ﷺ بنی غفار کے چشمہ (أضاة بنی غفار) کے پاس تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی امت کو ایک حرف پر قرآن پڑھائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ سے معافی و مغفرت کا طالب ہوں مگر میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی حدیث کے مطابق یہ سلسلہ اسی طرح حضرت جبرئیلؑ اور رسول اکرم ﷺ کے درمیان جاری رہا اور ایک کے بعد ایک حرف کا اضافہ ہوتا رہا حتی کہ چوتھی دفعہ سات حروف پر پڑھنے کا حکم ہوا۔ اور تصریح الٰہی کی گئی کہ جس حرف پر پڑھیں گے صحیح ہوگا (ان اللہ یامرك ان تقرأ امتك علی سبعة احرف، فایما حرف قرء واعلیه فقدأصابوا)۔

انہیں حضرت ابی بن کعبؓ کی ایک روایت امام ترمذیؒ نے یہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حضرت جبریلؑ سے ایک ملاقات پتھروں کے پاس ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت جبریلؑ سے کہا: میں ایک امی امت کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں اور ان میں انتہائی بوڑھے مرد وزن اور بچے ہیں، حضرت جبریلؑ نے آپ ﷺ سے کہا: آپ ﷺ ان کو ہدایت فرمائیں کہ قرآن کریم کو سات حروف پر پڑھا کریں"۔ یہی روایت حضرت حذیفہؓ سے بھی مروی ہے اور اس میں یہ فرق ہے کہ امت محمدی ﷺ میں مرد و عورت لڑکے لڑکی اور ایسے بوڑھے (شیخ فانی) کا ذکر ہے جس نے کبھی کوئی کتاب نہیں پڑھی۔ آخر میں سات حروف پر قرآن مجید پڑھنے کا حکم ہے۔

امام احمد ابن حنبلؒ نے ایک روایت اپنی سند سے یہ بیان کی ہے کہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے ایک شخص کو قرآن کی ایک آیت پڑھتے سنا تو حضرت عمروؓ نے اس سے کہا کہ یہ یوں ہے۔ اس شخص نے نبی ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے تم اس میں سے جس پر پڑھو گے صحیح پڑھو گے اور اس پر جھگڑا نہ کرو (ان هذا انزل علی سبعة أحرف، فای ذلك قرأتم أصبتم، فلاتماروا)۔

امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو ایک آیت کی ایسی قراءۃ کرتے سنا جو رسول اللہ ﷺ کی قراءت سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مختلف تھی چنانچہ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے آپ ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں ٹھیک ہو اسی طرح پڑھا کرو (کلا کما محسن فاقرءا)۔ اس حدیث کے ایک راوی حضرت شعبہؒ ہیں ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ میرا غالب علم یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا تو وہ ہلاک کر دیئے گئے۔

امام حاکم اور امام ابن حبان نے اپنی اپنی سندوں سے ایک روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے سورہ آل حم پڑھائی، میں مسجد گیا اور ایک شخص سے کہا کہ اسے پڑھو تو وہ ایسے حروف پڑھنے لگا جو میں نہیں پڑھتا تھا اور اس نے رسول اللہ ﷺ سے سیکھنے کا دعویٰ کیا۔ چنانچہ ہم خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ہم نے سارا ماجرا کہا تو آپ ﷺ کے روئے انور کا رنگ بدل گیا اور فرمایا: تمھارے پیشرووں کو اختلاف نے ہلاک کر دیا"۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے کچھ آہستہ سے کہا اور حضرت علیؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم میں سے ہر مرد اسی طرح پڑھے جس طرح اسے سکھایا گیا ہے، راوی کا بیان ہے کہ ہر شخص ایسے حروف پڑھتا تھا جو اس کا ساتھی نہیں پڑھتا تھا"۔ (و کل رجل یقرأ حروفا لا یقرؤها صاحبه)۔

اسی کی مانند ایک روایت طبری اور طبرانی نے حضرت زید بن ارقمؓ سے نقل کی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: مجھے ایک سورت عبداللہ بن مسعودؓ نے پڑھائی جو مجھے زید بن ثابتؓ اور ابی بن کعبؓ نے بھی پڑھائی تھی اور ان کی قراء تیں مختلف ہیں تو میں کس کی قراءت پر عمل کروں؟ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے اور حضرت علیؓ نے جو آپ ﷺ کے پہلو میں تھے فرمایا: تم میں سے ہر انسان اسی طرح پڑھے جس طرح اسے سکھایا گیا ہے کیونکہ قرآن حسین و جمیل ہے (لیقرأ کل انسان منکم کما علم، فانه حسن جمیل)۔

اس ضمن میں سب سے مشکل حدیث حضرت ابوہریرہؓ کی ہے جو ابن جریر طبریؒ نے بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: یہ قرآن بلاشبہ سات حروف پر نازل کیا گیا ہے لہٰذا پڑھو اور کوئی تنگی محسوس نہ کرو، لیکن رحمت کے ذکر کو عذاب پر اور عذاب کے ذکر کو رحمت پر ختم نہ کرو"۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حروف سبعہ پر قرآن مجید کے نزول کے تعلق سے حافظ ابویعلی نے اپنی عظیم مسند میں یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک بار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منبر سے خطبہ ارشاد کرتے ہوئے فرمایا: ہر اس شخص کو کھڑے ہونے اور خدا کے سامنے گواہی دینے کے لئے کہتا ہوں جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہو کہ "بلا شبہ یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور وہ سب کے سب شافی کافی ہیں"۔ چنانچہ لوگ اتنی تعداد میں کھڑے ہو گئے کہ ان کی گنتی نہیں کی جا سکی اور انھوں نے گواہی دے کہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آخر میں فرمایا: "اور میں ان کے ساتھ گواہی دیتا ہوں"۔

اس حدیث کی بنا پر اور متعدد صحابہ کرام رضوان علیہم سے نام بنام مروی ہونے والی احادیث کی بنا پر اس کو متواتر روایت کا درجہ دیا گیا ہے۔ متعدد شارحین حدیث اور علمائے اسلام نے ان صحابہ کرامؓ کے اسماء گرامی گنائے ہیں جن سے سبعۃ احرف والی حدیث مروری ہے۔ ایک روایت کے مطابق ان کی تعداد اکیس ہے اور ان میں سے ہر ایک نے اس کو روایت وبیان کیا ہے۔ ان میں سے اکثر جلیل القدر صحابہ کرامؓ ہیں جیسے حضرات عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، ابو ہریرہ، ابوبکرہ، ابو جہم، ابو سعید خدری، ابن طلحہ انصاری، ابی بن کعب، زید بن ارقم، سمرہ بن جندب، سلیمان بن صرو، عبدالرحمان بن عوف، عمرو بن ابی سلمہ، عمرو بن العاص، معاذ بن جبل، ہشام بن حکیم، انس بن مالک، حذیفہ بن الیمان، اور حضرت ابوایوب انصاری کی اہلیہ محترمہ حضرت ام ایوب انصاری رضی اللہ عنہم اجمعین۔ بعض روایات میں اس حدیث متواتر کی روایت کرنے والے صحابہ کرامؓ کے ناموں میں جزوی اختلاف نظر آتا ہے اگرچہ تعداد کی مذکورہ بالا تصریح سب کے ہاں تقریباً یہی ہے۔ ابن حجر وغیرہ شارحین حدیث نے اس ضمن میں کافی تفصیلات فراہم کی ہیں۔ قرآنیات کے ایک ماہر علامہ بدرالدین محمد بن عبداللہ زرکشی (۷۴۵-۷۹۴) نے ابن جریر طبری کی رحمت کو عذاب سے اور عذاب کو رحمت سے ختم کرنے والی حدیث کے بارے میں یہ بیان کیا ہے۔ اس کی تخریج قاسم بن اصبغ اندلسی (م ۳۴۰ھ) نے اپنے مصنف میں مقری کی سند سے حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہوئے کی ہے کہ قرآن کریم تین حروف پر نازل ہوا تھا اور ابو عبیدہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس حدیث کے سوا تمام اخبار سات کو متواتر بیان کرتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں کہ بعض حروف جیسے حذر، رھب، صدق وغیرہ تین حروف پر نازل ہوئے ہوں جیسے کہ یہ تینوں قراءت میں تین وجوہ / صورتوں سے پڑھے جاتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ پہلے تین حروف پر تنزیل ہوئی ہو پھر سات تک اضافہ کر دیا گیا ہو۔ ان سب کا مطلب یہ ہے کہ تنزیل الٰہی کے بعض کلمات دو حروف پر بعض تین پر یا اس سے زیادہ پر سات حروف تک پڑھے جاسکتے ہیں تاکہ بندگان الٰہی کے لئے آسانی ہو کہ لغت کے اختلاف اور مرادف الفاظ اور ان کے متقارب معانی کی رعایت و اعتبار کیا جاسکے۔

روایات و احادیث کے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرمان رسول اکرم ﷺ اس شہرت و تواتر کے ساتھ نقل ہوا ہے کہ اس کی صحت و صداقت میں کوئی شک و شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ علمائے حدیث نے مذکورہ بالا اکثر احادیث و روایات کی اسناد پر کوئی کلام نہیں کیا ہے۔ اور اکثر روایات کی تعدیل و توثیق کی ہے تاہم ممکن ہے کہ ان میں سے بعض کی سند میں کوئی مجہول ہو جیسا کہ بعض ناقدین نے طبری کی روایت پر نقد کیا ہے۔ مگر یہ واقعہ کی صحت و صداقت پر ادنی سا شک و شبہ بھی وارد نہیں کرتا، کیونکہ روایات اتنی کثیر و متعدد ہیں کہ وہ ایک دوسرے کی تائید و توثیق کرتی ہیں لہٰذا یہ بات قطعی ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید کا نزول سات حروف پر ہوا تھا۔ روایات کے باب میں بس ایک بات کھٹکتی ہے کہ اس واقعہ کے راویوں میں حضرت علی بن ابی طالبؓ کا نام نامی کسی جگہ مذکور نہیں ہے جب کہ کم از کم دو روایات میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت علیؓ اس واقعہ کے دو مواقع پر عینی شاہد تھے اور انھوں نے حضرات عبداللہ بن مسعودؓ و ابی بن کعبؓ اور ان دونوں کے مخالف قاریوں کے درمیان رسول اکرم ﷺ کی طرف سے نمائندگی کی تھی۔ یہ بات تحقیق طلب ہے کہ آیا حضرت علیؓ سے بالمشافہہ ایسی کوئی روایت منقول نہیں ہے یا حفاظ و شارحین حدیث سے ان کا اسم گرامی چھوڑ دینے کا تسامح ہوا ہے۔ ان روایات سے یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے سات حروف کا واضح مفہوم کیا ہے؟ بعض سورتوں جیسے سورہ نحل، فرقان، احزاب، حم کی تصریح ضرور کی گئی ہے مگر نہ تو ان میں سے کسی کی کوئی مثال مذکور ہوئی ہے اور نہ سات حروف میں سے کسی ایک کی تصریح و تعیین کی گئی ہے۔ زرکشیؒ کا بیان ہے کہ بقول ابن العربی ان ساتوں معانی میں نہ تو کوئی نص آئی ہے اور نہ کوئی اثر، اس لئے اس کے معنی کی تعیین میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سات حروف کے مفہوم میں اختلاف

پہلا اختلاف تو اسی امر میں ہے کہ سات سے مراد وہی متعین عدد ہے جو چھ اور آٹھ کے درمیان ہوتا ہے، یا اس سے مراد محض کثرت و تعدد ہے۔ دوسرے نقطۂ نظر کے حاملین کا کہنا ہے کہ اس سے کوئی حتمی یا ریاضی کا عدد مراد نہیں بلکہ کثرت و تعدد مراد ہے اور سات سے اکائی میں ستر سے دہائی میں اور سات سو سے سیکڑے / صدی میں یہی کثرت و تعدد مراد ہوتی ہے۔ اس نقطۂ نظر کے سرخیل ایک روایت کے مطابق قاضی عیاض بن موسیٰ (م ۵۴۲ھ) ہیں۔ ان کی طرف ایسے قول کی نسبت اس لئے کافی حیرت انگیز ہے کہ وہ اپنے زمانے کے امام حدیث تھے اور حدیث نبوی ﷺ کے ظاہر سے تمسک کرنے میں خاصے متصلب تھے۔ اولین نقطۂ نظر پر اکثر علماء کا اتفاق ہے کہ سات سے ایک متعین عدد مراد ہے اور بقول حافظ ابن حبان بستی (م ۳۵۴ھ) سبعہ کا لفظ سات کے عدد میں محصور ہوتا ہے" علماء کرام ماہرین قرآنیات اور محدثین عظام نے اس نقطۂ نظر کے اثبات میں کافی دلائل و شواہد دیئے ہیں۔ عبدالعظیم زرقانی کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کے لئے آسانی و سہولت کی خاطر بار بار اضافہ کی درخواست کی تھی جب کہ قرآن کریم کی اولین تنزیل صرف حرف واحد پر ہوئی تھی یا حرف واحد پر تلاوت و قراءت کا حکم دیا گیا تھا۔ بعد میں دو حروف، تین اور بالآخر سات حروف پر قراءت و تلاوت کی اجازت دی گئی۔ ان احادیث میں مفہوم و منطوق دونوں کے لحاظ سے سات کا مخصوص و متعین و حتمی عدد مراد ہے اور اس سے کثرت و تعدد مراد لینا متواتر و مشہور حدیث کو ترک کرنے کے مترادف ہے۔ پھر جن حضرات نے کثرت و تعدد محض مراد لیا ہے ان کے دعوے کی دلیل میں نہ تو کوئی حدیث و روایت ملتی ہے نہ اثر و قول۔ زبان و کلام سے بھی اس کی تائید نہیں ہوتی "اس عدد کا تذکرہ ایک ایسے معاملہ میں کیا گیا ہے جس کا تعلق براہ راست وحی الٰہی اور اس کے طریق نزول سے ہے، ظاہر ہے کہ ایسے امور میں آنحضور ﷺ نہ ایک مبہم بات فرما سکتے تھے اور نہ ایک ایسا عدد ذکر کر سکتے تھے جس کا مفہوم مراد ہی نہ ہو۔ لہٰذا اہل علم صحابہؓ نے اس ضمن میں آپ سے جو کچھ نقل کیا ہے، اس کا اعتقاد کے ساتھ گہرا ربط ہے"۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چونکہ سات حروف" کی تصریح احادیث واخبار نبوی ﷺ میں نہیں کی گئی ہے۔ اس لئے علماء قرآن کریم نے اس کی تعیین میں اپنے اپنے فکر و نظر کے مطابق بہت سے اقوال وآرا بیان کئے جو سب کے سب ظنی اور تخمینی ہیں۔ ہمارے علماء وماہرین کے جوش استقصاء وخروش استحصاء کا یہ عالم ہے کہ انھوں نے پینتیس، چالیس اقوال جمع کر دیئے۔ زرکشی نے ان میں سے اکثر کو بیان کیا ہے اور اسی طرح حافظ ابن حجر وغیرہ دوسرے علماء حدیث وقرآن نے ان میں سے بیشتر کی تصریح کی ہے۔ حافظ سیوطیؒ نے اپنی بحث کے آخر میں بصورت نظم تمام اقوال (تقریباً چالیس) مع امثلہ جمع کر دیئے ہیں۔ یہاں یہ کہہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اکثر علماء ومحدثین کو ان میں سے بیشتر اقوال کی معنویت ومعقولیت سے انکار ہے کہ وہ محض کثرت تعداد کی خاطر جمع کئے گئے ہیں اور ان کے پیچھے نہ تو کوئی نص روایت ہے اور نہ ہی کوئی منطقی وعقلی استدلال۔ ذیل میں ان اقوال کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے جن کو علماء حدیث نے کسی قدر قابل اعتناء سمجھا ہے۔

حروف کے لغوی معنی ظاہر ومعلوم ہیں جس میں کوئی اشکال واشتباہ نہیں، لغت کے اعتبار سے اس کے معنی ہیں: وجہ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کو اسی معنی میں استعمال کیا ہے: ومن الناس من یعبداللہ علی حرف: سورہ حج آیت ۱۱ (اور لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جو اللہ کی عبادت کنارے پر رہ کر کرتے ہیں) مفسرین کرام نے اس کی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ ایسا شخص عبادت الٰہی دنیاوی فائدہ کے حصول کے سبب سے کرتا ہے اور دین کو دنیاوی اغراض سے اختیار کرتا ہے اور اگر اسے یہ فائدہ اغراض حاصل نہیں ہوتے تو وہ دین چھوڑ دیتا ہے، گویا کہ وہ حرف، کنارے پر کھڑا رہتا ہے جس طرف فائدہ دیکھتا ہے ڈھلک جاتا ہے۔ اس لغوی معنی پر اتفاق واتحاد کے بعد اس کے اصطلاحی معنی میں بالخصوص سبعۃ حرف والی حدیث کے تعلق سے اس کے مفہوم ومراد میں بہت اختلاف ہوا۔ قدماء میں اس موضوع پر ابن الجزری (م ۸۳۳ھ، ۱۴۳۹ء) نے "النشر" میں، ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ، ۸۸۹ء) نے "مشکل القرآن" میں، قاضی ابوبکر باقلانی (م ۴۰۳ھ، ۱۰۱۳ء) نے "الانتصار" میں، رازی (م ۶۰۶ھ، ۱۴۴۹ء) نے "اللوائح" میں، ابن تیمیہ (م

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۳۲۸ھ، ۱۹۰۷ء) اپنے بعض رسائل میں، حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ، ۱۴۴۹ء) ”فتح الباری“ میں، زرکشی نے ”البرہان“ میں، سیوطی (م ۹۱۱ھ، ۱۵۰۵ء) نے ”الاتقان“ میں اور بعض دوسرے بزرگوں نے اپنی اپنی کتابوں میں بڑی عمدہ بحثیں کی ہیں اور متعدد اقوال کا تجزیہ کیا ہے۔ جدید علماء اسلام وماہرین قرآنیات وشارحین حدیث میں محمد عبدالعظیم زرقانی، عبدالوہاب حمودہ، صبحی صالح، مصطفی صادق الرافعی وغیرہ نے عربوں میں اور پاک وہند علماء میں مولانا شبلی، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا محمد تقی عثمانی وغیرہ متعدد حضرات نے اس اہم موضوع پر داد تحقیق دی ہے۔ ہمارا تجزیہ انھیں علماء سلف وخلف کے اقوال ومسلک کے تنقیدی مطالعہ پر مبنی ہے۔

بیشتر علماء وماہرین فن کی مانند ہمیں بھی ابو جعفر محمد بن سعدان نحوی اور ان کے متبعین سے اتفاق نہیں کہ یہ حدیث نبوی مشکل ومتشابہ ایسی ہے کہ لفظ احرف کی حقیقت جاننے کی کوئی سبیل نہیں کیونکہ وہ حروف تہجی، کلمات، معانی، وجوہ، جہات وغیرہ متعدد معانی میں مشترک ہے۔ روایات واحادیث نیز اختلاف قراءات وغیرہ سے اس لفظ مشکل کا معنی ومقصود متعین کیا جاسکتا ہے اور در حقیقت کیا بھی گیا ہے۔ یہاں یہ بھی عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہر قول پر کچھ نہ کچھ اعتراضات وتنقیدیں کی گئی ہیں اور ہر مسلک کے ماننے والوں نے اس کا جواب بھی دیا ہے اور اپنے مکتب فکر کی مدافعت بھی کی ہے۔ لیکن بہت سے ایسے اقوال ہیں جو خالصتاً اور بداہتاً غلط اور دور از کار معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً حروف سبعہ سے سات علوم: علم انشاء، علم توحید، علم صفات الذات، علم صفات الافعال، علم صفات العفو والعذاب، علم الحشر والعذاب، علم النبوات، یا علم معانی وبیان کے سات امور جیسے مطلق ومقید عام وخاص، منصوص ومؤول، ناسخ ومنسوخ، مجمل ومفسر، استثناء اور اس کی اقسام، یا احکام قرآن کے سات وجوہ جیسے زاجر، آمر، حلال، حرام، محکم، متشابہ، امثال۔ اور اسی طرح کے اور بعض اقوال ہیں جن کو زرکشی، سیوطی وغیرہ سب نے بیان کیا ہے اور ان پر نقد کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان تمام اقوال کا قراءت کے اختلاف سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ان ”حروف کثیرہ“ سے کوئی واسطہ ہے جن پر متعدد صحابہ کرامؓ نے رسول اکرم ﷺ سے الگ

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

الگ قراءت سیکھی تھی اور جن پر قرآن کریم کا نزول ہوا تھا۔ جن اقوال کی قراءۃ قرآن سے کوئی نسبت ہے ان کی معنویت بھی ہے۔ مثلاً بعض علماء نے اس سے سات مشہور قراء تیں مراد لی ہیں، بعض نے سات عرب لغات، بعض نے مترادفات، بعض نے اعراب، بعض نے سات وجوہ میں ان کو محصور کیا ہے۔

زرکشی نے ابن حبان بستی کا مسلک یہ بیان کیا ہے کہ ان مختلف اقوال میں سب سے زیادہ صحت کے قریب یہ ہے کہ حروف سے مراد سات عرب لغات ہیں اور ان ساتوں پر قرآن کے نزول کا راز یہ ہے کہ لوگوں کو قرآن میں آسانی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہم نے قرآن کو ذکر و نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے۔

(ولقد یسرنا القرآن للذکر) اگر اللہ تعالیٰ نے اسے ایک حرف پر اسے اتارا ہوتا تو مقصود سہولت حاصل نہ ہوتا۔ اور یہ ساتوں لغات آج تک متداول ہیں۔ اس قول پر سب سے بڑی تنقید تو یہی کی جاتی ہے کہ قرآن مجید میں لغات عرب چالیس یا اس سے زیادہ استعمال کی گئی ہیں اور غیر عرب لغات بھی اس میں پائی جاتی ہیں، پھر سات عرب لغات کی تعیین میں اختلاف پایا جاتا ہے ایک اور زبردست جھول اس قول میں یہ ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت ہشام بن حکیمؓ کا اختلاف بیان کیا گیا ہے اور وہ دونوں قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے۔ عبدالعظیم زرقانی نے ابو عبیدہ وغیرہ کے قول پر یہ تنقید بھی نقل کی ہے کہ اس کے مطابق قرآن کریم کے حصے بخرے (العیاض) ہو جائیں گے کیونکہ کچھ حصہ لغت قریش پر نازل ہوا تو کچھ لغت ہذیل وغیرہ پر۔ بلاشبہ یہ غیر محقق بات ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر شخص اپنی لغت پر نازل شدہ حصہ کو تو بآسانی پڑھ سکے گا مگر کسی دوسری لغت عرب پر منزّل حصوں کو بآسانی تلاوت و قراءت نہ کر سکے گا۔ اور مقصود الٰہی اور مطلوب نبوی ﷺ تو یہ ہے کہ ہر امتی کو قراءت قرآن کی آسانی حاصل رہے۔ ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں کہ ہر کلمہ سات لغات پر پڑھا جائے بلکہ سات لغات پورے قرآن میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ثعلب، زہری، بیہقی، ابہری اور اکثر علماء نے اسی قول کی تائید و توثیق کی ہے۔ سیوطی نے بالخصوص اور دوسرے علماء نے بالعموم اس قول کے حق میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بہت سی دلیلیں اور وضاحتیں اور مثالیں دی ہیں اور کئی اور علماء کے اقوال و دلائل و بیانات بھی نقل کئے ہیں اور اس پر وارد ہونے والے اعتراضات کا بھی حوالہ دیا ہے۔ صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ حروف سبعہ سے مراد سات لغات عرب نہیں ہو سکتیں۔ اس نظریہ کے حامیوں کے دلائل و نظائر کافی کمزور ہیں اور نصوص و احادیث و آثار سے اس کی تائید بھی نہیں پیش کی جا سکتی، جب کہ اس کے ناقدین کے دلائل کافی مضبوط ہیں اور روایات واحادیث سے ناقدین کی بالواسطہ طور پر سہی تائید و تصدیق ہوتی ہے اس لئے حروف سبعہ سے مراد کچھ اور ہی ہے۔

ایک اہم اور قابل لحاظ قول یہ ہے کہ حروف سبعہ سے مراد سات قراء تیں ہیں۔ یہ ضعیف ترین قول بھی قرار دیا گیا ہے مگر اس کے باوجود واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ سات حروف سے مقصود الٰہی وہ سات طریقے ہیں جن کے مطابق قرآن مجید کی قراءت کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ احادیث نبویہ میں جہاں بھی کچھ تصریح آئی ہے وہ یہی ہے کہ اس سے مراد اختلاف قراءت ہے اور یہ اختلاف قراءت امت کی آسانی کے لئے روا رکھا گیا تھا۔ متعدد علماء کا خیال ہے کہ قرآن مجید کی آیات کی قراءت میں اختلاف سات وجوہ سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔

اول : وجوہ اعراب کا اختلاف : معنی مفہوم میں تبدیلی ہو جائے۔ جیسے فتلقی ادم من ربہ کلماتٍ کی جگہ اس طرح قراءت کی جائے فتلقی ادم من ربہ کلماتٌ

۲۔ معنی میں تبدیلی نہ ہو۔ جیسے : ولایضآر کاتب ولاشھید کی بجائے ولایضار کاتب ولاشھیدٌ

اس ضمن میں سیوطی وغیرہ کئی علماء نے رَبَّنا باعِدبین اسفارنا کو ربُّنا باعَدَ بین اسفارنا بھی پڑھا ہے۔

دوم : اختلاف حروف :(۱) معنی و مفہوم میں تبدیلی مگر صورت بر قرار جیسے یعلمون کی جگہ تعلمون (۲) لفظ کی صورت بدل جاتی ہے مگر معنی پہ فرق نہیں پڑتا: الصراط/السراط، المصیطرون/المسیطرون۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سوم : اسم کا مفرد، تثنیہ جمع اور تذکیر و تانیث کا اختلاف :
جمع کی جگہ مفرد : (۱) والذین ھم لاما ناتھم وعھد ھم راعون میں
لامانتھم بھی پڑھا گیا ہے۔
تذکیر و تانیث : (۲) ان البقر تشابہ علینا میں تشابہ بھی قراءت کی گئی ہے جو
دراصل متشابہ ہے۔

چہارم : مترادفات کا اختلاف : (۱) وتکون الجبال کالعھن المنفوش میں کالصوف
المنفوش پڑھا گیا ہے۔
(۲) اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ میں فاسعوا کی
جگہ فامضوا پڑھا گیا ہے۔
(۳) فاقطعوا ایدیھما. حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایمانھما پڑھا کرتے تھے۔ شاذ قرأت
ہے، تفسیر بھی۔
کوئی حرف دوسرے سے بدل جائے کہ وہ قریب المخرج ہوں : طلح منضود کی جگہ طلع
منضود کی قراءت کی گئی ہے۔

پنجم : الفاظ میں تقدیم و تاخیر کا اختلاف :
ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون
فی سبیل اللہ فیقتلون میں آخری دو الفاظ کی ترتیب بدل کر بھی قراءت کی گئی
ہے، یعنی فیُقتلون ویَقتلون۔

بعض علماء نے حضرت ابوبکرؓ کی طرف یہ روایت منسوب کی ہے کہ وہ وجاءت
سکرۃ الموت بالحق کی جگہ وجاءت سکرۃ الحق بالموت پڑھتے تھے مگر یہ روایت
شاذ ہے اور متواتر کے خلاف ہے وہ اجماع صحابہؓ کے بھی منافی ہے۔ نیز عرب محاورہ کے بھی
خلاف ہے۔ غالباً یہ قراءت لغزش زبان کی بنا پر ہوئی تھی یا اس کی روایت ہی صحیح نہیں۔

ششم : حروف جارہ وعاطفہ کو حذف کیا جائے یا اظہار کیا جائے اس طرح کی بیشی کی
صورت پیدا ہوتی ہے جیسے :

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۱) اضافہ کی مثال: جنت تجری تحتها الانهر میں جنت تجری من تحتها الانهار پڑھا گیا ہے۔ دونوں متواتر قراء تیں ہیں اور مصحف عثمانی و مصحف مکی کے مطابق ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ و کان ورآء هم ملك یاخذ کل سفینة غصبا میں ورآء هم کی جگہ امامهم اور سفینة صالحة کی صفت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے یہ اصل میں تفسیری قراءت ہے نہ کہ اختلاف قراءت قرآن۔ اسی طرح تسع وتسعون نعجة میں آخر میں انثی کا اضافہ اور واما الغلام فکان ابواہ مؤمنین کے آگے و کان کافراً بڑھایا گیا ہے۔ یہ بھی تفسیری اضافہ ہے۔

(۲) کمی کی مثال: وقالوا اتخذ الله ولداً میں سورہ بقرہ کی اس آیت میں واؤ اول کو حذف کر دیا ہے۔ مصحف شامی میں موجود ہیں۔

دوسری مثال وما خلق الذکر و الانثی میں "ماخلق" کو حذف کر کے بھی قراءت کی گئی ہے۔

ہفتم: اختلاف لہجہ: زیادہ تر فتح و امالہ، ترقیق تفخیم، ہمزہ و تسہیل حروف مضارع کو کسرہ دے کر بعض حروف کو تبدیل کرنے میم کے اشباع اور بعض حرکات کے اشمام سے پیدا ہوتا ہے۔ هل اتك حدیث موسیٰ اور بلیٰ قادرین علیٰ ان نسوی بنانه میں اتی وموسیٰ اور بلیٰ کے الفاظ کو کسرہ کی طرف امالہ کر کے پڑھا گیا ہے۔

ترقیق و تفخیم کی مثال: خبیرا بصیرا میں دونوں راء ترقیق کے ساتھ اور الصلوۃ اور الطلاق کو تفخیم کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

تسہیل ہمزہ: قدْافلح میں قدَ افلح پڑھا گیا ہے۔

فعل مضارع کو کسرہ: لقوم یعلمون، نحن نعلم، تسود وجوہ، الم اعهد میں حروف مضارع کو کسرہ دیا گیا ہے۔

حرف کی تبدیلی: حتی حین کو قبیلہ ہذیل والے عتی حین پڑھا کرتے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اشباع کی مثال :علیهم دائرة السوء اورمنهم من يلمزك في الصدقات میں جمع کی میم کواشباع کے ساتھ علیھمو اور منھمو ابھی پڑھا گیا ہے اور غيض الماء میں اشمام ضمہ کے ساتھ الماءوابھی پڑھتے ہیں۔

قرآن کریم کے سات حروف پر نزول کے اہم ترین مبحث میں جو بنیادی نکات تجزیہ و مطالعہ کے بعد ابھر کر سامنے آتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں :

احادیث صحیحہ سے متواتر طور سے ثابت ہے کہ قرآن مجید کا نزول سبعۃ احرف پر ہوا، بعض روایات، روایت یا درایت کے لحاظ سے ضعیف، غریب، مرسل اور شاذ ہیں ان سے حدیث نبوی کے اس باب میں تواتر اور صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ بخاری (کتاب الخصومات، باب کلام الخصوم بعضھم فی بعض باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف وبیان معناہ) اور ابوداؤد (سنن کتاب الصلوۃ باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف) کی بیان کردہ متفقہ روایت ہے اور کئی دوسرے ماخذ سے بھی اس کی تصدیق و تائید ہوتی ہے۔

۲۔ سبعۃ احرف سے خاص سات کا عدد مراد ہے اور اس سے کثرت و تعداد مراد نہیں۔ جن لوگوں نے مخصوص عدد مراد نہیں لیا ہے ان کے پاس قیاس کے علاوہ اور کوئی دلیل نہیں اور قیاس بھی وہ جو حدیث صحیحہ سے متصادم ہے۔

۳۔ احرف سے خاص سات کا عدد مراد ہے اور اس سے امام شافعیؒ (الرسالہ، احمد محمد شاکر، (۲۷۴) اور خلیل احمد سہارنپوری (بذل المجہود ۲/ ۳۴۶) وغیرہ کا خیال ہے۔ ہو سکتا ہے جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں آسانی کی غرض سے اس کی اجازت دے دی گئی ہو لیکن تدوین قرآن کے بعد اس کی قطعی اجازت نہیں۔

۴۔ تمام چالیس اقوال بھی صحیح نہیں ہیں اور نہ وہ سبعۃ احرف کی صحیح توجیہ کرتے ہیں۔

۵۔ ان تمام اقوال میں اختلاف قراءت کا قول یا نظریہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ وہی متواتر حدیث نبوی ﷺ سے ہم آہنگ ہے اور اس کی تائید ہوتی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اختلاف قراءت کے ضمن میں جو روایات ملتی ہیں ان کے بارے میں دو لازمی اصول ہیں: اول یہ کہ ہر قراءت رسول اکرم ﷺ کی حدیث متواتر سے ثابت ہو، قول صحابیؓ یا خبر واحد سے قراءت قرآن ثابت نہیں ہو سکتی۔ ایسی تمام شاذ روایات جو شاذ و نادر تر قراءتوں کا اختلاف بیان کرتی ہیں اور بالعموم حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے منسوب کی گئی ہیں دراصل قراءتیں نہیں ہیں بلکہ تفسیری تشریحات ہیں۔ دوم یہ کہ ہر قراءت کو مصحف عثمانی جو اصلاً مصحف صدیقی ہے کے رسم خط کے مطابق اور عرب محاورہ کے موافق ہونا چاہیے۔ یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ حضرت عثمانؓ یا ہمارے موجودہ مصحف میں ساتوں حروف پائے جاتے ہیں جس طرح وہ عہد نبوی، عہد صدیقی یا عہد عثمانی میں پائے جاتے تھے اور ہمیشہ پائے جاتے رہے ہیں۔ پھر قرآن کریم میں کمی بیشی کرنے کا اختیار تو نبی اکرم ﷺ کو بھی نہ تھا چہ جائیکہ کسی صحابیؓ یا صحابہؓ کی جماعت یا علماء کو دیا جائے۔ ابن جریر طبریؒ بھی اس خیال / نظریہ کے حامی ہیں کہ موجودہ مصحف میں تمام حروف موجود ہیں لیکن چھ حروف پر قراءت اختیاری ہے اور امت نے ایک حرف پر قراءت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ابن جریر طبری کا آخری جملہ صحیح نہیں ہے۔

علامہ عینیؒ کے بقول سبعۃ احرف سے مراد قراءت سبعہ ہی ہے اور یہی خیال خلیل نے بیان کیا ہے (عمدۃ القاری ۶ / ۷۶)۔ یہی رائے امام و محقق قراءت ابن الجزری کی بھی معلوم ہوتی ہے (تاریخ القرآن، محمد طاہر الکردی ۸۷)۔ ابوالفضل رازی، قاضی ابوبکر باقلانی اور امام ابن قتیبہ وغیرہ نے بھی کم و بیش مذکورہ بالا اختلافات بیان کئے ہیں۔ سوائے اختلاف لہجہ کے۔

سات قراءتوں سے یہ مراد نہیں کہ قرآن مجید کا ہر لفظ و کلمہ ان کا متحمل ہے بلکہ اس سے مراد یہ کہ جہاں کہیں اختلاف قراءت ہو گا وہاں ان سات وجوہ کے علاوہ نہ ہو گا جن کا اوپر ذکر آ چکا۔ لیکن ان سات قراءتوں سے مراد موجودہ مشہور قراء

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سبعہ کی قراء تیں نہیں ہیں کیونکہ یہ قراء تیں اول تو لہجہ کے اختلاف تک محدود ہیں۔ دوم متعدد اور مستند قراء تیں بھی پائی جاتی ہیں چنانچہ بعض علماء نے قراءات عشرہ اور قراءات اربعہ عشرہ بھی بیان کی ہیں۔

اس مضمون کی تیاری میں حسب ذیل کتابوں اور مضامین سے مدد لی گئی ہے

۱۔ حافظ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، مطبعہ عیسیٰ البابی الحلبی، مصر، غیر مؤرخہ جلد چہارم ۲۳، ۲۱ (ذیل تفسیر)

۲۔ حافظ ابن حجر، فتح الباری

۳۔ علامہ بدرالدین زرکشی، البرہان فی علوم القرآن، دار احیاء الکتب العربیہ قاہرہ ۱۹۵۷ء نوع نمبر ۱۱، ص ۲۰۷۔۲۱۱

۴۔ علامہ جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، مرتبہ عبدالنبی سعید حسینی مصر ۱۹۳۵ء نوع ۱۶، اردو ترجمہ محمد حلیم انصاری، ادارہ اسلامیات لاہور، جلد ۲۔ جلد اول ص ۳۲۔۱۲۰ نیز نوع ۲۲ بھی ملاحظہ ہو۔

۵۔ مصطفی صادق الرافعی، اعجاز القرآن، مطبعۃ الاستقامہ ۱۹۵۲ء، ص ۳۔۶۹

۶۔ ابن عطیہ و مصنف کتاب المعانی، مقدمتان فی علوم القرآن، مرتبہ آرتھر جیفری، قاہرہ ۱۹۵۴ء فصل نہم ص ۳۴۔۲۰۷

۷۔ ڈاکٹر صبحی صالح، علوم القرآن، اردو ترجمہ غلام احمد حریری، تاج کمپنی دہلی ۱۹۸۶ء فصل سوم، ص ۶۶۔۱۴۴۔

۸۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی، "سبعۃ احرف" نذر ذاکر، مرتبہ مجلس نذر ذاکر نئی دہلی ۱۹۶۸ء، ص ۶۷۔۳۵۷

۹۔ ماسٹر عبداللہ بائز موسیٰ زئی، کتاب الاشارات فی السبع القراءات، قومی ہجرہ کونسل اسلام آباد ۱۹۸۴ء۔

۱۰۔ مولانا محمد تقی عثمانی، "قرآن کے سات حروف" البلاغ مئی، جولائی ۱۹۷۶ء، ص ۳۱۔۲۵ اور ص ۲۴۔۲۹۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قراءات سبعة وعشرہ
تعارف اہمیت وضرورت

”افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ عام طور سے برصغیر اس فن سے خالی ہوتا رہا ہے اور اس کی طرف لوگوں کی توجہ نہیں رہی عوام تو عوام ہیں خواص بھی توجہ نہیں دے رہے یا تو وہ اس کی ضرورت محسوس نہیں کر رہے یا انہیں لوگ نہیں مل رہے بہر حال جو بھی صورت ہو، ہے تشویشناک“

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تحریر:
ڈاکٹر مسعود احمد سیدّ
(استاذ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی)

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

قراءات جمع ہے قراءت کی، لغت میں قراءت کے معنی پڑھنے کے ہیں۔

اصطلاح علمی میں اس سے مراد ائمہ قراءت میں سے کسی امام کا تلاوت کلام پاک سے متعلق مختلف کلی اور جزوی وجوہ و طریقوں میں سے کسی ایک وجہ اور ایک طریقے کا اختیار کرنا ہے، جسکی وجہ سے وہ دوسرے قراء سے ممتاز ہو جاتا ہے۔

یہ وجوہ و طرق وہی ''حروف سبعة منزل من اللہ'' ہیں جنکی طرف حدیث ''انزل القرآن علی سبعۃ احرف'' میں اشارہ کیا گیا ہے۔

بخاری و مسلم کی تخریج کے مطابق حدیث کے الفاظ بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما یوں ہیں:

''قال: قال رسول اللہ ﷺ اقرانی جبریل علی حرف فراجعته فلم ازل استزیده ویزیدنی حتی انتھی الی سبعة احرف''

یہ وہ عظیم الشان حدیث ہے جس کے تواتر پر حفاظ حدیث متفق ہیں، اور ائمہ حدیث نے اپنی اپنی کتابوں میں اسکی تخریج کی ہے، اور شاید ہی حدیث کی کوئی کتاب ایسی ہو جو اسکی تخریج سے خالی ہو، بلکہ اس پر متعدد قراء و محدثین جیسے ابو الفضل الرازی التوفی ۴۵۴ھ ابو شامہ التوفی ۶۶۵ھ ابن الجزری التوفی ۸۳۳ھ وغیرہ کی تصنیفیں ملتی ہیں۔

حدیث بالا تقریباً پندرہ سولہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے، تمام روایتیں اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کریم متعدد وجوہ و طرق کے ساتھ اترا، جنکی آخری حد سات ہے۔

www.kitabosunnat.com

اور متعدد طریقوں سے پڑھنے کی اجازت دینے کا اولین مقصد امت پر تیسیر اور انکے لئے آسانی پیدا کرنا تھا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

''ان النبی ﷺ کان عندا ضاة بنی غفار، فاتاه جبریل فقال: ان اللہ یامرك ان تقری امتك القران علی حرف، فقال: اسال اللہ معافته ومغفرته، وان امتی لاتطیق ذلك، ثم اتاه الثانیة فقال: ان اللہ یامرك ان تقری امتك القرآن علی حرفین فقال:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اسال الله معافاته ومغفرته وان امتی لاتطیق ذلك، ثم جاء الثالثة فقال: ان الله یامرك ان تقری امتك القرآن علی ثلاثة احرف فقال: اسال الله معافاته ومغفرته، وان امتی لاتطیق ذلك، ثم جاء الرابعة فقال: ان الله یامرك ان تقری امتك القرآن علی سبعة احرف فایما حرف قراوا علیه فقداصابوا"

جمہور علماء سلف و خلف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مصاحف عثمانیہ ان تمام حروف سبعۃ پر مشتمل تھے جو عرضہ اخیرہ میں باقی رہ گئے تھے۔

یہاں پر دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے ایک تو یہ کہ مصاحف عثمانیہ کے حروف سبعۃ پر مشتمل ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ہر ہر مصحف (جنکی تعداد اصح الا قوال کے مطابق سات تھی) سارے حروف سبعۃ کو شامل تھا بلکہ مصاحف من حیث المجموع حروف سبعۃ پر مشتمل تھے۔

دوسرے یہ کہ قرآن کریم کے حروف سبعۃ کے ساتھ منزل من اللہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ہر ہر حرف میں سات سات قراء تیں اور وجوہ و طرق پائے جاتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ وجوہ و طرق کے اختلاف کی آخری حد سات ہے اس سے زیادہ نہیں۔ کیوں کہ ایسے الفاظ بہت کم ملتے ہیں جن میں سات قراء تیں اکٹھی پائی جاتی ہوں۔

حروف سبعۃ سے کیا مراد ہے؟

راجح قول کے مطابق اس سے مراد "قراءۃ قرآنیہ" کے وہ مختلف وجوہ و طرق ہیں جو سب کے سب منزل من اللہ ہیں، اور ان میں سے جس وجہ اور جس طریقے کے ساتھ بھی تلاوت کی جائے وہ قرآن ہی کہلائے گا۔

اب یہ اختلاف کبھی "اسماء" میں واحد اور جمع کے اختلاف کی شکل میں پایا جاتا ہے جیسے آیت کریمہ (والذین هم لا منتهم وعهد هم راعون) میں لفظ " لا ماناتهم" جمع کے ساتھ پڑھا گیا ہے، اور افراد کے ساتھ بھی یعنی " لا منتهم "اور دونوں قراء تیں متواتر ہیں۔

اور کبھی یہ اختلاف "افعال" میں مختلف صیغوں کی شکل میں پایا جاتا ہے، جیسے آیت کریمہ (قل رب احکم بالحق) میں " قال" صیغہ ماضی کی ساتھ اور " قل" صیغہ امر کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے اور دونوں ہی متواتر ہیں۔

اور کبھی یہ اختلاف وجوہ اعرابیہ میں اختلاف کی شکل میں پایا جاتا ہے جیسے (لا تضاروالدة بولدها ولا مولودله بولده) میں لفظ (لاتضار) راء کے فتحہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

اور کبھی یہ اختلاف زیادت ونقصان کی شکل میں پایا جاتا ہے، جیسے آیت کریمہ (واعدلهم جنت تجری تحتهاالانهٰر) میں ایک قراءت بغیر "من" کے ہے جبکہ دوسری قرات میں "تحتها" سے پہلے لفظ "من" کا اضافہ ہے یعنی "تجری من تحتهاالانهٰر" اور کبھی یہ اختلاف تقدیم وتاخیر کی صورت میں پایا جاتا ہے جیسے آیت کریمہ (وقاتلواوقتلوا) میں ایک قراءت تو یوں ہی ہے اور دوسری قراءت اسکے برعکس ہے یعنی پہلے "وقتلوا" بالبناء للمفعول، اور پھر "وقاتلوا" بالبناء للفاعل، اور کبھی یہ اختلاف ایک ہی لفظ میں مختلف حروف کی تبدیلی کی صورت میں پایا جاتا ہے، جیسے آیت کریمہ (وانظر الی العظام کیف ننشز ها) میں ایک قراءت "ننشرها" راء کے ساتھ ہے۔

اور کبھی یہ اختلاف عرب کے مختلف لہجوں کی تصویر کشی کرتا ہے جیسے فتح وامالہ کا اختلاف، یا ادغام واظہار کا اختلاف، یا تفخیم وترقیق کا اختلاف، یا تسہیل وتحقیق اور بدل ونقل کا اختلاف، یہ کل سات قسم کے اختلاف ہوئے جو کہ قراءت متواترہ میں پائے جاتے ہیں، ان میں سے آخری قسم کے اختلاف قواعد کلیہ کی حیثیت رکھتے ہیں جن پر کہ دوسری جزئیات کو قیاس کیا جاسکتا ہے، اس لئے انہیں "اصول" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

جبکہ پہلے چھوں قسم کے اختلاف جزوی اور خاص قسم کے اختلاف ہیں، جن کا تعلق مخصوص سورتوں کے مخصوص کلمات کے ساتھ ہوتا ہے، ان پر جزئیات متماثلہ کا قیاس نہیں کیا جاسکتا، اصطلاح قراء میں ایسے اختلافات کو "فرش" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

علم قراءت کی ضرورت واہمیت

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ عام طور سے برصغیر اس فن سے خالی ہوتا جارہا ہے اور اسکی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طرف لوگوں کی توجہ نہیں رہی، عوام تو عوام ہیں خواص بھی توجہ نہیں دے رہے یا تو وہ اسکی ضرورت محسوس نہیں کر رہے یا انہیں لوگ نہیں مل رہے۔ بہر حال جو بھی صورت ہو، ہے تشویش ناک، ایسا نہیں ہونا چاہئے کیوں کہ یہ وہ مبارک علم ہے جسکا تعلق براہ راست قرآن کریم کے ساتھ ہے۔

اس تعلق کا حق تو یہ تھا کہ اس فن پر بھر پور توجہ دی جاتی اور اسکے فوائد و ثمرات سے خوب استفادہ کیا جاتا لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہو رہا۔

یہ وہ علم ہے جسکے جانے بغیر نہ کوئی صحیح طور پر مفسر بن سکتا ہے اور نہ ہی فقیہ۔

چند مثالیں پیش خدمت ہیں جن سے علم قراءت کی ضرورت واہمیت خوب اجاگر ہو کر سامنے آجائے گی۔

علامہ آلوسیؒ تفسیر کے لئے جن امور کو ضروری سمجھتے ہیں ان میں ایک علم قراءت ہے فرماتے ہیں:

" السابع علم القراء ت، لانه به یعرف کیفیة النطق بالقرآن وبالقراء ات ترجح بعض الوجوه المحتمله علیٰ بعض"

مذکورہ بالا نص اپنے مطلب میں بالکل واضح ہے کہ قراءت جانے بغیر کوئی صحیح طور پر مفسر نہیں بن سکتا، اور یہ ہے بھی حقیقت، کیون کہ تفسیر کی کوئی کتاب بھی آپ اٹھالیں چاہے وہ معالم التنزیل ہو، کشاف ہو، یا البحر المحیط یا کوئی اور ساری کی ساری قراءتوں سے اور انکی وجہ سے جو مختلف تفسیریں سامنے آتی ہیں ان سے بھری پڑی ہیں، لہٰذا قراءت جانے بغیر مفسر بننے کا تصور ہی کیسے کیا جا سکتا ہے؟

فقیہ کے لئے قراءت کی کتنی اہمیت ہے چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے (یاایهاالذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوة فاغسلوا وجوهکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برء وسکم وارجلکم الی الکعبین)

یہاں لفظ "وارجلکم" میں دو قراءتیں ہیں نصب اور جر۔ نصب کی صورت میں اسکا مغسول ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا فقہاء نے کہا کہ یہ حکم اس وقت ہوگا جب پاؤں میں موزے نہ ہوں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور دوسری قراءت جر کے ساتھ ہے عطفاً علی برو سکم اس صورت میں ارجل کا مسح ثابت ہوتا ہے۔لہذا فقہاء نے فرمایا کہ یہ اسوقت ہو گا جب پاؤں میں موزے ہوں۔

اسی طرح آیت کریمہ (ولا تقربو هن حتى يطهرن) کے لفظ "يطهرن" میں دو قراء تیں ہیں طاء اور ھاء کی تخفیف کے ساتھ ،اور دوسری دونوں کی تشدید کے ساتھ۔

تشدید والی قراءت، طہارت میں مبالغے پر دلالت کرتی ہے جو کہ انقطاع دم کے بعد اغتسال سے حاصل ہوگی۔

اور تخفیف والی قراءت چوں کہ اس مبالغہ پر دلالت نہیں کرتی اس لئے صرف انقطاع دم سے پاکی ہو جائے گی۔

مذکورہ بالا قراءتوں کو دیکھتے ہوئے فقہاء احناف نے آیت کریمہ سے دو مختلف احکام مستنبط کئے ہیں جنکی تفصیل یہ ہے کہ اگر عورت کا حیض دس دن سے کم میں رک جائے تو وہ صرف انقطاع دم سے پاک تصور نہیں کی جائے گی بلکہ اسکے ساتھ غسل بھی کرنا پڑے گا جب جاکر وہ پاک ہوگی اور جماع وغیرہ کی اجازت ہوگی۔

اور یہ حکم انہوں نے تشدید والی قراءت سے مستنبط کیا ہے۔

اور اگر دس دن پورا ہونے کے بعد حیض بند ہوا تو صرف انقطاع دم سے پاکی کے احکام اس پر لاگو ہو جائیں گے۔اور یہ حکم تخفیف والی قراءت سے انہوں نے مستنبط کیا ہے۔

اور کبھی یہ قراء تیں مجمل حکم کے بیان کرنے میں مدد دیتی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے (وان كان رجل يورث كلالة اوامراة وله اخ اواخت فلكل واحد منهماالسدس) آیت کریمہ میں "اخ اواخت" سے حقیقی بھائی بہن مراد ہیں یاماں شریک یاباپ شریک؟

سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قراءت جس میں "من ام" کا اضافہ ہے یعنی "وله اخ اواخت من ام" نے اس مسئلہ کو حل کر دیا کہ یہاں مراد ماں شریک بھائی بہن ہیں نہ کہ حقیقی اور نہ ہی باپ شریک اور یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔

اگرچہ حضرت سعد کی یہ قراءت متواتر نہیں بلکہ آحاد میں شمار کی جاتی ہے اور قرآنیت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے لئے تواتر کا ہونا ضروری ہے لیکن علماء کا اتفاق ہے کہ آحاد سے تفسیر میں مدد لی جاسکتی ہے، کیوں کہ قرآنیت کے لئے تین شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ رسم مصحف کے مطابق ہو صراحۃً یا احتمالاً

۲۔ قواعد عربیہ کے خلاف نہ ہو

۳۔ اور تواتر سے ثابت ہو

اور یہ شرطیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی قراءت میں نہیں پائی جاتیں لہٰذا انکی قراءت کو تفسیر پر حمل کیا جائے گا۔

غرضیکہ تعدد قراءات کی بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں ہیں، دریا کو کوزے میں بند کرتے ہوئے تین نقاط میں انہیں بیان کرتے ہوئے اس موضوع کو ختم کرتا ہوں۔

نمبر ا۔ تعدد قراءت کا اولین اور بنیادی مقصد تلاوت و حفظ میں آسانی پیدا کرنا تھا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں "لقی رسول اللہ ﷺ جبریل فقال: یا جبریل انی بعثت الیٰ امۃ امیین منھم العجوز، والشیخ الکبیر، والغلام والجاریۃ، والرجل الذی لم یقر اکتابا قط، فقال: یا محمد ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف"

(۲) عرب کو انکے مختلف لہجوں اور مختلف وجوہ و طرق کے ساتھ قراءت و تلاوت کی اجازت دے کر قرآن کریم کا اعجاز ثابت کرنا تھا کہ مختلف لہجوں اور مختلف وجوہ و طرق کے ساتھ پڑھنے کے باوجود قرآن کریم کا اعجاز اپنی جگہ باقی ہے، اور اسکے چیلنج اور تحدی کا آج تک کسی کو جواب دینے کی جرات نہیں ہوئی۔

(۳) متعدد قراء توں کی وجہ سے مختلف احکام اور معانی کا استنباط و استخراج قرآن کریم کے لئے ایک بہت بڑا اعجاز ہے جسکا تصور بھی دوسرے کلام میں ممکن نہیں۔

غرضیکہ فن قراءت ایک عظیم الشان علم ہے جسکی عظمت کا تقاضا تو یہ تھا کہ کوئی بھی مدرسہ اور کوئی بھی جامعہ اس فن کی خدمت سے خالی نہ ہوتا لیکن افسوس صد افسوس کہ بر صغیر کے جامعات و مدارس عموماً اس فن سے خالی ہیں، اور کہیں بھی سنجیدگی سے اس پر کام نہیں ہو رہا، البتہ خال خال کہیں انفرادی کوششیں ملتی ہیں، یا پھر جامعہ اسلامیہ اسلام آباد کے کلیۃ الدعوۃ و اصول الدین کے نصاب میں قراءت کا بھی ایک مضمون شامل ہے، جو قراء کے تراجم اور انکے بنیادی اصول و ضوابط تک ہی منحصر ہے یعنی "لا یسمن والا یغنی من جوع" والی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہانی ہے، اسے فن قراءات کی خدمت نہیں کہا جا سکتا۔

اس پر سنجیدگی سے صحیح طور پر اگر کہیں کام ہو رہا ہے تو وہ مصر میں جامعہ ازھر کے کلیۃ الدعوۃ واصول الدین کے ماتحت "قسم القراء ت" میں ہو رہا ہے، یا پھر سعودی عرب کے بعض جامعات جیسے جامعہ اسلامیۃ، جامعۃ ام القری، جامعۃ الامام وغیرہ میں ہو رہا ہے۔ ان میں سر فہرست مدینہ منورہ کا جامعہ اسلامیہ ہی ہے جس نے اس فن کی خدمت کے لئے ایک مستقل کلیۃ "کلیۃ القرآن الکریم والدراسات الاسلامیۃ" کی بنیاد رکھی۔

آخر میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ یہ قراءتیں کوئی نظریاتی اور خیالی چیز نہیں کہ جسکا حقیقت سے کوئی تعلق نہ ہو اور جو صرف کتابوں تک محدود ہوں بلکہ چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود آج بھی دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں میں یہ قراءتیں پائی جاتی ہیں۔

ہم اگر صرف حفص عن عاصم کی روایت میں پڑھتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی اور قراءت کا دنیا میں وجود ہی نہیں، ایسا نہیں بلکہ اہل مغرب چاہے انکا تعلق مغربی افریقہ سے ہو جیسے مالی، غانا، نائیجیریا وغیرہ، یا انکا تعلق مغربی افریقہ کی عرب پٹی سے ہو جیسے الجزائر، تیونس، مراکش وغیرہ، ان ممالک میں قالون عن نافع یا ورش عن نافع کی روایت پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے۔

جبکہ وسط افریقہ والے دوری عن ابی عمرو کی روایت پڑھتے ہیں، اور ایشیا میں حفص عن عاصم کی روایت مروج ہے۔

اسکی مثال بالکل مختلف فقہی مسالک ومذاہب کی طرح ہے کہ کہیں فقہ حنفی رائج ہے اور کہیں کوئی اور فقہ، اور جسطرح لوگ سارے فقہی مذاہب پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اسی طرح ہمیں بھی چاہئے کہ ساری قراءتیں پڑھیں اور پڑھائیں اور "خیرکم من تعلیم القرآن وعلمہ" کا مصداق بنیں۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنی نادانی اور جہالت کی وجہ سے کسی صحیح اور متواتر قراءت کا انکار کر بیٹھیں (کیوں کہ کتب تفاسیر ان قراءتوں سے بھری پڑی ہیں) اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیں کیوں کہ کسی بھی متواتر قراءت کا انکار قرآن کریم کا انکار ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور قرآن کریم کے منکر کا حکم سب پر واضح ہے، اور جہالت بہر حال کوئی عذر نہیں جسکا سہارا لیا جائے، للذا ہمیں فن قراءت کی طرف بھرپور توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

وماعلینا الاالبلاغ

حسبی اللہ علیہ توکلت وھورب العرش العظیم

ضروری وضاحت

(حضرت استاذ القرآء مولانا قاری رحیم بخش پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں اس بات کا اہتمام رہا کہ وہ قراءت سبعۃ عشرہ کے لئے دو سالہ کورس کراتے تھے جس کی یہ خصوصیت تھی کہ ان کے شاگرد تمام قراء توں کو اسی طرح پڑھنے پر عبور رکھتے تھے جس طرح عام حفاظ روایت حفص کے پڑھنے پر عبور رکھتے ہیں اور یہ طریقہ تدریس ان کے شاگردوں میں تاہنوز جاری ہے اور اس اعتبار سے امتیازی حیثیت کا حامل ہے کہ ان کے فضلاء سے کسی بھی وقت کسی بھی روایت میں قرآن کریم کی جتنی مقدار آپ چاہیں سن سکتے ہیں اور شاید قراءات کے پڑھنے میں اتنا عبور اور ایسی مہارت دنیا کی کسی بھی جامعہ کے فضلاء میں نہ ہو۔

تاہم یہ حضرات قراءات کو صرف یاد کرتے اور رٹا لگاتے ہیں علمی اور تحقیقی انداز میں قراءات کو نہیں پڑھتے ڈاکٹر مسعود صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ پاکستان میں علم قرآت کی تعلیم نہیں ہو رہی تو اس نفی سے ان کی مراد علمی اور تحقیقی انداز سے علم قراءات کی خدمت کی نفی ہے۔

(ادارہ)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن نمبر اہلِ علم کی نظر میں

(ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

(۱) زیر تبصرہ کتاب ماہنامہ الاشرف کراچی قرآن نمبر کی تیسری جلد ہے۔ یہ حصہ بھی دوسری جلد کی طرح تلاوت کے موضوع پر ہے۔ مضامین کے تنوع موضوع کے احتواء اور صوری و معنوی حسن کے اعتبار سے یہ نمبر بلاشبہ ایک تحقیقی علمی اور تاریخی ودستاویز ہے جسکی ترغیب وتدوین میں مدیر مسئول محترم مولانا محمد اسلم شیخوپوری مدظلہ کے حسن ذوق اور شستہ معیار انتخاب کا بڑا دخل ہے ویسے تو فہرست پر نظر ڈالنے سے اس نمبر کی اہمیت و عظمت اور مضامین کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ مگر بادی النظر میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کا قرآن مجید کے ساتھ عشق حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب کا حقوق القرآن اور علامہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ کا افضل حصہ قرآن کی تلاوت جیسے مضامین انتہائی اہم ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالی اس عظیم اور ضخیم نمبر کو عامۃ المسلمین کے لئے نافع بنادے۔ اور ارباب ادارہ کو مزید توفیق ارزانی فرمائے۔ تاکہ وہ وقتاً فوقتاً مختلف اہم موضوعات پر ایسے شمارے منصہ وجود پر لائیں۔ (ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک دسمبر ۱۹۹۹ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اختلاف قراءآتِ قرآنیہ اور مستشرقین

(آرتھر جیفری کا خصوصی مطالعہ)

"آرتھر جیفری ایک آسٹریلوی نژاد امریکی مستشرق ہے، اس نے قرآن حکیم کے دیگر مختلف پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اس کی مختلف قراآتوں پر بھی کام کیا ہے۔
جیفری نے مصحف عثمانی میں موجود قرأت سے کسی ایک مقام پر یا چند مقامات پر اختلاف کی بناء پر دوسرے صحابہ کو مقابلِ قرآن کا حامل بنادیا۔
زیر نظر مضمون میں اس باطل سوچ کی علمی اور تحقیقی تردید کی گئی ہے۔

تحریر
پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری
(ترجمہ علی اصغر سلیمی)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آرتھر جیفری ایک آسٹریلوی نژاد امریکی مستشرق ہے۔اس نے قرآن حکیم کے دیگر مختلف پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اس کی مختلف قرأتوں پر بھی قابل ذکر کام کیا ہے۔ قرآن حکیم کی مختلف قراء توں کے اسی موضوع پر مضمون ھذا میں بحث کی جائے گی آرتھر جیفری کے علمی کاموں میں نمایاں ترین کام Materials For the History of the Text of the Quran ہے جو ای جے برل (E.J.Brill) نے لیڈن سے ۱۹۳۷ء میں جاری کیا۔ یہ ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد سلیمان الجستانی متوفی ۳۱۶ھ کی "کتاب المصاحف" کے ساتھ پیش کیا گیا۔ جس کو آرتھر جیفری نے مدون کیا۔ اس نے قرآن حکیم کی تدوین اور اس کے مختلف قراء توں کے مضامین پر مشتمل دو مزید مسودات بعنوان مقدمتان فی علوم القرآن بھی مدون کئے۔ ان میں سے ایک کتاب المبانی کا مقدمہ جس کے مصنف کا علم نہیں ہے۔ کیونکہ مقدمہ کا پہلا صفحہ غائب ہے۔

البتہ مسودہ کے دوسرے صفحہ پر مصنف کا یہ نوٹ موجود ہے کہ اس نے اس کتاب کو ۴۲۵ھ میں لکھنا شروع کیا۔ اور اس کا نام **کتاب المبانی فی نظم المعانی** رکھا۔ دوسرا مسودہ ابن عطیہ متوفی ۵۴۳ھ / ۱۱۴۷ء کا ہے یہ مقدمہ دراصل ابن عطیہ نے اپنی تفسیر الجامع المحرر کے مقدمہ کے طور پر تحریر کیا تھا۔ نولڈ یکے (Noeldeke) اور اسکے شاگرد شوالی (Schwally) دونوں نے بھی انہی دو مقدموں کو علوم قرآن سے متعلق اپنی تحقیقی نگارشات کی بنیاد بنایا ہے۔(۱)۔ ان دو مقدموں کی زبان، اسلوب بیان اور اسناد سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے مصنفین کا تعلق مسلم اسپین سے تھا۔ جیفری نے علوم قرآن کے بارے میں دیگر متعدد مضامین بھی تحریر کیئے جو دی مسلم ورلڈ (The Muslim

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

world) سمیت دیگر رسائل میں شائع ہوتے رہے۔ قاہرہ میں امریکن ریسرچ سینٹر کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے، کولمبیا یونیورسٹی میں سامی زبانوں کے پروفیسر کے طور پر (Union Theological Semenery) میں بطور جزوقتی استاد آرتھر جیفری نے بائبل کی تعلیمات پر گرانقدر کام کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم کے بارے میں بھی تحقیقی کام جاری رکھا(۲) چنانچہ اختلاف قراء آت قرانیہ کے موضوع کے ساتھ ساتھ اس نے قرآن حکیم کے دیگر پہلوؤں مثلاً قرآن میں استعمال ہونے والے غیر عربی الفاظ (Foreign Vocabulary of the Quran) تدوین قرآن اور قرآن کے یہودی و عیسائی ماخذ جیسے موضوعات پر بھی خامہ فرسائی کی۔ اس نے چند منتخب قرآنی سورتوں کے تراجم بھی کئے جس میں اس نے ان سورتوں کی ترتیب نو کو متعارف کرایا تاکہ وہ "بزعم خود" حضرت محمد ﷺ کی فکر میں ارتقاء کو ثابت کر سکے(۳)

دراصل آرتھر جیفری مستشرقین کے اس طبقہ ثانی سے تعلق رکھتا ہے جنہوں نے نو آبادیاتی دور کے بعد زبان وبیان کے اسرار و رموز اور لسانیاتی مباحث کو اپنا موضوع تحقیق بنایا اور انہیں اپنے پیش رو مستشرقین کی طرح افریقہ اور ایشاء کے مسلم علاقوں میں نو آبادیاتی آقاؤں کے مشیر بننے کا موقع نہ مل سکا۔ اب ایک جست اور آگے لگاتے ہوئے دور جدید کے مستشرقین مثلاً برنارڈ لومیس Bernard Lemis اور جان۔ او۔ وال(John. O.Voll) علاقائی اور اسلامی ثقافت کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہوگئے ہیں(۴) قران حکیم کو مطالعہ کا میدان بناتے ہوئے جیفری کو اچھی طرح معلوم تھا کہ مسلمانوں کے نزدیک قران حکیم کا حقیقی مقام ومرتبہ کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"عیسائیت بائبل کے بغیر زندہ رہ سکتی ہے۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلام قرآن کے بغیر قطعی طور پر زندہ نہیں رہ سکتا۔(۵) غالباً اسلامی نظام حیات کیلئے قرآن حکیم کی اسی اہمیت نے جیفری کو اپنی زندگی اس کے مطالعہ و تحقیق میں کھپانے پر آمادہ کیا۔ یہ ثابت کرنے کیلئے کہ "قرآن نبی ﷺ کی تصنیف ہے اور اس کے حرف آغاز سے حرف آخر تک قرآن پر محمد ﷺ کی مہر صاف طور پر جھلکتی ہے" (۶) جیفری نے منتخب قرآنی سورتوں کا خود ساختہ نئی ترتیب نزولی کے مطابق ترجمہ کیا اور اس نے تقریباً ۶۰۰۰ چھ ہزار ایسے مقامات کی نشاندہی کی جو کہ مصحف عثمانی سے مختلف تھے۔ اس نے قراءات کے یہ سارے اختلاف تفسیر، لغت، ادب اور قراءت کی کتابوں میں سے جمع کئے۔ اس کام کے لئے ابن ابو داؤد کی کتاب "کتاب المصاحف" اس کا بنیادی ماخذ رہی۔

جیفری ایڈن برگ کے بل (Bell) اور یل (Yale) کے ٹوری (Tor-ry) کے آزادانہ مطالعہ و تحقیق کا بڑا مداح اور مؤید ہے اور وہ ان دونوں کے انتقاد اعلیٰ (Higher Criticism) کے اصولوں کا قرآن پر اطلاق اور ان کے اس نتیجے پر پہنچنے پر بھی رطب اللسان ہے کہ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم تحریری مواد جمع کرتے رہے۔ اس کی چھان پھٹک کرتے رہے۔ اور اسے ایک مرتبہ کتاب کی شکل دینے کے لئے اس پر نظر ثانی کرتے رہے تاکہ وہ اسے اپنی کتاب کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کر سکیں (مگر) پیغمبر ﷺ اس کتاب کو مرتب اور مکمل شکل میں پیش کرنے سے قبل ہی وفات پا گئے" (۷) یل اور ٹوری کی پیروی میں جیفری بزعم خود ان کے انتقاد اعلیٰ کے اصولوں کا بنصوص قرآن پر اطلاق، کا دعوی کرتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی نامزد کمیٹی نے سرکاری نسخہ میں قرآن کے نام سے جو مواد جمع کیا وہ یقیناً محمد ﷺ سے درست طور پر منسوب ہے ماسوائے چند آیات کے جن کی اسناد مشکوک ہیں۔ تاہم کمیٹی نے ایک بہت بڑا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مواد جو اس وقت کے اہم علمی مراکز میں پائے جانے والے نسخہ جات میں موجود تھا، کو نظر انداز کر دیا اور ایسا بہت سارا مواد قرآن میں شامل کر دیا اگر محمد ﷺ کو کتاب کے حتمی شکل دینے کا موقع ملتا تو وہ اس مواد کو شامل نہ کرتے (۸) یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں کہ جیفری مصحف عثمانی میں جس مواد کے شامل کئے یا نہ کئے جانے کا خیال بڑی معصومیت کے ساتھ پیش کرتا ہے اس کی کوئی ایک مثال بھی صحیح اسناد کے ساتھ پیش نہیں کر سکا۔ اختلاف قراء آت پر مبنی روایات کا جو ذخیرہ اس نے (Materials) میں پیش کیا ہے ان روایات کی اسناد خود جیفری کے اعتراف کے مطابق مکمل ہیں اور نہ مستند (۹) جیفری قران حکیم کو نبی اکرم ﷺ کا کلام ثابت کرتے ہوئے قرآن کے پیرایہ اظہار کو غیر واضح اور غیر ﷺ کے پاس بنیادی مصاحف کا موجود ہونا کتاب المصاحف (۱۴) اور دیگر ماخذوں (۱۵) میں نقل کیا گیا ہے۔ کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس قران حکیم کا اپنا نسخہ تھا حتی کہ مصحف عثمانی کے نافذ و رائج ہونے تک یہ صورت حال برقرار رہی لیکن ان نسخہ جات میں سے کوئی نسخہ اب صفحہ ہستی پر موجود نہیں ہے۔ اس امر کا اعتراف کرتے ہوئے جیفری لکھتا ہے "ان نسخہ جات میں سے کوئی مناسب مواد باقی نہیں بچا جس کو پا کر ہم ان میں سے کسی نسخے کے متن کی صحیح شکل دیکھنے کے قابل بن سکتے" (۱۶)

اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے باوجود جیفری نے بعض نسخہ جات کو بنیادی قرار دے کر ان میں سے بعض کو ثانوی نسخہ جات کے ماخوذ ہونے پر بڑی محنت کی اور ثابت کرنے کی کوشش کی کہ کن ثانوی نسخہ جات کے ڈانڈے کس بنیادی نسخہ سے ملتے ہیں اور کون سا نسخہ کس سے ماخوذ ہے۔ (۱۷)

جیفری اپنی مصحف عثمانی سے قبل کی قراء توں کی جستجو کے سفر میں ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شنبوذ متوفی ۳۲۸ھ اور ابن مقسم متوفی ۳۶۲ھ کا بڑا مداح نظر آتا ہے جنہیں مصحف عثمانی کے نفاذ سے قبل کی غیر قانونی قرار دی جانے والی قراءتوں کو اختیار کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔(۱۸)

جیفری ابن مجاہد متوفی ۳۲۴ھ کا بڑا ناقد ہے کیونکہ اس نے قرآن حکیم کی سات قراتیں ترتیب دیں (۱۹) اور جو اس رائے کا حامل تھا کہ جائز اور صحیح صرف یہی قراءتیں ہیں اور یہ کہ مصحف عثمانی کی تلاوت کے جائز اور صحیح طریق یہی ہیں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ بعد کے ماہرین قراءت میں سے بعض نے تلاوت قران حکیم کے تین مزید اور بعض نے سات مزید طریقے متعارف کرائے جو کہ ابن مجاہد کی سات قراءتوں پر اضافہ تھے۔ قراءات قرآنیہ کے یہ تمام طرق مصحف عثمانی کی املاء کی بنیاد پر استوار کئے گئے اور اس ضمن میں قراء کی دلچسپی کا مرکز و محور صرف یہ تھا کہ تلاوت قرآن کے وقت رسم الخط اور وقف کے سوالات کو کس طرح حل کیا جاسکتا ہے اور اس ضمن کی الجھنوں کو کس طرح محدود کیا جاسکتا ہے۔

جیفری مصحف عثمانی کی شاذ کتابت کی منفرد خصوصیات پر بحث کرتے ہوئے انہیں ایسی غلطیاں قرار دیتا ہے جو کہ مصحف عثمانی میں اب تک موجود ہیں۔ وہ الدانی متوفی ۴۴۴ھ کو ہدف تنقید بناتا ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی کتاب المقنع، جو کہ کاتبین قرآن کیلئے کتابت کے بارے میں ہدایات پر مبنی ہے، میں الفاظ قرآن کو اسی طرح لکھنے پر زور دیا ہے جس طرح کہ وہ مصحف عثمانی میں پہلے سے لکھے چلے آرہے تھے۔ مثلاً الدانی کا اصرار ہے کہ ۱:۱۹ میں رحمت کو پوری "ت" کے ساتھ لکھا جائے۔ ۳۶:۱۸ میں "لکنا" کو "لکن" کی بجائے پورے "الف" کے ساتھ لکھا جائے، ۹۵:۲۰ میں "یبنوم" نہ کہ "یاابن ام" ۴:۱۸ میں "مال

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ھذا" لکھا جائے نہ کہ "مالھذا" اور ۱۳۰: ۷ ۳ میں "ال یاسین" لکھا جائے نہ الیاسین"۔(۲۰) اس سوال کی تفصیل میں جائے بغیر کہ مصحف عثمانی کی ترتیب توفی (اللہ کی طرف سے) ہے یا نہیں اس امر کا تزکرہ نہایت ضروری ہے کہ مصحف عثمانی کے رسم الخط کی صحت پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے (۲۱) اس امر کی نشاندہی بھی ضروری ہے کہ مصحف عثمانی کی شاذ کتابت اکثر جگہوں پر غیر قریشی لہجوں پر مبنی ہے مثلا ہوطے چھوٹی "ۃ" کی جائے پوری "ت" لکھتے ہیں (۲۲) کتابت میں اختلاف کی بحث کو ہم یہ کہہ کر ختم کر سکتے ہیں کہ مصحف میں معیاری کتابت ہے مگر اس بارے میں وہ اپنے دعوی کی صداقت کے لئے کوئی ثبوت پیش نہیں کرتا۔(۱۰)

جیفری نے کئی سالوں تک قرآن حکیم کی متعدد قراء توں کے بارے میں مواد اکٹھا کیا۔ پھر قرآن حکیم کا تنقیدی نسخہ تیار کرنے کے لئے ۱۹۲۶ء میں پروفیسر برجسٹراسر (Bergstrasser) جس نے میونخ میں قرآن محل (Qu-ranic Archive) بنایا ہوا تھا، کے ساتھ اشتراک کیا۔ برجسٹراسر ۱۹۳۳ء میں راہی ملک عدم ہوا تو جیفر نے قرآن محل کے نئے ڈائریکٹر اور پروفیسر برجسٹراسر کے جانشین ڈاکٹر اوٹو پریٹنل (Oto Pretzl) کے ساتھ اشتراک عمل جاری رکھا "بدقسمتی" سے پریٹنل دوسری جنگ عظیم کے دوران سباسٹوپل (Sebastopal) کے باہر ہلاک ہو گیا۔ اور اتحادی فوجوں کی بمباری سے سارا قرآن محل جل کر خاکستر ہو گیا اور عمارت بھی تباہ و برباد ہو گئی۔ اسی طرح قران حکیم کے تنقیدی ایڈیشن کو روبعمل لانے کا عظیم منصوبہ شرمندہ تکمیل نہ ہو سکا۔ اس ناکامی پر جیفری اپنی تکلیف اور ذھنی اذیت ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اب یہ امر تقریباً ناممکن ہے کہ ہماری نسل قرآنی متن کا حقیقی تنقیدی نسخہ دیکھ سکے۔ (۱۱) دراصل جیفری قرآن کے تنقیدی نسخے کو اس طرح مرتب کرنا چاہتا تھا کہ ایک صفحے پر کوفی خط میں متن قرآن ہو اس کے سامنے دوسرے صفحے پر تصحیح و تنقیح شدہ حفص روایت ہو اور حواشی (Footnotes) میں قرآن حکیم کی تمام معلوم مختلف قرائتوں کو بیان کر دیا جائے (۱۲) جیفری اپنی اس خواہش کے مطابق مکمل قرآنی نسخہ لانے میں تو کامیاب نہ ہو سکا مگر مصحف عثمانی کے مقابل (۱۳) (Rival) دیگر نسخہ جات کو ڈھونڈ نکالنے میں اس نے بڑی عرق ریزی سے کام لیا۔ اور اسلامی علوم کے ورثہ میں سے مختلف قراءتوں کی بناء پر ۱۵ "بنیادی" اور ۱۳ ثانوی نسخہ جات" کو پیش کرنے کی کوشش کی۔ اسنے ۱۵ "بنیادی" نسخہ جات کو حضرات عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن عباس، ابو موسیٰ اشعری، انس بن مالک، حفصہ، عمر بن خطاب، زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، ابن عمر، عائشہ، سالم، ام سلمہ، عبید بن عمیر رضوان اللہ علیہم کی جانب منسوب کیا۔ اور بعض ثانوی نسخہ جات کو بھی چند تابعین کی جانب منسوب کیا۔ جن میں سے کچھ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں ابو الاسود، علقمہ، سعید بن جبیر، طلحہ، عکرمہ، مجاہد، عطا بن ابی رباح، الاعمش، جعفر صادق، صالح بن کیسان اور الحارث بن صویب رحمہم اللہ ان کے ساتھ ساتھ جیفری نے مختلف قراءتوں پر مشتمل دیگر نسخہ جات کا ذکر بھی کیا ہے۔ مگر انکے حاملین کے نام کا ذکر نہیں کیا، یہاں یہ حقیقت یاد رکھنے کے لائق ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین میں سے جس کے نام سے بھی جیفری نے کوئی نسخہ منسوب کیا ہے ان میں سے کسی کے پاس بھی وہ نسخہ تحریری شکل میں موجود نہ تھا اور نہ ہی ان میں سے کوئی اس نسخے کو قرآن حکیم کے مقابلے میں اپنے پاس رکھنے کا دعویدار تھا۔ مگر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جیفری نے مصحف عثمانی میں موجود قراءت سے کسی ایک مقام پر یا چند مقامات پر اختلاف کی بناء پر مندرجہ بالا اصحاب کو مقابل قرآن کا حامل بنادیا۔ قطع نظر اس کے کہ اختلاف کرنے والے کو مصحف عثمانی کے نافذ و رائج ہو جانے کے بعد اپنی قراءت پر اصرار رہا یا اس نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔ یہاں اس امر کا تذکرہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ متذکرہ بالا طبقہ اولی میں سے بعض اصحاب رسول صلوۃ اور زکوۃ میں "و" کا اضافہ یا اس جیسے دیگر معمولی رد و بدل پر اس قدر زور نہیں دینا چاہئے اور نہ ہی اس بارے میں غیر معمولی مبالغے سے کام لینا چاہئے۔ مصحف عثمانی کے رسم الخط کے بارے میں جملہ اعتراضات جو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں، کا اسی قدر جواب بھی ہے۔ کہ مصحف عثمانی کے امتیازات جنہیں جیفری اور دیگر مستشرقین املاء کی غلطیاں گردانتے ہیں مسلمانوں نے گذشتہ صدیوں کے سفر مین محض اس لئے بحال رکھے کہ املاء کی درستگی کے نام پر کہیں تحریف کا دروازہ نہ کھل جائے۔

www.kitabosunnat.com

جیفری کے اختلاف قراء آت قرآنیہ کے نظریئے کا تنقیدی تجزیہ کرنے کے لئے مناسب ہے کہ کسی ایک سورۃ کو مطالعے کے لئے منتخب کر لیا جائے۔ چنانچہ اس مقصد کیلئے ہم قرآن حکیم کی سب سے پہلی سورۃ کا انتخاب کرتے ہیں جیفری کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سورۃ الفاتحہ میں درج ذیل الفاظ کی بجائے ان کے سامنے دیئے گئے الفاظ تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

مالك کی بجائے ملك اهدنا کی بجائے ارشدنا ، اياك کی بجائے اياك، الذين کی بجائے من اور غیر کی بجائے غیر (۲۳)

حضرت ابی ابن کعب کا اس طرح پڑھنا روایت کیا گیا ہے۔

مالك کی بجائے ملك یا مليك، اياك کی بجائے اياك، اهدنا کی بجائے ثبتنا اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دلنا(۲۳-الف)

صراط المستقیم کی بجائے صراط مستقیم، الذین کی بجائے الذین اور لا کی بجائے غیر (۲۴)

حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ سے اس طرح تلاوت کرنا منقول ہے۔

مالك کی بجائے ملك یوم یا ملك، اهدنا کی بجائے (ثبتنا) اور لا کی بجائے غیر (۲۵)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس طرح تلاوت کرنا منقول ہے۔

صراط کی بجائے سراط (۲۶) ان کا صراط کو س سے پڑھنا پورے قرآن کو محیط تھا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس طرح تلاوت کرنا منقول ہے۔

مالك کی بجائے ملك اور الذین کی بجائے من اور ولا الضالین کی بجائے وغیر الضالین (۲۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح تلاوت کرنا منقول ہے۔

مالك کی بجائے ملك (۲۸)

سورہ الفاتحہ کی قراءت کا اختلاف جس طرح ابتدائی نسخوں میں مذکور ہے اس طرح انکی پیروی میں ثانوی نسخہ جات جن کا ذکر اسی مضمون میں قبل ازیں کیا جا چکا ہے، میں بھی موجود ہے۔

الی ربیع بن خثیم جو عام طور پر اختلاف قراءآت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی پیروی کرتے ہیں ان سے سورۃ الفاتحہ اور باقی پورے قرآن مجید میں بھی الصراط کو الزراط پڑھنا روایت کیا گیا ہے (۲۹) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہی کے ایک اور رودکار الاعمش سے بھی پورے قرآن حکیم میں الصراط کی بجائے الزراط

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پڑھنا مذکور ہے (۳۰) سورۃ الفاتحہ کی جن مختلف قراء توں کا ذکر جیفری نے اپنی کتاب (Meterials) میں کیا ہے کتب قراءت میں ان کے علاوہ بھی متعدد قراء آت کا ذکر موجود ہے۔ مثلاً ابو محمد مکی بن ابو طالب القیسی متوفی ۴۳۷ھ سورۃ الفاتحہ کی مذکورہ متعدد قراء توں کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام سے کچھ اور قرائتیں بھی منسوب کرتا ہے وہ لکھتا ہے۔

حضرت ابو ھریرۃؓ مالک کی بجائے ملیک (۳۱) تلاوت فرمایا کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرح صراط الذین انعمت کی بجائے صراط من انعمت (۳۲) تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ابو محمد مکی مزید لکھتا ہے کہ یحیٰی بن وثاب جو کہ ایک تابعی ہیں نستعین کی بجائے نِستعین (ت پر زبر کی بجائے زیر) پڑھتے تھے اور ابو سوار الغنوی جو کہ عرب کے فصیح اللسان اور جادو بیان خطیبوں میں سے ایک ہے۔ایاك نعبد و ایاك کو ھیاك نعبد و ھیاك پڑھا کرتے تھے (۳۳) ابن خالویہ متوفی ۳۷۶ھ الاسمعی کی سند کے ساتھ نقل کرتا ہے کہ ابو عمر و الصراط کو الزراط پڑھا کرتے تھے (۳۴)

جیفری نے اپنے مضمون "سورۃ الفاتحہ کی مختلف نص" جو کہ دی مسلم ورلڈ کی جلد ۲۹ میں ۱۹۳۹ء کو شائع ہوا میں سورۃ الفاتحہ کی مزید قراء توں کی بھی نشاندہی کی ہے۔اس مضمون میں جیفری سورۃ الفاتحہ کی اس خصوصیت کے پیش نظر کہ وہ قرآنی تعلیمات کی جامع اور اسلام کے نظریہ توحید کو نہایت وضاحت کے ساتھ پیش کرتی ہے، اسے خداوند (حضرت عیسیٰ) کی دعا (Lord,s Prayer) کے مماثل قرار دینے کی کوشش کرتے ہوئے رقمطراز ہے۔

"جب ہم سورۃ الفاتحہ کے مشتملات کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ سورۃ الفاتحہ قرآن حکیم کے دیگر حصوں سے لئے گئے مضامین و تعلیمات کی جامعیت کا منظر پیش کرتی ہے یہ عین ممکن ہے کہ اسے دعا کے طور پر نبی اکرم ﷺ نے خود بنایا ہو مگر اس کا استعمال اور اس کی موجودہ قرآن میں حیثیت قرآن کے مدون کرنے والوں کی مرہون منت ہے جنھوں نے تدوین قرآن کے وقت اسے قرآن کے آغاز میں لکھ دیا۔(۳۵)

اس مضمون میں جیفری نے سورۃ الفاتحہ کے دوسرے متن کو بعض شیعہ روایت کے حوالے سے بیان کیا ہے جو کہ تذکرۃ الائمہ مولفہ باقر مجلسی (مطبوعہ تہران ۱۳۳۱ھ صفحہ ۱۸) میں موجود ہے۔ واضح رہے کہ علامہ مجلسی کا بیان کردہ سورۃ الفاتحہ کا یہ مختلف متن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منسوب نہیں کیا گیا ہے۔ متن درج ذیل ہے۔

نحمد الله رب العالمين، الرحمٰن الرحيم، ملاك يوم الدين، هياك نعبود وّياك نستعين، ترشد سبيل المستقيم، سبيل الذين انعمت عليهم سوى الغضوب عليهم ولا الضالين(۳۶)

پھر جیفری سورۃ الفاتحہ کا ایک اور غیر مصدقہ متن جو کہ مصحف عثمانی سے مختلف اور متعدد قراء توں پر مشتمل ہے، بڑے ہی عامیانہ اور سحافیانہ رنگ میں متعارف کراتا ہے۔ اس نئے متن کی روایت متصل نہیں ہے۔ مزید بر آں مسودہ جسمیں سورۃ الفاتحہ کا یہ متن مذکور ہے، کی تاریخ اشاعت اور اس کے ناسخ کا تعین بھی ممکن نہیں ہے۔ جیفری خود لکھتا ہے۔

پچھلے موسم گرما میں قاہرہ میں مجھے اس طرح کا اختلافی متن ملا۔ یہ فقہ کے ایک چھوٹے سے رسالے میں درج ہے۔ بد قسمتی سے اس رسالہ کے شروع کے صفحات غائب ہیں۔ جس کی بنا پر ہم اس رسالہ کے مصنف کا نام نہیں جان سکتے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ شافعی فقہ کی قطعی غیر اہم تلخیص پر مبنی تحریر ہے۔ تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ایک سو پچاس سال یا اس سے کچھ قبل کا شکستہ خط میں لکھا ہوا مسودہ ہے۔ اور اس میں قراۃ شاذۃ الفاتحہ کے زیر عنوان سورۃ الفاتحہ کی دوسری قراءت اندرونی صفحہ پر درج کی گئی ہے۔ مسودہ کسی شخص کی ذاتی ملکیت ہے۔ اگرچہ مسودے کا مالک مجھے اس عبارت کی نقل مہیا کرنے پر رضا مند تھا۔ اور اس امر کی اجازت دینے پر بھی معترض نہ تھا کہ اگر یہ میرے کام کے لئے مناسب ہو تو میں اس کو استعمال کر لوں۔ مگر وہ اپنا نام ظاہر کرنے پر تیار نہ تھا کہ مبادا اس کے دقیانوسی ہمسایوں کو اس بات کا علم ہو جائے کہ اس نے اپنی مقدس کتاب کی قبل از جمع و تدوین نسخے کی ابتدائی سورۃ کی تحریر ایک غیر مسلم کو فراہم کر دی ہے"

اس قراءت کا متن اس متن سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا ہے جو کہ پہلے نقل کیا جا چکا ہے ملاحظہ فرمائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدلله سيد العالمين الرزاق الرحيم، ملاك يوم الدين، اناالك نعبدو انا لك نستعين، ارشدنا سبيل المستقيم، سبيل الذين مننت عليهم سوى المغضوب عليهم ولا الضالين (۳۷)

وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ متن کے نیچے اس کی اسناد اس طرح درج ہے۔

"رواية ابى الفتح الجبائى عن شيخه السوسى عن النهر وانى عن ابى العاداتى الميدانى عن المر زبانى عن الخليل بن احمد۔

اس روایت کو بیان کرنے کے بعد آخر میں اپنی رائے پیش کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"اس بات کا قوی امکان ہے کہ دور اولین میں تلاوت کی جانے والی سورۃ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الفاتحہ کی دیگر پرانی قراء آت کے ساتھ ساتھ خلیل کو اس قراءت تک بھی رسائی حاصل ہو۔اس قراءت کی سند کے بارے میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ الخلیل سے لے کر الجبائی تک تو اس کی سند ملتی ہے۔اس کے علاوہ اس کی سند کا کچھ پتہ نہیں چلتا البتہ اس بات کا قوی امکان ہے کہ یہ خلیل سے نقل ہونے والے متن سے بہت متاخر ہو (۳۸)

قرآن حکیم کی ابتدائی سورۃ کی مذکورہ بالا مختلف قراءتوں کے تجزیہ سے قبل ضروری ہے کہ اس سوال کا جائزہ لیا جائے کہ قرآن حکیم کی متعدد قراءتوں کے وجود میں آنے کے اسباب کیا تھے ؟ یہ وہ موضوع ہے جس کے متعلق کتاب المصاحف، مقدمتان اور اختلاف قرات قرآنیہ کے موضوع پر دیگر کتب میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے یہی کتب موضوع زیر بحث پر جیفری کی معلومات کیلئے بھی بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ حضرت محمد ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ قرآن مجھ پر سات حرفوں میں نازل کیا گیا۔ سات حروف سے مراد سات لہجے تلاوت قرآن کے سات مختلف طرق ہیں (۳۹) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ : جبریل علیہ السلام نے پہلے مجھے قرآن مجید ایک حرف پر پڑھوایا۔ پھر میں نے باربار ان سے اصرار کیا اور یہ مطالبہ کرتا گیا کہ قرآن مجید دوسرے حروف پر بھی پڑھنے کی اجازت دی جائے وہ یہ اجازت دیتے گئے یہاں تک کہ سات حرفوں تک پہنچ گئے (۴۰) تلاوت قرآن حکیم میں سہولت پیدا کرنے کے لئے نبی اکرم ﷺ کا مختلف بوڑھے، امی اور بدوی عرب قبائل کو ان کے اپنے لہجے میں تلاوت کی اجازت دینا ہی دراصل قرآن حکیم کی قراءت میں گوناگوں اختلاف کا باعث بن گیا۔ اختلاف قراء آت قرآنیہ کے موضوع پر کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو اپنے اپنے قبیلے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے لہجے میں تلاوت قرآن کی جو اجازت پیغمبر اسلام نے دی تھی اس سے انہوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ صحابہ کرامؓ نے مختلف طرق پر تلاوت قرآن کریم اس وقت تک جاری رکھی جب تک حضرت عثمان نے قران حکیم کی ایک قراءت کو سرکاری طور پر نافذ نہیں کر دیا۔ اور دیگر تمام قراءتوں اور لہجوں پر پابندی لگادی۔ حضرت عثمانؓ نے صرف وہی قراءت باقی رکھی جو خود نبی اکرم ﷺ کی قراءت تھی۔

روایت کیا گیا ہے کہ انس بن مالکؓ سورۃ الم نشرح کی آیات ۱، ۲ کو اس طرح، تلاوت کیا کرتے تھے۔: الم نشرح لك صدرك وحللنا عنك وزرك جب آپ کے اس طرح پڑھنے پر اعتراض کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ حللنا، حططنا اور وضعنا ایک ہی مفہوم کو ادا کرنے کے لئے پڑھنے کے مختلف لہجے ہیں (۴۱)

ابن سیرین کی سند سے روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے متعدد قراءتوں کے متعلق فرمایا کہ هلم، تعال اور اقبل ایک ہی مفہوم کے حامل الفاظ ہیں (۴۲)۔

روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ ایک فارسی نژاد مسلمان کو سورۃ نمبر ۴۴ کی آیت نمبر ۴۴، ان شجرة الزقوم طعام الاثيم" پڑھار ہے تھے مگر وہ شخص بار بار طعام اليتيم پڑھ رہا ہے تو حضور ﷺ نے اسے طعام الاثیم کی بجائے طعام الظالم پڑھنے کو کہا۔ جسے اس نے بڑی آسانی کے ساتھ پڑھ لیا (۴۳)

عربی زبان کی تاریخ میں جزیرہ نما عرب کے مختلف قبائل کے متعدد لہجوں کے میل ملاپ اور باہمی اختلاط سے عربی زبان پر پڑنے والے اثرات کا مطالعہ، ایک پیچیدہ مسئلہ رہا ہے۔ مسئلہ کی اس پیچیدگی کے باعث، نیز اس لئے بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ جیفری مغرب کا باشندہ تھا۔ اور عربی زبان میں مہارت نہ ہونے کی بنا پر اس کی باریکیوں سے آگاہی کی سہولت سے بہرہ ور نہ تھا وہ مصحف عثمانی کے نفاذ سے قبل مختلف نسخہ جات میں لہجوں کے اختلاف کی وسعت اور ان کے استعمالات کا ادراک نہ کر پایا۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس نے دیکھا کہ قرآن حکیم کی متعدد قرأتیں ہیں اور وہ سب کی سب کسی نہ کسی صحابی رسول ﷺ سے منسوب ہیں تو اس نے مصحف عثمانی کے مقابلے میں دیگر مسودات قرآنی کو سامنے لانے کا فیصلہ کر لیا۔

اختلاف قرأت قرآنیہ میں عربی زبان کے تلفظ اور اس کے مختلف لہجوں کے کردار اور وسعت کو سمجھنے کے لئے ہر لہجے کی تفصیلات میں گئے بغیر صرف اس مسلمہ حقیقت کی طرف اشارہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم مشترکہ عربی زبان اللغة العربیه المشترکه میں نازل ہوا۔ یہ مشترکہ عربی زبان وہ زبان ہے جو کہ پورے جزیرہ نما عرب میں سمجھی جاتی تھی۔ اور شاعر اور خطیب اس کو موثر ذریعہ ابلاغ کے طور پر استعمال کرتے تھی (۴۴) اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ مشترکہ عربی زبان جو کہ قرآنی تعلیمات کے اظہار کا ذریعہ بنی۔ پر قریشی لہجے کی گہری چھاپ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر یہی سمجھ لیا گیا کہ قرآن حکیم قریشی لہجے میں نازل ہوا ہے۔ (۴۵)۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ متوفی ۶۸ھ سے منسوب قرآن حکیم میں وارد مختلف لہجوں پر مشتمل ایک مختصر سی کتاب ابن حسنون کی روایت سے ہم تک پہنچی ہے۔ (۴۶) اس کتاب میں عرب قبائل کے مختلف لہجوں پر مشتمل الفاظ کی فہرست دی گئی ہے۔ اگرچہ بہت ممکن ہے کہ یہ فہرست بہت جامع نہ ہو مگر پھر بھی اس میں قرآن حکیم میں استعمال ہونے والے کم از کم ۲۶۵ الفاظ کے ماخذ کو متعین کیا گیا ہے جس کی تفصیل ذیل میں درج کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے۔

ان ۲۶۵ میں سے ۱۰۴ الفاظ قریش کے لہجے سے اخذ کیئے گئے ہیں ۴۵ الفاظ ہذیل سے ۳۶ الفاظ کنانہ سے، ۲۳ بنو حمیر سے، ۲۱ جرہم سے، ۱۳ بنو تمیم سے اور قیس سے ۶۰ امان، ازدشنوہ اور خثعم سے ۵ طے، مذحج، مدین اور غسان سے ۰۴ بنو حنیفہ، حضرت موت اور اشعر سے ۰۳ آغاز سے ۰۲ قضاعہ، سبا، یمامہ، مزینہ اور ثقیف سے ۰۱ ازد سے ۰۱ خزرج سے اور ۰۱ عمالقہ سدویں اور سعد العشیرہ سے (۴۷)

یہ بات بھی ذھن میں رہنی چاہئے کہ جب قرآن حکیم نے عرب کے مختلف لہجوں کا آمیزہ پیش کیا تب وہ ایسی کتاب ہدایت کی صورت میں سامنے آیا جو سب سے زیادہ فصیح، نا قابل تغیر، ایک ضابطہ حیات اور ہر ایک کی کتاب تھی۔ جو بھی اسلام سے وابستہ ہو تا خواہ وہ امی ہو تا یا بدوی یا غیر عرب سب کو اس کی تلاوت کا حکم تھا۔ حدیث سبع احرف اور دیگر روایات سے ثابت ہو تا ہے کہ قرآن حکیم کی تعلیم دیتے وقت پیغمبر علیہ السلام اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے (۴۸) کہ جن لوگوں کو قرآن حکیم کا پیغام پہنچایا جارہا ہو وہ ان کیلئے قابل فہم بھی ہو۔ اس صورت حال میں یہ بات نہایت فطری محسوس ہوتی ہے کہ جن سات حروف (لہجوں) میں قرآن نازل ہوا، مختلف افراد کو ان میں سے ہر ایک کے مناسب حال قراءت کرنے یا مترادف الفاظ (جو سبعہ احرف کے زیل میں آتے ہوں اور جن کی قرائتِ کی اجازت دی گئی تھی) استعمال کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ بطور خاص اسلامی تاریخ کے ابتدائی سالوں میں اس اجازت کی ضرورت اظہر من الشمس ہے۔

جہاں تک قبل از اسلام اور ابتدائی عہد اسلام تک عربی زبان کے مختلف

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لہجوں کی تقسیم اور اس کی بنا پر فہم زبان میں پیدا ہونے والی الجھنوں کا تعلق ہے تو وہ لغت کی کتابوں میں بار بار بیان کی جانے والی بنی کنانہ یا بنی کلاب کے ایک آدمی کی روایت سے اچھی طرح سمجھی جاسکتی ہے۔ وہ روایت یہ ہے کہ ایک آدمی یمن کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ذوجدن کے ہاں گیا۔ بادشاہ اس وقت محل کے بڑھے ہوئے چھجے پر بیٹھا ہوا تھا۔ بادشاہ نے اپنے ملنے والے کو یمنی لہجے میں "ثب" یعنی تشریف رکھئے کہا ملنے والے نے اس لفظ کو اپنے لہجے کے مطابق وثب یثب سے فعل امر ثب سمجھا جس کا معنی چھلانگ لگاؤ ہے۔ چنانچہ اپنے فہم کے مطابق بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں اس نے آگے بڑھے ہوئے بلند چھجے سے چھلانگ لگا دی اور اللہ کو پیارا ہو گیا (۴۹) ایک اور روایت میں ہے کہ ایک دن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی صحبت میں تھے کہ آپ کے دست مبارک سے چھری گر گئی۔ آپ نے فرمایا "نا ولنی السکین" حضرت ابو ہریرہؓ سمجھ نہ سکے۔ حضور ﷺ نے اپنی بات دھرائی۔ آخر کار حضرت ابو ھریرہ نے پوچھا، "آلمدیہ ترید" ؟ کیا آپ "مدیہ" طلب فرما رہے ہیں؟ یاد رہے کہ السکین حجازی لفظ ہے۔ جبکہ مدیہ ازدی (۵۰) حضرت ابو ہریرہؓ ازدی تھے۔ جو ایک حجازی لفظ کو نہ سمجھ سکے۔ مندرجہ بالا مثالوں سے واضح ہوا کہ مصحف عثمانی کے نفاذ سے قبل ہر عرب قرآن حکیم میں استعمال ہونے والے اپنے لہجے کے علاوہ دیگر الفاظ اور ان کے صحیح مفہوم کو سمجھنے کی پوری استعداد نہیں رکھتا تھا۔ خاص طور پر ان حالات میں جبکہ ہر ایک کو اپنے تلفظ اور لہجے کے مطابق قرآن پڑھنے کی اجازت بھی تھی۔

اختلافی نسخہ جات میں املاء کے اختلافات سے مصحف عثمانی میں درج نہ کئے جانے، مثلاً سورۃ الفاتحہ میں صراط س اور ز کی بجائے "ص" کے ساتھ لکھنایا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الفاظ کا اختلاف کہ ایک کی بجائے اسکے قریبی مفہوم رکھنے والا دوسرا لفظ جیسا کہ سورۃ نمبر ۹۴ میں حفظنا اور حللنا کی جگہ وضعنا کا استعمال، کے وجوہ و اسباب ابن جنی متوفی ۳۹۲ھ کے درج ذیل بیان کی روشنی میں اچھی طرح سمجھے جا سکتے ہیں۔

وکلما کثرت الفاظ علی المعنی الواحدکان ذالك اولی بان تکون لغات لجماعات۔

"جب ایک ہی مفہوم کو ادا کرنے کیلئے متعدد الفاظ موجود ہوں تو الفاظ کے تعدد کا اصل سبب یہی ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک لفظ کسی نہ کسی لسانی گروہ یا لسانیاتی ماحول کی نمائندگی کر رہا ہو۔" (۵۱)

وہ اصمعی کی سند سے لفظ "صقر" کو پڑھنے کے بارے میں دو اشخاص کے درمیان اختلاف کی دلچسپ کہانی بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان لفظ "صقر" کے پڑھنے پر جھگڑا ہو گیا۔ ایک اسے "ص" اور دوسرا "س" سے پڑھنے پر مصر تھا۔ ان دونوں نے کسی تیسرے سے پوچھنے کا فیصلہ کیا۔ تیسرے شخص نے ان دونوں سے اختلاف کرتے ہوئے اسے "ز" سے یعنی "زقر" پڑھا۔

دراصل وہ تینوں اپنے اپنے لہجوں کی نمائندگی کر رہے تھے (۵۲)

جیفری کا یہ دعوی کہ "ابی بن کعب" اور عبداللہ بن مسعودؓ کے مسودہ ہائے قرآنی میں سے مختلف قراءتوں کا جو بھاری ذخیرہ ہم تک پہنچا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دراصل وہ حقیقی متن کا اختلاف ہے نہ کہ مختلف لہجوں اور تلفظ کا معمولی اختلاف (۵۳) ظاہر کرتا ہے کہ اختلافی نسخہ جات میں استعمال ہونے والے الفاظ کے بجائے مصحف عثمانی میں اس مفہوم کے دوسرے مترادف الفاظ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے استعمال کو دیکھ کر وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوا ہے (۵۴) مزید بر آں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ پیغمبر ﷺ کی طرف سے دی گئی اس اجازت کی حقیقت کو بھی نہیں جان سکا جو آپ نے اپنے ان پیروکاروں کو دی تھی۔ جنکی بڑی تعداد ان لوگوں پر مشتمل تھی جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے بوڑھے اور بدو تھے۔ اور ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جنھوں نے اسلام تو قبول کر لیا تھا۔ مگر وہ عربی زبان سے قطعی نابلد تھے۔ اس مضمون میں حضرت ابی بن کعب کے ایک فارسی مسلمان کو قرآن حکیم پڑھانے کا واقعہ گزر چکا جو "طعام الاثیم" کا تلفظ صحیح طور پر ادا نہ کر سکتا تھا تو پیغمبر اسلام ﷺ نے اسے اس مفہوم کی سبعۃ احرف میں سے دوسرے لفظ کو پڑھنے کی اجازت دے دی جس کو اس نے بخوبی ادا کر لیا علاوہ ازیں اس واقعہ کو بھی اس ضمن میں بطور شہادت پیش کیا جاسکتا ہے جسے صحیح بخاری کی سبعۃ احرف کے متعلق مشہور روایت میں بڑے واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ہشام بن حکیم اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنھما سے سورۃ الفرقان سنی۔ دونوں نے اس سورۃ کو اپنے اپنے طریقے سے پڑھا۔ آپ نے دونوں حضرات کی قراءت کو درست قرار دیا۔ کیونکہ دونوں نے دو مختلف طریقوں سے قراءت خود نبی اکرم ﷺ سے سیکھی تھی۔ نبی ﷺ نے مزید فرمایا کہ قرآن سات مختلف حروف (پڑھنے کے طریقے) پر نازل ہوا ہے آپ ان میں سے اسی طریقے کے مطابق پڑھ سکتے ہیں جس کو آپ اپنے لئے آسان محسوس کریں (۵۵) تاہم جے۔ ڈی۔ پیرسن انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں شائع ہونیوالے اپنے مضمون "القرآن" میں لفظ "احرف" کو سمجھنے میں دشواری محسوس کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "حدیث میں اس محاورے کا مطلب غیر معین ہے۔ احرف کی اصطلاح حرف کی جمع ہے۔ (۵۶) حالانکہ اسلامی ورثے کی اکثر کتب

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے علاوہ ابن مجاہد نے ابھی اس امر کی صراحت کر دی ہے کہ اس کا مطلب سات قراء تیں ہیں (۵۷) خواہ وہ زبان کے مختلف لہجوں سے تعلق رکھتی ہوں یا ایک لہجے کے کسی لفظ کو متعدد طریقوں سے پڑھنے سے متعلق ہوں (۵۸)

اس امر کا تذکرہ بھی خالی از دلچسپی نہ ہو گا کہ جیفری نے غیر تصحیح شدہ نسخہ جات سے جن اختلافی قراء توں کو نقل کیا ہے ان سب کی اسناد غیر مصدقہ ہیں۔ وہ ایسی محکم و متواتر اسناد کے ساتھ کوئی ایسی قابل ذکر اختلافی قراءت بھی نہ لا سکا جس کی سند محکم و متواتر ہو جیسے محکم و متواتر اسناد کے ذریعے ہم تک مصحف عثمانی پہنچا ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ بعض اختلافی قراءتیں جو ہم تک پہنچی ہیں وہ لسانی اعتبار سے بھی ناممکن نظر آتی ہیں۔ اور بعض اختلافی روایات میں ان کی سند ناممکن الوجود اور محال ہے۔ جو زمانی اعتبار سے درست تسلیم کی جا سکتیں یا وہ روایت کے معروف اصولوں کے مطابق نہیں ہے (۵۹) جیفری مزید اعتراف کرتا ہے کہ ابن مسعودؓ اور ابی بن کعبؓ سے منسوب اختلافی قراء توں کے جانچنے کے بعد پروفیسر برجسٹراسر نے بجا طور پر یہ رائے قائم کی: یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ کوئی شخص ان نسخوں کو مصحف عثمانی کے مقابلے میں صحیح تر کہنے کی جراءت نہیں کر سکتا" (۶۰) پروفیسر برجسٹراسر کی متذکرہ بالا رائے کے علی الرغم جیفری غیر مستند نسخہ جات میں مندرجہ اختلافی قراء توں کو پیش کر کے صرف ایک مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ قراء آت قرآنیہ اور ان کی ترویج کے ارتقاء کا عمل ثابت کر سکے تاکہ مصحف عثمانی کو سو فیصد الہامی کی بجائے ایسی ارتقائی عمل کی ایک انتہائی شکل قرار دیا جا سکے جیسا کہ وہ لکھتا ہے ابن مسعودؓ اور ابن عباس رضی اللہ عنھما سے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۳۷ میں "بمثل ما" کی بجائے "بما" پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ جیفری

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی بات پر اضافہ کرتے ہوئے خیال ظاہر کرتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ان صحابہ نے ممکن ہے یہ مختلف قراء تیں نیک مقصد کے تحت تجویز کی ہوں"

(۶۱) یہ بیان کرنا بھی بے جانہ ہوگا کہ جیفری جب بھی اسلام کے کسی پہلو پر بحث کرتا ہے تو وہ عیسائیت کی مثال اور قالب کو ذھن میں رکھتے ہوئے اسلام کے بارے میں بات کرتا ہے مثلاً وہ کبھی بھی اس حقیقت کا اظہار نہیں کرتا کہ اسلام ابراہیمی ادیان میں سے ایک ہے۔ تاہم وہ بتاتا ہے کہ اسلام بھی عیسائیت کی طرح کا ایک ایسا مذھب ہے جو اپنی مقدس کتاب رکھتا ہے (۶۲) جہاں تک عہد نامہ جدید کی تاریخ کا تعلق ہے اس کے بارے میں امریکہ کے مشہور عیسائی تحقیقاتی ادارے جیس سیمینار (۶۲-الف) کی جانب سے حال ہی میں شائع کردہ اناجیل خمسہ میں عیسائی محققین رقمطراز ہیں۔

"جملہ اناجیل ابتداء" بغیر کسی انتساب کے عیسائی دنیا میں رواج پا گئیں یعنی ان کے لکھنے والوں کے نام معلوم نہ تھے۔ تاہم عیسائی مذہبی قیادت نے عیسائیت کی تاریخ کے ابتدائی ایام ہی میں مختلف نسخہ ہائے اناجیل کو معتبر ناموں کے ساتھ منسوب کر دیا اکثر اناجیل کے مصنفین کے نام محض ظن و تخمین سے رکھے گئے۔ اور ممکن ہے کچھ نسخوں کو معتبر ناموں کی جانب حسن نیت کی بناء پر منسوب کیا گیا ہے۔ تاکہ ان نسخوں کو عوام الناس میں پذیرائی مل سکے (۶۳)

قرآن حکیم کو بائبل کی طرح کی ایک مقدس کتاب قرار دیتے ہوئے جیفری یہ باور کراتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے بھی اچھے مقاصد اور نیک نیتی کے ساتھ متن قرآن میں کچھ تبدیلیاں اور اس کی بہتری کے اقدامات تجویز کر دیئے ہوں گے۔ بد قسمتی سے جیفری اس امر کا اندازہ نہیں کر سکا کہ قرآن حکیم کے متن میں کمی بیشی کرنا اسلامی نقطہ نظر سے اتنا بھاری جرم ہے کہ کوئی اس کے ارتکاب کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اگر بفرض محال کوئی ایک اس کا ارتکاب کر بھی بیٹھتا تو صحابہ کرام کی جلیل القدر جماعت اسے قطعاً برداشت نہ کرتی۔

ہم اس بحث کو درج ذیل نقاط کے تحت سمیٹ سکتے ہیں۔

(۱) جیسا کہ قبل ازیں واضح ہو چکا ہے کہ مختلف قراء تیں مثلاً سورۃ الفاتحہ میں الصراط کا لفظ "س" اور "ز" سے پڑھنا مختلف قبائل کا تلفظ تھا۔ یا ابن مسعودؓ کا سورہ نمبر ۱۲ کی آیت نمبر ۳۵ میں "حتی" کی بجائے "عتی" پڑھنا (۶۴) یہ بھی عربی زبان کے دوسرے لہجے کو ظاہر کرتا ہے یعنی عربوں کے بعض قبائل میں "ح" کی جگہ "ع" پڑھا جاتا تھا۔ یہ بات بھی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ مختلف عربی لہجوں میں "ح" اور "عین" کے علاوہ "الف" اور "ق" کے حروف بھی باہمی طور پر قابل مبادلہ ہیں (۶۵) اس طرح سورۃ الفاتحہ میں لیاد یاک اور ھیاک مختلف لہجے ہیں کیونکہ مختلف عربی لہجات میں "الف" "و" اور "ۃ" باہم قابل تبادلہ ہیں (۶۶) سورۃ الفاتحہ میں نستعین پہلے نون پر زیر کے ساتھ بھی ایک لہجہ ہے جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۶۵ میں یعلمون کی بجائے یعلمون، سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۰۶ میں تسود کی بجائے تسود ہو اسد کے تلفظ کے مطابق ایک لہجہ ہے (۶۷) سورۃ الفاتحہ میں مالک کو ملاک، ملک، ملیک پڑھنا ایک ہی لفظ کے مختلف تلفظ ہیں۔ جو ان سات طریقوں میں شامل ہیں جن کو پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے اور یہ سب کے سب نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب ہیں کہ آپ ﷺ اس لفظ کو دیگر تلفظ اور لہجوں میں بھی ادا کیا کرتے تھے (۶۸) اگر ان اختلافی قراء توں کو اختیار کرنے کی اجازت نہ ہوتی تو صحابہ کرامؓ اس بار بار تلاوت کی جانے والی سورۃ کی قراءت میں ہرگز کوئی اختلاف نہ کرتے سورۃ الفاتحہ میں "اھدنا" اور "لا" کے قریبی متبادل الفاظ "ارشدنا" اور غیر بھی لہجے کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اختلاف پر مبنی ہیں۔ اور ان کا شمار ان الفاظ میں ہوتا ہے جس کی تلاوت کرنے کی اجازت تھی۔ متبادل مسودات قرآن "متعارف کرانے کی دھن میں جیفری اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتا ہے کہ سورۃ الفاتحہ دن کی پانچ نمازوں میں سے تین میں باواز بلند پڑھی ہوتی ہے۔ اگر یہ نبی اکرم ﷺ کی تلاوت کے خلاف بلکہ ذرہ بھر بھی مختلف ہوتی تو یہ نا ممکن تھا کہ اس کی تلاوت جاری رہتی۔ مزید بر آں جیفری کسی ایک صحابی رسول ﷺ کا نام بھی پیش نہیں کر سکا جس نے دعویٰ کیا ہو یا یہ رائے ظاہر کی ہو کہ مصحف عثمانی میں درج سورۃ الفاتحہ کسی بھی حیثیت سے نبی اکرم ﷺ کی تلاوت کردہ سورۃ الفاتحہ سے ذرہ بھر بھی مختلف ہے۔

(۲) مصحف عثمانی کے بارے میں شکوک و شبہات پھیلانے کی غرض سے اختلاف قراءت کی روایت کو کمزور تسلیم کرنے کے باوجود، جیفری مصحف عثمانی پر اجماع کی حقیقت کو تسلیم کرنے میں بھی لیت و لعل سے کام لیتا ہوا نظر آتا ہے۔ اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ بعض اختلافی قراءتیں حقیقی ہیں اور مصحف عثمانی کی تنفیذ سے قبل ان کی تلاوت جائز تھی۔ کیونکہ وہ ان سات قراءآت میں سے تھیں جن کی اجازت دی گئی تب بھی "متواتر" روایات جو کہ ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوئیں پر "خبر احاد" جو ایک شخص سے دوسرے شخص تک آئیں کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ (۶۹)

(۳) اختلاف قراءت پر بحث کرتے ہوئے جیفری قرآن حکیم کے بذریعہ حفظ سینہ، بسینہ نسل در نسل منتقل ہونے جیسے اہم عامل کو بالکل نظر انداز کر دیتا ہے۔ مصحف عثمانی ایسا سرکاری نسخہ نہ تھا جس کو کمیٹی نے تشکیل دینے کے بعد چھپا کر رکھ دیا ہو۔ بلکہ وہ ہر ایک اہل علم کے سامنے تھا۔ سرکاری نسخہ جس کو تاریخ نے "المصحف الامام" کے نام سے یاد رکھا ہے کی ایک نقل مدینہ منورہ میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رکھی گئی تھی۔ جبکہ دیگر متعدد نقول اس دور کی اسلامی ریاست کے دیگر شہروں کو بھیجی گئی تھی۔ ہزاروں ایسے صحابہ کرام مدینہ منورہ میں موجود تھے جن کو پورا قرآن پاک نہیں تو اس کا بہت بڑا حصہ حفظ تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں نبی اکرم ﷺ کے قرآن حکیم کی تلاوت کے طریقوں کا براہ راست علم تھا۔ یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ کاتبین وحی سمیت ان تمام صحابہ کرامؓ نے جن کے پاس قرآن حکیم کا کامل یا بعض حصہ تحریری شکل میں موجود تھا، اپنے حفظ قرآن کی بناء پر مصحف عثمانی کی قراءت کو نبی اکرم ﷺ کی قراءت قرار دیتے ہوئے اس کی تائید وتوثیق فرمائی۔

(۴) "مقابل مسودات قرآن" کے متعارف کرانے کی پر جوش سرگرمی میں جیفری اس حقیقت کو بھی نظر انداز کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے، کہ اگرچہ تذبذب کے بعد ہی سہی مگر عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنی قراءت کو مصحف عثمانی کے حق میں واپس لے لیا(۷۰) اور پھر کبھی بھی اس پر اصرار نہیں کیا۔ یہاں تک کہ جیفری حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے کسی ایسے بیان کو سامنے لانے میں بھی کامیاب نہ ہو سکا جس میں انہوں نے مصحف عثمانی کی کسی ایک بھی قراءت کو نبی اکرم ﷺ کی قراءت کے خلاف قرار دیا ہو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بعد حضرت ابی بن کعبؓ دوسرے صحابی رسول ہیں جن سے اختلافی قراءت کا ایک ایک بہت بڑا ذخیرہ منسوب کیا گیا ہے اگرچہ جیفری اعتراف کرتا ہے کہ تمام ثانوی مسودات حضرت ابن مسعودؓ سے منسوب نسخے سے اخذ کئے گئے ہیں اور حضرت ابی بن کعبؓ کے مسودہ، قرآن سے کوئی بھی نسخہ اخذ نہیں کیا گیا۔ اس اعتراف کے باوجود وہ حضرت ابی بن کعب سے منسوب مختلف قراء توں کو بنیادی اہمیت دیتا ہے۔ اور اس حقیقت کو پس پشت ڈال دیتا ہے کہ حضرت ابی بن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کعب اس کمیٹی کے ممبر تھے جس نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حکم پر قرآن حکیم کو جمع کرنے کی عظیم الشان خدمت سر انجام دی تھی۔ ایک اور صحابیؓ رسول حضرت علیؓ ہیں جن سے مصحف عثمانی کی تنفیذ سے قبل ایک نسخہ منسوب ہے۔ ان سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے مصحف کو نافذ کرنے کی جرات مندانہ فیصلے پر اپنے کامل اطمینان و تشکر کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اگر عثمان کی بجائے بار خلافت میرے کندھوں پر ہوتا تو یقیناً میں بھی قرآن حکیم کی جمع و تدوین میں وہی کام کرتا جو عثمانؓ نے کیا ہے(۷۱)

(۵) جیفری اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے باوجود کہ قرآن حکیم میں اختلاف قراءت کی بحث زمانہ مابعد کے الہیات، لسانیات اور صرف و نحو کے ماہرین نے ایجاد کی اور اپنے نام اور کام کو اعتماد بخشنے کے لئے اسے دور اولی کی مقتدر علمی شخصیات کی طرف منسوب کر دیا(۷۲) پھر بھی آخر دم تک قرآن حکیم کی ''حقیقی قراءت'' کی بحالی کی کوششوں میں مگن رہا(۷۳) دوسری طرف حال ہی میں دو دوسرے مستشرق جان برٹن (John Burton) اور جان وان برو (John Wansbroug) کا یہ نتیجہ بھی چشم کشا ہے کہ صحابہ کرامؓ سے منسوب ''مقابل مسودات قرآن'' ہوں یا بڑے شہروں میں پائے جانے والے دیگر نسخہ جات یا پھر انفرادی طور پر بعض حضرات سے منسوب مختلف قراءتیں سب کی سب بعد کے ماہرین علم الاصول اور ماہرین علم اللسان کی ایجاد ہیں (۷۴)

جیفری اس اہم حقیقت کی طرف سے بھی آنکھیں بند کر لیتا ہے کہ اختلاف قراءت قرآن کے ابتدائی ماخذ ابن ابی داؤد متوفی ۳۱۶ھ ابن الانباری متوفی ۳۶۸ھ اور ابن الاشطہ متوفی ۳۶۰ھ ہیں۔ ان تمام بزرگوں نے اختلافی قراءتیں چوتھی ہجری میں نقل کیں۔ ان روایات کے رواۃ متصل ہیں اور نہ ہی ان کی سند قابل

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اعتماد ہے۔

(۶) آرتھر جیفری اپنے پیش رو مستشرق بیل (Bell) کی طرح اسلام اور اس کی مقدس کتاب قرآن حکیم سے اپنی نفرت پر پردہ ڈالنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ وہ قرآن حکیم کی جمع و تدوین پر بحث کرتے ہوئے (۷۵) بیل Bell کی پیروی میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی جمع و تدوین کی کاوشوں کو ان کی خالص نجی سعی وکاوش قرار دیتا ہے (۷۶) یہ بات نہایت تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے کہ وہ مقدمتان اور کتاب المصاحف میں درج اختلاف قراءت پر مبنی روایات کو من و عن صحیح تسلیم کر لیتا ہے مگر انہی کتب میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جمع و تدوین قرآن کی خدمت کے بارے میں روایات کو بغیر کوئی معقول وجہ بتائے رد کر دیتا ہے۔ حالانکہ حدیث اور تاریخ کے ماخذوں میں ان روایات کی سند نہایت قوی اور ان کا پایہ استناد بہت مضبوط ہے (۷۷) یہ اسلامی تاریخ کی ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا جمع اور مدون کیا ہوا نسخہ ہی مصحف عثمانی کی اساس و بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۷) مصحف عثمانی کے بارے میں جیفری یہ سمجھنے میں بھی ناکام رہا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے کن اہم مقاصد کے پیش نظر اس بھاری کام کا بیڑا اٹھایا۔ وہ قرآن حکیم میں اختلاف لہجات کی اشاعت کے اثرات کا فہم و ادراک بھی نہ کر سکا جن کے بارے میں شکایات کے سبب حضرت عثمانؓ کو اس مسئلے کے حل کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ دیگر شارحین کی طرح ابو محمد مکی القیسیؒ نے بھی اس بات کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ پیش کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کو جب قرآن حکیم کے متعدد طرق سے پڑھنے کے بارے میں شکایات موصول ہوئیں تو انہوں نے جس طریق پر نبی اکرم ﷺ تلاوت فرماتے تھے اس کو باقی رکھ کر اس کے علاوہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تمام طرق کے مطابق تلاوت قرآن حکیم پر پابندی عائد کر دی۔ باوجود اس کے کہ عہد نبوی میں نبی اکرم ﷺ نے ان کی اجازت دی ہوئی تھی (۷۸) القیسی کا بیان ہے کہ کم از کم ۱۲ ہزار صحابہ کرام اور تابعین پر مشتمل ایک جماعت نے اس وقت کی اسلامی سلطنت کے طول و عرض میں پھیل کر مصحف عثمانی کے مطابق تلاوت قرآن حکیم سکھانے اور اس کے علاوہ رائج طریقوں سے منع کرنے کی خدمت انجام دی (۷۹) یہ یقیناً ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی اتنی بھاری تعداد جن میں صحابہ کرام بھی شامل تھے کسی ایسی قراءت قرآن کو رائج کرنے کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے کہ جس کا انتساب نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی اور کی جانب ہوتا۔

(۸) قرآن حکیم اور اس کی مختلف قراءتوں کو موضوع سخن بناتے ہوئے جیفری اپنے دعوے کے باوجود انتقاد اعلیٰ (Hugher Crigicism) کے اصولوں کی پابندی نہیں کر سکا۔ اس کی کتاب The Textual History of Quran ۱۹۴۶ء میں یروشلم میں شائع ہوئی۔ اور دوسری کتاب The Quran as a Scripture ۱۹۵۲ء میں شائع ہوئی۔ اس نے پروفیسر برجسٹراسر جو کہ میونخ میں قرآن محل کا بانی تھا اور اس کے جانشین ڈاکٹر اونو پریٹزل کے ساتھ اشتراک عمل کے باوجود، قران حکیم کی جمع و تدوین اور دنیا کے مختلف حصوں سے جمع کئے گئے قرآن حکیم کے نسخوں کے متون میں اختلاف کے بارے میں قرآن محل (Archive) کے نتائج تحقیق کو بیان نہیں کیا (کیونکہ یہ نتائج قرآن حکیم کے بارے میں اس کے مقاصد سے ہم آہنگ نہ تھے) یہ پہلے بیان ہو چکا کہ یہ قرآن محل اتحادی فوجوں کی بمباری سے تباہ ہو گیا تھا۔ اور پریٹزل بھی اس بمباری سے ہلاک ہو گیا تھا۔ تاہم خوش قسمتی سے اس کی

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

وفات سے قبل ۱۹۳۳ء میں ڈاکٹر حمید اللہ کو پریٹشل سے بالمشافہ گفتگو کا ایک موقع میسر آگیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب پریٹشل فرانس کی مختلف لائبریریوں میں موجود قرآن حکیم کے مختلف نسخہ جات کی فوٹو کاپیاں حاصل کرنے کے لئے فرانس آیا (۸۰) ڈاکٹر حمید اللہ کا بیان ہے کہ پریٹشل نے انہیں بتایا:

"ہمارے ادارے نے دنیا میں مختلف حصوں سے قرآن حکیم کے مختلف ۴۲ ہزار نسخہ جات کی فوٹو کاپیاں جمع کیں اور ان کا باہمی موازنہ کیا، ڈاکٹر حمید اللہ مزید بتاتے ہیں کہ پچھلے چودہ سو سالوں کے دوران مطبوعہ یا غیر مطبوعہ قران حکیم کے ۴۲ ہزار نسخوں کو انہوں نے اس لئے جمع کیا تاکہ وہ متن قرآن کے تضادات کو سامنے لا سکے۔ تمام دستیاب نسخہ جات کو جمع کر کے ان کا آپس میں موازنہ کرنے کے بعد اس ادارے نے جو ابتدائی رپورٹ جاری کی ڈاکٹر حمید اللہ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

"اگرچہ ابھی تک قرآن حکیم کے مختلف نسخہ جات کو جمع کرنے کا کام جاری ہے تاہم جتنا کام مکمل ہو چکا ہے اس کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان ۴۲ ہزار نسخہ جات میں کتابت کی غلطیاں تو موجود ہیں مگر متن قرآن میں کسی قسم کے تضاد کی نشاندہی نہیں کی جا سکتی۔ (۸۱)

جیفری قرآن حکیم کے بارے میں اپنی تحقیقات کیلئے پروفیسر برجشر اسر اور پریٹشل سے اشتراک عمل کا ذکر تو بڑے فخر سے کرتا ہے مگر حیران کن امر یہ ہے کہ وہ اس ادارے کی ابتدائی رپورٹ اور اس کی کاروائی کو بالکل نظر انداز کر دیتا ہے اور اس کا کہیں تذکرہ تک نہیں کرتا۔

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام حضرات بشمول J.D.Pear-

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

son جو جیفری کے الہامی کتب میں قرآن حکیم کے غیر محرف اور غیر متبدل ہونے کی انفرادیت کو جھٹلانے کے مشن کی تکمیل میں بڑی یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ سرگرداں ہیں، انہیں اور ان جیسے دیگر مستشرقین کو یہ مشورہ دیا جائے کہ وہ قرآن حکیم کے متن پر اپنے انتقاد اعلیٰ کے اصولوں کا غیر جانبداری کے ساتھ اطلاق کریں اخلاص اور دیانت داری سے ایسا کرتے ہوئے وہ قرآن حکیم کے اس دعوے کی صداقت کا عملی مشاہدہ ضرور کریں گے کہ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے نازل کیا گیا ہوتا تو وہ اس قرآن میں بے شمار اختلافات اور تضادات پاتے ۴:۸۲ اور یہ کہ "بے شک ہم نے ہی اس کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس (قرآن) کی (تحریف و تبدیلی سے) حفاظت کریں گے" ۹:۵

ماخذ و مصادر

۱۔ آرتھر جیفری: - مقدمتان فی علوم القرآن دوسرا ایڈیشن مکتبہ الخانجی ۱۹۷۲ء ص ۲، ۳

۲۔ تفصیل کے لئے دیکھئے Journal of Biblical Studies جلد ۷۹ شمارہ ا۔ مارچ ---- ص ۸۹

۳۔ آرتھر جیفری: The Koran : Selected Suras نیو یارک ہر پیچ پریس ---- ص ۲۰

۴۔ مستشرقین کے بارے میں تفصیل جاننے کیلئے دیکھئے عبدالرحمٰن مومن The Islamic Foundamentlism Hamdard Islamicus جلد ۱۰ شمارہ ۴ ص ۴۰-۳۵

۵۔ آرتھر جیفری: - The Quran as Scripture نیویارک، رسل ایف۔ مور کمپنی ۱۹۵۲ء ص

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۶۔ ایضاً

۷۔ آرتھر جیفری:-The Koran: Selected Suras ص ۱۵-۱۴

۸۔ ایضاً ص ۱۵ مزید دیکھئے آرتھر جیفری The Quran as Scripture ص ۹۷-۹۳

۹۔ آرتھر جیفری:--Materials for the History of the Textual of the Quran لیڈن: ای جے بریل ۷ ۱۹۳ء ص ۸:

۱۰۔ ایضاً ص ۲۱

۱۱۔ آرتھر جیفری: The Quran as Scripture, "The Textual History of the Quran" ص ۱۰۳

۱۲۔ ایضاً ص ۱۰۳

۱۳۔ آرتھر جیفری بعض اصحاب رسول ﷺ کے ذاتی طور پر جمع کیے ہوئے نسخہ ہائے قرآن کو "مقابل نسخہ جات" کا نام دیتا ہے حالانکہ مصحف عثمانی کے نافذ ہونے کے بعد ایسے نسخہ جات جن حضرات کے پاس تھے وہ انہوں نے واپس لے لئے تھے۔ اس سے متعلق بعض تفاصیل خود جیفری کے تحقیقی کام میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنا نسخہ قرآن مصحف عثمانی کے نفاذ کے بعد واپس لے لیا۔ حوالے کے لئے دیکھئے آرتھر جیفری کی کتاب مقدمتان صفحہ ۹۵ ہے۔ ڈی پیرسن نے بھی مصحف عثمانی کے نفاذ سے قبل بعض اصحاب رسول ﷺ کے ذاتی طور پر جمع کیے ہوئے نسخہ ہائے قرآن کو مقابل نسخہ جات قرار دیا ہے۔ مگر اس میدان میں اس کا زیادہ انحصار جیفری کی کتاب (Materials) پر ہے۔ اس نے انسائکلوپیڈیا آف

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں اپنے مضمون "القرآن" میں اختلاف قراء آت قرآنیہ کے موضوع پر جیفری کی (Materials) سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ حوالے کے لئے دیکھئے لیڈن: ای۔ جے۔ بریل، ۱۹۸۱ء جلد ۵ ص ۴۰۸-۴۰۶

۱۴۔ ابن ابی داؤد کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ ہیں جنہیں قرآن حکیم کی جمع و تدوین کا شرف حاصل ہوا۔ ابن ابی داؤد نے ان دس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموں کا تذکرہ بھی کیا ہے جن کو جیفری نے "مقابل نسخہ جات" کے حامل بنا کر پیش کیا ہے۔ حالانکہ ابن ابی داؤد نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ان دس اصحاب کے پاس تحریری شکل میں الگ الگ قرآن کے نسخے تھے۔ ابن ابی داؤد ان حضرات کی جانب منسوب مختلف قراءتوں کو "مصحف" کے عنوان کے تحت بیان کرتا ہے۔ اور وہ جمع القرآن (اس نے قرآن جمع کیا) کا پیرایہ ان حضرات کیلئے بھی استعمال کرتا ہے جنہوں نے قرآن کریم یاد کر رکھا ہو۔ دیکھئے: ابن ابی داؤد کتاب المصاحف ص ۵، ۱۰، ۵۰، تا ۸۷۔ ابن ابی داؤد نے اس بات کو یہ کہہ کر اور واضح کر دیا کہ اس نے لفظ مصحف کو حرف یا قراءت کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ تاکہ اس کی بیان کردہ مختلف قراءتوں کا کسی باقاعدہ تحریری نسخہ سے ماخوذ ہونے کا گمان نہ ہو دیکھئے: آرتھر جیفری (Materialas) ص ۱۵

۱۵۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی جمع و تدوین قرآن کی خدمات کی تفصیل کے لئے دیکھئے ڈاکٹر حمید اللہ خطبات

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بہاولپور، اسلامیہ یونیورسٹی بھاولپور (پاکستان) ۱۴۰۱ھ ص ۲۹-۳

۱۶۔ آرتھر جیفری Materials ص ۱۰

۱۷۔ جے ڈی پیرسن The Encyclopaedia of Islam ص ۴۰۷

۱۸۔ آرتھر جیفری: Materials ص ۳-۱

۱۹۔ یہ سات قرائتیں درج ذیل حضرات کی طرف منسوب ہیں نافع متوفی ۱۶۹ھ از مدینہ منورہ، ابن کثیر متوفی ۱۲۰ھ از مکہ معظمہ، ابن عامر متوفی ۱۱۸ھ از دمشق، ابو عمرو متوفی ۱۵۴ھ از بصرہ، عاصم متوفی ۱۲۸ھ از کوفہ، حمزہ متوفی ۱۵۸ھ از کوفہ اور کسائی متوفی ۱۸۹ از کوفہ

۲۰۔ آرتھر جیفری The Quran as Scripture ص ۱۰۲-۱۰۰

۲۱۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے لبیب السعید The Recited Quran ترجمہ: برنارڈ ویس، ایم اے روف اور موربر جر۔ پرنسٹن، نیو جرسی، دی ڈارون پریس ۱۹۷۵ صفحہ ۵۰-۴۵

۲۲۔ ایضاً ص ۵۰-۴۹، ۴۹، ۱۳۹۔

۲۳۔ آرتھر جیفری:- Materials ص ۷۵

۲۳۔ الف جیفری نے Materialas میں ”دلنا یدک لھدنا“ لکھا ہے۔ جو بظاہر بے معنی جملہ ہے۔ اسلامی تہذیب سے دوری اور عربی پر عبور نہ ہونے کے سبب شاید جیفری مخطوط کو صحیح طور پر پڑھ نہ سکا۔ اصل عبارت یوں معلوم ہوتی ہے۔ ”دلنا بدل اھدنا“

۲۴۔ ایضاً ص ۱۱۷

۲۵۔ ایضاً ص ۱۸۵

۲۶۔ ایضاً ص ۱۶۵

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

۲۷۔ ایضاً ص ۲۲۰

۲۸۔ ایضاً ص ۲۲۳

۲۹۔ ایضاً ۸۷۔۲۸۷

۳۰۔ ایضاً ۱۵۔۳۱۴

۳۱۔ ابو محمد القیسی: کتاب الابانہ فی معانی القراء آت دمشق ۱۹۷۹ء پہلا ایڈیشن ص ۹۴

۳۲۔ ایضاً ص ۹۶

۳۳۔ ایضاً ص ۹۴

۳۴۔ ابن خالویہ: اعراب ثلاثین سورۃ من القرآن الکریم قاہرہ دار الکتب المصریہ ۱۹۴۱ء ص ۳۰-۲۸

۳۵۔ آرتھر جیفری "سورۃ الفاتحہ کی مختلف قراء آت "The Moslem World" جلد ۲۹، ۱۹۳۹ ص ۱۵۸، آرتھر جیفری اگرچہ سورۃ الفاتحہ اور معوذتین کے ترجمے کو اپنی کتاب۔۔The Quran Selected Suras میں شامل کرتا ہے مگر وہ ان تینوں سورتوں کو قرآن حکیم کا حصہ تسلیم نہیں کرتا۔ وہ لکھتا ہے: "جس شکل میں قران حکیم ہمارے پاس موجود ہے وہ ایک سو گیارہ سورتوں پر مشتمل ہے۔" سورۃ الفاتحہ کا تعارف کراتے ہوئے جیفری کہتا ہے یہ مختصر سورۃ حقیق قرآن کا جزو نہیں ہے بلکہ یہ ایک دعا ہے جو قرآن حکم ہی کے مختلف جملوں کے ذریعے قرآن کے مرکزی موضوع و مضمون پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب مقدس میں اس کے تعارف کے طور پر درج کی گئی ہے اور اس کی تلاوت سے قبل پڑھی جاتی ہے۔ آرتھر جیفری Teh

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

Koran - Selected Suras ص ۲۳،۱۵

۳۶۔ آر تھر جیفری "سورۃ الفاتحہ کی مختلف قراء آت The Moslem World ص ۱۵۹

۳۷۔ ایضاً صفحہ ۶۰-۱۵۹

۳۸۔ ایضاً ص ۶۲-۱۶۰

۳۹۔ البخاری الصحیح مترجم محمد محسن خان الریاض مکتبہ الریاض الحدیثہ ۱۹۸۱ء جلد ششم ص ۴۸۳ ابن جریر طبری تفسیر طبری قاہرہ دار المعارف ۱۹۴۶ء جلد اول ص ۳۲

آر تھر جیفری مقدمتان ص ۲۷۳-۲۶۴، ۲۳۴-۲۰۷

۴۰۔ ایضاً ص ۸۲-۴۸۱

۴۱۔ آر تھر جیفری: مقدمتان ص ۲۲۹

۴۲۔ ایضاً ص ۲۲۹

۴۳۔ ایضاً ص ۳۰-۲۲۹

۴۴۔ عبدالواحد وانی: فقہ اللغہ قاہرہ آٹھواں ایڈیشن ص ۱۰۸ --- ابراہیم انیس فی اللہجات العربیہ قاہرہ ۱۹۶۵ء ص ۴۰

۴۵۔ اس عنوان کے مباحث عربی لغت کی مختلف کتب میں پھیلے ہوئے ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب الاتقان فی علوم القرآن میں پورے ایک باب میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

۴۶۔ عبداللہ بن عباس: کتاب اللغات فی القرآن مرتب صلاح الدین المنجد قاہرہ ۱۹۴۶ء۔

۴۷۔ ایضاً

۴۸۔ تفصیل کے لئے دیکھئے آر تھر جیفری: مقدمتان ص ۲۹۹-۲۳۰

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۴۹۔ ابراھیم انیس: فی اللھجات العربیہ ص ۱۷۷

۵۰۔ ابوالحمید الشلقانی: روایۃ اللغہ، بیروت ۱۹۷۸ء ص ۳۰۰

حسن ظاظا:

۵۱۔ کلام العرب من قضایا اللغۃ العربیہ ۱۹۷۰ء ص ۱۰۴ الخصائص بیروت ۱۹۵۲ء دوسرا ایڈیشن جلد اول ص ۳۷۴

۵۲۔ ایضاً جلد اول ص ۳۷۴۔

۵۳۔ آرتھر جیفری The Quran as Scripture "the Tex-tual of the Quran" ص ۹۷

۵۴۔ اکثر جگہ پرانے نسخہ جات میں استعمال ہونے والے الفاظ مصحف عثمانی کے الفاظ سے محض ظاہری طور پر مختلف یا مترادف ہیں۔

۵۵۔ البخاری الصحیح: جلد ششم ص ۴۸۳-۴۸۲

۵۶۔ جے۔ ڈی پیرسن: "Al-Kuran" دی انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ص ۴۰۸

۵۷۔ ایضاً ص ۴۰۹

۵۸۔ تفصیل کے لئے دیکھئے آرتھر جیفری: مقدمتان ص ۲۳۰-۲۱۸

۵۹۔ آرتھری جیفری Materialas ص ۱۶

۶۰۔ ایضاً

۶۱۔ ایضاً

۶۲۔ آرتھر جیفری: The Quran as Scriptur ص ۱

۶۳۔ الف۔ Roy W. Funk اور Roy W. Hoover, Jusus Seminar نے نیویارک کے مشہور زمانہ پبلشر Macmitian کے ذریعے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۹۹۳ء میں The Five Gospels کے نام سے عہد نامہ
جدید کو از سر نو شائع کیا ہے جس کا مرکزی خیال یہ ہے کہ عہد نامہ جدید
میں جو کچھ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی جانب منسوب کیا گیا ہے اس میں
سے زیادہ سے زیادہ بیس فیصد ہی آپ کی جانب منسوب کیا جا سکتا ہے۔
باقی سب تحریف اور من گھڑت ہے۔

۶۳۔ ایضاً ص ۲۰

۶۴۔ آرتھر جیفری Materials ص ۴۹
مزید دیکھئے ابن منظور : لسان العرب بیروت دار صادر تاریخ ندارد جلد
۱۴ ص ۱۶۴-۱۶۳

۶۵۔ مثلاً سورۃ المرسلات کی آیت نمبر ۱۱ میں "اقتت" کو حضرت عبداللہ بن
مسعود رضی اللہ عنہ سے "وقتت" پڑھنا منقول ہے۔ آرتھر جیفری :
مقدمتان ص ۱۰۷

اسی طرح "وجوہ" اور "اجوہ" میں بھی واور "الف" قابل مبادلہ حروف ہیں دیکھئے
ابن منظور: لسان العرب جلد دوم ص ۱۰۸-۱۰۷ (مادہ: وقت)

۶۶۔ ابن منظور: لسان العرب دیکھئے الالف اللینہ اور آیہ جلد ۱۵ ص ۴۲۷،
۴۳۸-۴۱

۶۷۔ آرتھر جیفری: مقدمتان ص ۲۲۰

۶۸۔ ابن خالویہ: اعراب ثلثین سورۃ من القرآن الکریم ص ۲۴-۲۲

۶۹۔ تفصیل کے لئے دیکھئے آرتھر جیفری: مقدمتان ص ۳۸

۷۰۔ آرتھر جیفری: مقدمتان صفحہ ۷۳

۷۱۔ ابن ابی داؤد: کتاب المصاحب ص ۲۳

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۷۲۔ آرتھر جیفری :Materials ص ۱۵،۲

۷۳۔ ایضاً ص ۱۶

۷۴۔ جے۔ڈی پیرسن: "Al-Kuran" دی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ص ۸-۲۰۷ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے جان برٹن-The Collection of the Quran : کیمرج ۱۹۷۷ء ص ۲۱۲-۱۹۹ جان وانبرد Quranic Studies, Sources. Methods of Scriptual interpretation.

آکسفورڈ ۱۹۷۷ء ص ۴۶-۴۴ اور ۲۰۲-۲۰۷

۷۵۔ مثلاً دیکھئے منٹگمری واٹ Bell , Introduction to Quran ایڈن برگ ۱۹۷۰ء ص ۳

۷۶۔ آرتھر جیفری Materials ص ۷-۶

۷۷۔ مثلاً دیکھئے البخاری ا صحیح جلد ششم صفحات ۴۸۰-۴۷۶

۷۸۔ ابو محمد القیسی: الابانہ ص ۹۷-۹۶

۷۹۔ ایضاً ص ۲۳-۲۲

۸۰۔ محمد حمید اللہ: خطبات بہاولپور ص ۱۶-۱۵

۸۱۔ ایضاً ص ۱۶-۱۵

بشکریہ: فکر و نظر، اسلام آباد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فن قراءت کا ارتقا

”ان ائمہ کے بکثرت تلامذہ اور متوسلین، حامل قرأت ہوئے اور وہ تمام ممالک وامصار میں پھیل گئے پھر انکے شاگردوں نے تمام علاقوں میں پھیل کر علم قرات کی اشاعت کی۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ علم قرات کو عالم گیر پیمانہ پر شہرت ومقبولیت اور وسعت حاصل ہوئی مگر اس کا ایک کمزور پہلو بھی تھا وہ یہ کہ لہجوں اور حروف و قرات کے اختلاف نے بھی وسعت حاصل کی اور یہ اختلاف اس قدر بڑھا کہ پھر وہی صورتحال پیدا ہو گئی جس کا خطرہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ نے محسوس کیا تھا“

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تحریر:

محمد سعود عالم قاسمی

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم کے معانی و مفاہیم کے ساتھ اسکے الفاظ، جملوں اور فواصل و سجع میں آیت کے صوتی و حرفی نظام اور حسنِ ادا میں بلا کی جاذبیت اور کشش پائی جاتی ہے، چونکہ یہ کلام کسی جن و بشر کا نہیں بلکہ خالق و مالک دو جہان کا ہے اس لئے اسکے کلام میں جو حلاوت اور چاشنی ہو سکتی ہے وہ کسی مخلوق کے کلام میں متصور نہیں خواہ وہ نثر کا اعلیٰ نمونہ یا نظم کا شاہکار ہی کیوں نہ ہو۔ قرآن مجید کے لفظی نظام میں جو صوتی آہنگ اور قراءت کے رموز پوشیدہ ہیں اللہ چاہتا ہے کہ بندہ کی نوکِ زبان اسے اجاگر کرے اور تجوید و قرات کی لذت محظوظ اور اس کے محاسن سے وہ مستفید ہو، حروف و الفاظ کے صحیح تلفظ اور جملوں کے حسن ادا پر ہی معانی کا مربوط نظام قائم ہے۔ اسلئے علم قراءت اگر ایک طرف معانی و مفاہیم قرآن کو سمجھنے میں معاون ہے۔ تو دوسری طرف قرآن سے حلاوت حاصل کرنے کے لئے بھی ناگزیر ہے اور جب تک قرآنی واردات انسان کے دل پر طاری نہ ہوں وہ جذب و کیف اور وحی ربانی کی لذت محسوس نہیں کرسکتا اور یہ بغیر صوتی نظام کے ممکن نہیں۔ قرآن کریم میں بوضاحت ارشاد ہے۔

الذین اتینھم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ اولئك یؤمنون بہ(البقرہ ۱۲۱)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے اسطرح پڑھتے ہیں جس طرح پڑھنے کا حق ہے وہ اس قرآن پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں۔

حق تلاوت میں قرآن کے مطالبات اور تقاضوں کو پورا کرنا بھی شامل ہے اور حروف و نقط ضبط و اعراب وغیرہ کی صحیح ادائیگی بھی داخل ہے بلکہ حسن صوت بھی شامل ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے مومنوں کو حکم دیا کہ زینوا القرآن باصواتکم (۱) قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو۔ اس سے آگے بڑھکر آپ ﷺ نے فرمایا۔ لیس منامن لم یتغن بالقرآن (۲) جس نے قرآن کو حسن صوت کے ساتھ نہیں پڑھا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ محدثین نے اس حدیث کا ایک مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قرآن کے بعد دنیا سے انسان کو مستغنی ہو جانا چاہیے۔ دوسرا مطلب یہ لیا ہے کہ قرآن کے بعد امم ماضیہ کے قصوں سے بے نیاز ہو جانا چاہئے۔ (۳) اور تیسرا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قرآن کو حسن صوت سے مزین کرنا چاہیے۔ (۴)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نبی علیہ السلام پر قرآن صرف نازل نہیں کیا گیا بلکہ جبریل امین علیہ السلام نے عملاً اس کی قراءت بھی سکھائی اور بروایت حضرت عمرؓ سات لہجوں میں قراءت سکھائی (۵) ظاہر ہے کہ جبریل امین کی حیثیت محض ایک پیغامبر کی ہے اللہ نے جو کچھ ان کو عطا کیا اسے امانت کے ساتھ نبی کریم علیہ السلام تک پہنچا دیا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے اللہ نے اپنے رسول کریم علیہ السلام کے لئے قرآن کے نزول اور اسکی قراءت دونوں کا اہتمام فرمایا یعنی جس طرح اللہ نے آپ علیہ السلام کو اپنے کلام سے مشرف کیا اسکا مطلب و مفہوم آپ علیہ السلام پر منکشف کیا، اسی طرح اس کی قراءت کا طریقہ اور اسلوب بھی سکھایا چنانچہ ارشاد باری ہے۔

لاتحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه و قرانه فاذا قرانا ه فاتبع قرانه، ثم ان علينا بيانه (القيامه ١٦ - ١٩)

اس کو جلدی جلدی سیکھ لینے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دو، اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ لہٰذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں تو اس وقت تم اس کی قراءت کو غور سے سنتے رہو، پھر اسکا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ذمہ ہے

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کے مطلب و مفہوم کی وضاحت سے پہلے قراءت اور طرز ادا کو اہمیت دی گئی، اسی سے محقق ابن الجزریؒ (م ۸۳۳ھ) نے استنباط کیا ہے کہ فن قراءت و تجوید منزل من اللہ ہے۔

نبی علیہ السلام کا اپنا معمول یہ تھا کہ آپ علیہ السلام خوش الحانی کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر قرآن کی تلاوت فرماتے تھے۔ آپ علیہ السلام کا لب و لہجہ اور انداز قراءت مصنوعی نہیں بلکہ فطری ہوتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو ظاہری و باطنی حسن کے ساتھ حسن صوت سے بھی نوازا تھا۔ حضرت قتادہؓ روایت کرتے ہیں۔

كان نبيكم ﷺ حسن الوجه حسن الصوت (٦)

تمہارے نبی علیہ السلام حسین صورت اور حسین آواز کے مالک تھے۔

جب آپ علیہ السلام اپنی دلکش آواز میں قرآن کی تلاوت فرماتے تو اللہ بھی آپ علیہ السلام کی قراءت کی طرف متوجہ ہوتا تھا، چنانچہ بروایت ابوہریرہؓ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لم یاذن اللہ لنبی ماذن لنبی ﷺ یتغنی بالقرآن (۷)
اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی طرف اتنی توجہ نہیں کی جتنی کہ حضور ﷺ کی خوش الحانی سے قراءت کی طرف کی۔

قرآن کے الفاظ بلاغت نظام کو آپ ﷺ جب اپنے قلبی اور صوتی آہنگ کے ساتھ بلند آواز میں قراءت فرماتے تو فضائے محیط میں رس گھول دیتے تھے اور سننے والا ساکت ودم بخود ہو کر آپ کی قراءت کا اسیر ہونے لگتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ سرداران قریش جو قرآن کو جادو اور کہانت کہا کرتے تھے اور اس قرآن کی جگہ دوسرے کلام کا مطالبہ کرتے تھے، چھپ چھپ کر آپ ﷺ کی قراءت سنتے تھے، دوبارہ نہ سننے کا باہم عہد بھی کرتے تھے مگر پھر اپنی قسم توڑ دیتے تھے (۷) حضرت ام ہانیؓ فرماتی ہیں کنت اسمع قراء ۃ النبی ﷺ باللیل وانا علی عریشی (۸) نبی ﷺ مسجد حرام میں بوقت شب قراءت قرآن فرماتے اور میں اپنی چھت سے آپ ﷺ کی قراءت سنتی تھی۔

حضرت عبداللہ ابن مغفلؓ کہتے ہیں کہ میں نے فتح مکہ کے دن نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ ناقہ پر سوار تھے اور انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک وما تاخر کی قراءت ترجیع کے ساتھ فرمارہے تھے۔ اس روایت کے راوی معاویہ بن قرۃؒ کہتے ہیں کہ اگر لوگوں کے جمع ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں اس آواز یا اسی آہنگ میں قراءت کر کے سناتا (۹)

ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ اور حضرت انس بن مالکؓ نے آپ ﷺ کی قراءت کے انداز اور صفات بھی بیان کئے ہیں یعنی آپ ہر حرف کو صاف صاف، ہر آیت کو الگ الگ، مد کو کھینچ کر اور ترتیل کے ساتھ قراءت فرماتے تھے اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ قراءت کے دوران آپ ﷺ رو دیتے۔

صحابہ کرامؓ کو قراءت کی تعلیم خود نبی ﷺ نے دی۔ آپ ﷺ نے ان صحابہؓ کو قرآن کو سمجھنے اور قرآن پر عمل کرنے کی تعلیم دینے کے ساتھ قرآن کو پڑھنے کا طریقہ بھی بتایا۔ ایسا نہیں تھا کہ جو جس طرح چاہے قراءت کر لے۔ یہ اور بات ہے کہ آپ ﷺ نے بعض صحابہ کو ایک حرف (لہجہ) پر تعلیم دی بعض کو دوسرے پر، تا آنکہ بعض کو قراءت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سبعہ کی تعلیم دی، یہی وجہ ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں قراءت صحابہؓ میں لہجوں کا اختلاف پایا جاتا تھا، اس اختلاف میں عرب کے ممتاز قبائل کے لہجوں کی رعایت ملحوظ تھی (۱۰) ایک مرتبہ ہشام بن حکیم بن حزامؓ نماز پڑھ رہے تھے مگر جس انداز سے قراءت کر رہے تھے وہ اس قراءت سے مختلف تھا جو حضرت عمرؓ نے نبی کریم ﷺ سے سیکھی تھی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کو غصہ آگیا اور آپ کا جی چاہا کہ دوران نماز ہی ہشامؓ کی گردن پکڑ کر کھینچ لیں مگر انہوں نے ضبط سے کام لیا۔ جب ہشام نماز مکمل کر چکے تو ان سے حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تم نے اس طرح قراءت کیوں کی، انہوں نے جواب دیا کہ اسی طرح نبی ﷺ نے قراءت سکھائی۔ حضرت عمرؓ ہشامؓ کو لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی قراءت کا معاملہ رکھا۔ نبی ﷺ نے دونوں حضرات کو قراءت کرنے کا حکم دیا اور جب دونوں نے اپنے اپنے لہجے کے مطابق قراءت کی تو آپ ﷺ نے دونوں کی تصدیق کی اور فرمایا قرآن اسی طرح نازل ہوا ہے۔ (۱۱)

صحابہ کرامؓ کو نبی ﷺ نے جو قراءت کی تعلیم دی تھی کبھی کبھی آپ ﷺ ان کی زبانی قراءت سنا بھی کرتے تھے اور محظوظ ہوتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو آپ ﷺ نے قرآن کریم کی خصوصیت کے ساتھ تعلیم دی تھی اور اپنے اصحاب سے فرماتے تھے "اقرء کم عبد اللہ فاقرؤا (۱۲) عبداللہ ابن مسعودؓ جس طرح تم کو قرآن پڑھائیں اسی طرح پڑھو۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے عبداللہ ابن مسعودؓ سے فرمایا میرے سامنے قرآن مجید پڑھو، عبد اللہ ابن مسعودؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہی پر قرآن نازل ہوا ہے اور آپ ﷺ ہی کو میں سناؤں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! میرا دل چاہتا ہے کہ دوسروں سے قرآن سنوں، چنانچہ ابن مسعودؓ نے سورہ نساء کی آیات تلاوت کیں اور جب اس آیت "وجئنابك على هؤلاء شهيدا" تک پہنچے تو دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں (۱۳)۔ عبداللہ بن مسعودؓ پہلے صحابی ہیں جنھوں نے قریش کے روبرو ان کے مجمع میں صرف انکو سنانے کیلئے سورۃ الرحمان کی بلند آواز سے قراءت کی اور اس کے نتیجہ میں قریش نے ان کو مارنا شروع کیا مگر ابن مسعودؓ نے اپنی قراءت جاری رکھی (۱۴)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح ابو موسیٰ اشعریؓ کو ایک رات قرآن پڑھتے سنا تو فرمایا۔ لقد او تیت مزماراً من مزامیر آل داؤد (۱۵) تم کو آل داؤد کی حسین آواز عطا کی گئی ہے۔

نبی علیہ السلام نے یوں تو ان تمام صحابہؓ کو جن کو مسجد نبوی علیہ السلام میں یا اس کے باہر آپ علیہ السلام کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا موقع ملا تھا، قرآن کی تعلیم دی تھی مگر خصوصیت کے ساتھ چار صحابہؓ کو علم قراءت سے فیض یاب فرمایا تھا اور عام صحابہؓ کو حکم دیا تھا کہ خذو القرآن عن اربع عبد اللہ ابن مسعود، سالم مولی حذیفہ، معاذ ابن جبل، ابی بن کعب (۱٦) اس کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ چار اصحابؓ نے دوسروں سے زیادہ یکسوئی، دلچسپی اور لگن کے ساتھ قرآن کے علم قراءت کو سیکھنے کا اہتمام کیا تھا اس فن میں اختصاص و مہارت پیدا کی تھی۔ ان چار اصحاب میں پہلے دو مہاجر ہیں اور آخری دو انصاری ہیں۔ حضرت سالمؓ کا انتقال عہد ابو بکرؓ میں جنگ یمامہ میں ہوا۔ معاذ ابن جبلؓ کا انتقال عہد عمر فاروقؓ میں ہوا۔ عبد اللہ ابن مسعودؓ اور ابی ابن کعبؓ نے عہد عثمانی میں وفات پائی۔ انکے بعد زید بن ثابتؓ عرصہ دراز تک بقید حیات رہے اور قرآن کریم کی خدمت و اشاعت میں مشغول رہے، بقول علامہ سیوطیؒ یہی صدر نشین مسند قراءت رہے (۱۷) ابی بن کعبؓ نے نبی کریم علیہ السلام سے قراءت سیکھی ہی نہیں بلکہ نبی کریم علیہ السلام کو انہوں نے قرآن سنایا بھی اور وہ ابن عباسؓ، ابو ہریرہؓ جیسے بہت سے اصحاب کے معلم قراءت ہوئے (۱۸)

گویا عہد نبوی علیہ السلام کے اساتذہ قراءت میں چار اصحاب رسول علیہ السلام معروف تھے اگر چہ دوسرے اصحاب بھی قراءت کے ماہر و استاذ تھے مگر ان چاروں کی اہمیت و صلاحیت دوسرے اصحاب کے مقابلے میں زیادہ تھی۔ ابو عبید نے کتاب القراءت میں اور نویری نے شرح الطیبہ فی القراءت العشر میں ان تمام اصحاب کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے جو قاری تھے۔ مہاجرین میں خلفاء اربعہ (۱۹)، طلحہؓ، سعدؓ، ابن مسعودؓ، حذیفہؓ، سالمؓ، ابو ہریرہؓ، عبد اللہ بن السائبؓ، عبد اللہ بن زبیرؓ، عبد اللہ بن عباسؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، عائشہؓ، حفصہؓ، ام سلمہؓ وغیرہ۔ انصار میں عبادہ بن صامتؓ، معاذ بن جبلؓ، مجمع بن حارثہؓ، فضالہ بن عبیدؓ، مسلمہ بن مخلدؓ، عقبہ بن عامرؓ، تمیم الداریؓ وغیرہ (۲) علامہ ذہبی نے طبقات القراء میں حسب ذیل سات

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کا ذکر کیا ہے جو استاذ القراءت تھے۔ عثمان غنیؓ، علیؓ، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابوالدرداءؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ (۲۱)

صحابہ کرامؓ میں قرآن کے قاری و معلم کی تعداد محض اسی قدر نہ تھی بلکہ اس سے بہت زیادہ تھی، چنانچہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ بیر معونہ کے حادثہ میں دھوکہ سے کفار نے دھوکہ دیکر ستر ایسے صحابہ کو شہید کر دیا تھا جو قاری و معلم تھے (۲۲) اسی طرح جنگ یمامہ میں جو عہد ابو بکرؓ میں ہوئی ستر قراء شہید ہوئے اور ان کی شہادت ہی بظاہر جمع قرآن کا محرک بن گئی (۲۳) ہجرت نبوی کے تیسرے سال حضرت حذیفہ بن یمانؓ آذربائیجان اور آرمینیہ کی جنگ میں شریک ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ لوگوں میں قراءت کے سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے اور ہر شخص اپنی قراءت کو دوسرے کی قراءت سے زیادہ صحیح قرار دیتا ہے اس سے وہ خوفزدہ ہوئے اور خلیفہ وقت حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اس سے پہلے یہود و نصاریٰ کی طرح

اختلاف کا شکار ہو جائے آپ اس کی خبر گیری کیجئے، چنانچہ حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ سے وہ مجموعہ قرآن منگوایا جو عہد ابو بکرؓ میں حضرت عمرؓ کے مشورہ سے زید بن ثابتؓ نے جمع کیا تھا، اور زید ابن ثابتؓ عبداللہ بن زبیرؓ، سعید بن العاصؓ اور عبدالرحمان بن الحارثؓ کی ایک کمیٹی بنائی اور انکے ذمہ اس قرآن کے مطابق چند نسخے تیار کرنے کا کام سونپا، ساتھ ہی یہ بھی تاکید کی کہ اگر تم لوگوں کا اور زید بن ثابتؓ کا کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو تم اسے قریش کی زبان کے موافق لکھو کیونکہ قرآن انہی کی زبان پر نازل ہوا ہے۔ چنانچہ ان حضرات نے اس قرآن کی مدد سے سات نسخے تیار کیئے اور حضرت عثمانؓ نے ان کو بصرہ، کوفہ، شام، مکہ، یمن اور بحرین بھیجا اور ایک نسخہ اپنے پاس رکھا جس کو امام کہا جاتا ہے (۲۴) حضرت عثمانؓ نے یہ نسخے نبی ﷺ کی آخری قراءت کے مطابق تیار کرائے تھے اور حکم دیا تھا کہ ہر جگہ اسی کی مطابق تلاوت کی جائے اس لئے علما کا خیال ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی آخری قراءت کے مطابق حضرت عثمانؓ کا قرآن لکھوانا رفع اختلاف قراءت کے لئے تھا۔(۲۵) بعض محققین کا خیال ہے کہ عثمان غنیؓ نے قراءت کے ہر نسخے کے ساتھ ایک صحابیؓ کو بھی بھیجا تھا جو اس قرآن کے مطابق

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قراءت کرنا لوگوں کو سکھائیں (۲۶) مگر چونکہ یہ مصاحف نقط و ضبط اور اعراب سے خالی تھے اس لئے اختلاف قراءت کی گنجائش پھر بھی باقی رہی اور یہی بعد کے ائمہ قراءت کے لئے وجہ امتیاز ثابت ہوئی (۲۷) ان صحابہ حضرات سے تابعینؒ کی بڑی تعداد نے علم قراءت حاصل کیا، ان کے وارث بنے اور اپنے اپنے علاقوں میں فن قراءت کے مرجع و مقتدیٰ قرار پائے۔ چنانچہ مدینہ میں سعید بن المسیبؒ، عروہؒ، سالمؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ، سلیمانؒ، عطاؒ (یہ دونوں یسار کے بیٹے تھے)، معاذ بن الحارثؒ القاری، عبدالرحمانؒ بن ہرمز الاعرج، ابن شہابؒ زہری، مسلم بن جندبؒ، زید بن اسلمؒ، مکہ میں عبید بن عمرؒ، عطا ابن ابی رباح، طاؤسؒ، مجاہدؒ، عکرمہؒ، ابی ملیکہؒ، کوفہ میں علقمہؒ، الاسودؒ، مسروقؒ، عبیدہؒ، عمرو بن شرحبیلؒ، حارث بن قیسؒ، ربیع بن خیثمؒ، عمرو بن میمونؒ، ابو عبدالرحمان السلمیؒ، زرین حبشؒ، عبیدہ بن فضیلہؒ، سعید بن جبیرؒ، ابراہیم نخعیؒ، شعبیؒ ابو عالیہؒ، ابو رجاءؒ، نصر بن عاصمؒ، یحییٰ بن یعمرؒ، حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ اور قتادہؒ، دمشق میں مغیرہ بن ابی شہاب المخزومیؒ، خلید بن سعدؒ وغیرہ (۲۸)

یہ وہ حضرات تھے جو حدیث و قرآن دونوں کے راوی اور دونوں ہی کے حامل و معلم تھے، انہوں نے علم قرآن اور علم حدیث کی بھی اشاعت کی اور علم قراءت کی بھی، عہد تابعینؒ میں قراءت کے اندر اختصاص کا رجحان پیدا ہوا اور بہت سے علماء نے خصوصیت کے ساتھ علم قراءت پر زیادہ توجہ صرف کی۔ اس اختصاص کی ایک وجہ یہ تھی کہ قراءت کا اختلاف بدستور صحابہؓ سے تابعینؒ کی طرف منتقل ہوا اور یہ اختلاف متقاضی تھا کہ مختلف قراءت کے سلسلہ میں واقفیت بہم پہنچائی جائے اور متعدد طرق سے قراءت کے رواج پانے کے ساتھ اس قراءت سے لوگوں کو بچایا جائے جو فی الواقع درست نہیں ہے۔ چنانچہ اس عہد میں قراءت کو ایک مستقل علم یا فن کی حیثیت سے روشناس کرایا گیا، اس سلسلہ میں نحو و صرف اور روایت قراءت کی طرف خاطر خواہ توجہ دی گئی۔ ان علماء نے اس فن میں اس قدر انہماک و اختصاص پیدا کیا کہ فن قراءت کے امام اور اساطین بن گئے۔ اس عہد کے ائمہ قراءت میں حسب ذیل علماء ممتاز و معروف ہوئے۔

مدینہ میں: ابو جعفر یزید بن القعقاع، ان کے بعد شیبہ بن نصاح اور انکے بعد نافع بن نعیم۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مکہ میں: عبداللہ بن کثیر، حمید بن قیس الاعرج اور محمد بن ابی محیص۔

کوفہ میں: یحییٰ بن وثاب، عاصم بن ابی النجود، سلیمان بن مہران الاعمش اور ان کے بعد حمزہ اور کسائی کا دور دورہ رہا۔

بصرہ میں: عبداللہ بن ابی اسحاق، عیسیٰ بن عمر، ابو عمرو بن العلاء اور عاصم الجحدری، ان کے بعد یعقوب الحضرمی کا شہرہ رہا۔

دمشق میں: عبداللہ بن عامر، عطیہ بن قیس الکلاعی، اسماعیل بن عبداللہ بن المہاجر، یحییٰ بن الحارث الزماری اور انکے بعد شریح بن الحضرمی امام فن ہوئے (۲۹)

فن قراءت کے مذکورہ بالا اساطین میں حسب ذیل سات حضرات کو فن قراءت کے امام کی حیثیت سے زیادہ مقبولیت و شہرت حاصل ہوئی۔

۱۔ نافع بن عبدالرحمان بن ابی نعیم مدنی م ۱۶۹ھ انہوں نے تقریباً ۷۰ قراء تابعین سے قراءت کا سبق لیا۔

۲۔ عبداللہ بن کثیر الداری، مکی م ۱۲۰، انہوں نے صحابی رسول ﷺ عبداللہ بن السائبؓ سے قراءت حاصل کی۔

۳۔ ابو عمرو بن العلاء بن عمار بصری م ۱۵۴ھ انہوں نے صرف تابعینؒ سے قراءت حاصل کی۔

۴۔ ابو عمران عبداللہ بن عامر الیحصبی قاضی دمشق م ۱۱۸ھ انہوں نے ابو درداؓ اور عثمان غنیؓ کے تلامذہ سے قراءت سیکھی۔

۵۔ ابو بکر عاصم بن النجود ابن بہدلۃ کوفی م ۱۲۷ھ۔ انہوں نے تابعین سے قراءت پڑھی۔

۶۔ حمزہ بن حبیب بن عمارہ کوفی م ۱۵۷ھ۔ انہوں نے عاصم، اعمش، سبیعی اور منصور وغیرہ سے قراءت پڑھی۔

۷۔ علی بن حمزہ النحوی الکسائی م ۱۸۹ھ۔ انہوں نے حمزہ اور ابو بکر بن عیاش سے قراءت پڑھی (۳۰)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان ائمہ قراءت میں ابن کثیر اور ابن عامر کو صحابی رسول ﷺ سے قراءت بلاواسطہ پڑھنے کا موقع ملا۔ جب کہ بقیہ حضرات تابعین کے شاگرد ہیں۔ قراء سبعہ کے شاگردوں اور راویوں میں دو راویوں اور ان کی دو روایتوں کو زیادہ مقبولیت نصیب ہوئی، چنانچہ امام نافع کے شاگردوں میں قالون م ۲۲۰ھ اور ورش ممتاز و معروف راویان قرأت ہوئے (۳۱) ابنِ کثیر کی قرات کی روایت کرنے والوں میں قنبل م ۲۸۰ھ اور البزی م ۲۴۰ھ ۳۲ زیادہ معروف ہوئے۔ حالانکہ یہ دونوں حضرات ابنِ کثیر سے براہ راست روایتِ قراءت نہیں کرتے بلکہ ان کے شاگردوں کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں۔ ابو عمرو البصری کے شاگردوں میں ابو عمر حفص بن عمر بن عبدالعزیز بن صہبان الازدی م ۲۵۰ھ اور ابو شعیب صالح بن زیاد بن عبداللہ بن اسماعیل الرسبتی م ۲۲۰ھ معروف راویان قراءت ہوئے، ابنِ عامر الشامی سے روایت کرنے والوں میں عبداللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان القرشی الدمشقی م ۲۴۲ھ اور ہشام بن عمار بن نصیر بن ابان بن میسرہ اسلمی دمشقی م ۲۴۵ھ زیادہ مشہور ہوئے۔ یہ بھی ابنِ عامر سے براہِ راست نہیں بلکہ ان کے تلامذہ کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں۔ عاصم الکوفی کے شاگردوں میں ابوبکر شعبہ بن عیاش بن سالم الکوفی م ۱۹۴ھ اور حفص بن سلیمان بن المغیرۃ الاسدی م ۱۹۰ یہ بہت معروف و مقبول ہوئے۔ حمزہ الکوفی سے روایت کرنے والوں میں ابو محمد خلف بن ہشام البزاز م ۲۲۹ھ اور خلاد بن خالد ابن خلید الکوفی م ۲۲۰ھ معروف راویان قراءت ہوئے۔ یہ حضرات سلیم کے واسطہ سے کسائی کی قراءت کی روایت کرتے ہیں۔ کسائی کے شاگردوں میں ابو عمر حفص بن الدوری النحوی م ۲۴۶ھ اور ابو الحارث اللیث بن خالد البغدادی م ۲۴۰ھ کو شہرت ملی (۳۳)

یوں تو قراءت کی معروف روایات سبعہ بھی ہیں عشرہ بھی ہیں اور اربعہ عشرہ بھی، مگر ائمہ سبعہ اور ان کی قراءت کو جو قبولِ عام اور مرجعیت انام حاصل ہوئی وہ دوسری قراءتوں اور ائمہ کو حاصل نہ ہوئی۔ اسی طرح قراءۃ سبعہ سے متعلق حسبِ ذیل کتابیں زیادہ متداول اور مقبول ہوئیں، ابو عمرو عثمان بن سعید الدانی م ۴۴۴ھ کی التیسیر فی القراءات السبع، ابو محمد مکی بن طالب القیسی م ۴۳۷ھ کی التبصرۃ فی القرائۃ السبع، ابو طاہر اسماعیل بن خلف بن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سعید عمران انصاری م ۴۵۵ھ کی کتاب العنوان، ولی اللہ القاسم بن مغیرہ خلف اندلسی الشاطبی کی حرز الامانی ووجہ التہانی معروف بہ الشاطبیہ اور عثمان ابن سعید دانی کی جامع البیان فی القراءت السبع وغیرہ۔ ان وجوہ سے لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ صحیح قراءت وہی ہے جو ائمہ سبعہ سے منقول و مروی ہے اور یہ کہ نبی کریم ﷺ نے سبعۃ احرف پر نزول قرآن کی بابت جو فرمایا ہے وہ انہی ائمہ کی قراءت سبعہ ہے بلکہ لوگوں نے اس سے بھی آگے بڑھ کر قراءت سبعہ کیلئے امام دانی کی التیسیر فی القراءت السبع اور امام شاطبی کی منظوم کتاب الشاطبیہ کو معیار صحت اور وجہ اعتبار قرار دیا۔ یہاں تک کہ ان دو کتابوں میں کوئی قراءت نہ ملی تو اسے شاذ قرار دے دیا (۳۴)۔ حالاں کہ یہ خیال درست نہیں، محقق ابن الجزری م ۸۳۳ھ نے تفصیل سے اس خیال کی کمزوری پر گفتگو کی ہے۔ وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ معیار صحت نہ ائمہ سبعہ ہیں اور نہ ہی سبعۃ احرف کا مدلول ان ائمہ کی قراءت ہے بلکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ بعض اوقات وہ روایت قراءت زیادہ صحیح ہوتی ہے جو مذکورہ دو کتابوں میں نہیں ہے۔ (۳۵) ابن الجزریؒ نے ابو العباس احمد بن عمار المہدوی م ۴۳۰ھ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ نافع ابن کثیر، ابی عمرو، عاصم، حمزہ اور کسائی کی قراءت پر لوگوں کا انحصار بر بنائے اختصار و اختیار ہے۔ حالانکہ عام لوگوں نے انکی قراءت کو حتمی و قطعی تصور کر لیا اور ان کے بھی صرف دو دو راوۃ ہی مدار صحت و اعتبار ٹھہرے اور ان کے علاوہ باقی سب قراءۃ کو غلط سمجھ لیا گیا۔ (۳۶) امام ابو محمد مکی کہتے ہیں علماء نے اپنی کتابوں میں ۷۰ ستر ایسے ائمہ قراءت کا تذکرہ کیا ہے جو مذکورہ ائمہ سبعہ سے زیادہ قدر و منزلت اور اعلیٰ مرتبت کے حامل تھے مگر بعد کے علماء نے ان میں سے بعض کا تذکرہ کیا اور بعض کا نہیں کیا۔ (۳۷)

قراءت عشرہ کے اماموں میں جو حضرات مشہور ہوئے ان میں ائمہ سبعہ کے علاوہ حسب ذیل تین قراء شامل تھے:

۱۔ یزید بن القعقاع القاری م ۱۳۰ھ، یہ تابعی تھے انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے قراءت حاصل کی تھی اور یہ دونوں صحابہؓ ابی ابن کعبؓ کے شاگرد قراءت تھے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۲۔ ابو محمد بن اسحاق یعقوب الحضرمی م ۲۰۵ھ

۳۔ ابو محمد بن خلف بن ہشام بن ثعلب م ۲۲۹ھ

ان تینوں اماموں کی روایات ان کے دو شاگردوں کے ذریعہ معروف ہوئیں۔ یزید کے شاگردوں میں ابو موسیٰ عیسیٰ بن وردان الحذاء م ۱۶۰ھ اور ابو الربیع سلیمان بن مسلم جماز م ۱۷۰ھ مشہور راویان قراءت ہوئے۔ یعقوب کے شاگردوں میں روح بن عبد المؤمن م ۲۳۴ھ، یہ راوی حدیث بھی تھے اور امام بخاریؒ کے شیخ تھے، اور ابو عبد اللہ محمد بن التوکل اللؤلوی معروف بہ رویس م ۲۳۸ھ مشہور ہوئے، خلف کے شاگردوں میں ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن عثمان بن عبد اللہ المروزی م ۲۰۶ھ اور ابو الحسن ادریس بن عبد الکریم الحداد البغدادی م ۲۹۲ھ معروف ہوئے۔

قراءت عشرہ کے سلسلہ میں حسبِ ذیل کتابیں معروف و متداول ہوئیں، ابو الحسن بن محمد بن ابراہیم البغدادی م ۴۳۸ھ کی کتاب الروضۃ، نصر بن عبد العزیز بن احمد الفارسی م ۴۶۱ھ کی کتاب الجامع، ابو طاہر احمد بن علی بن عبد اللہ البغدادی م ۴۹۶ھ کی کتاب المستنیر، محمد بن احمد بن علی الخیاط البغدادی، ۴۹۹ھ کی کتاب المہذب اور ابن الجزری م ۸۳۳ھ کی النشر فی القراءات العشر، قراءاتِ عشرہ کے بعد چودہ طرق قراءت کے بھی ائمہ معروف ہوئے، ان میں ائمہ عشرہ کے ساتھ حسبِ ذیل چار علماء کی روایات شامل ہیں۔

(۱) حسن بصریؒ م ۱۱۰ھ

(۲) ابنِ محیص محمد بن عبد الرحمان السہمی المکی م ۱۲۳ھ

(۳) یحییٰ بن المبارک بن المغیرۃ الیزیدی م ۲۰۴ھ

(۴) محمد بن احمد بن ابراہیم بن یوسف الشنبوذی م ۳۸۸ھ (۳۸)

قراءت کی اربعۃ عشرہ روایات سے متعلق احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن الغنی الدمیاطی البناء م ۱۱۱۷ھ کی اتحاف فضلاء البشر فی القراءات الاربعۃ عشر زیادہ مشہور ہوئی۔

ان ائمہ کے بکثرت تلامذہ اور متوسلین حامل قراءت ہوئے اور وہ تمام ممالک و امصار میں پھیل گئے، پھر انکے شاگردوں نے تمام علاقوں میں پھیل کر علم قراءت کی اشاعت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ علم قراءت کو عالم گیر پیمانہ پر شہرت و مقبولیت اور وسعت حاصل ہوئی، مگر اس کا ایک کمزور پہلو بھی تھا وہ یہ کہ لہجوں اور حروف و قراءت کے اختلاف نے بھی وسعت حاصل کی اور یہ اختلاف اس قدر بڑھا کہ پھر وہی صورت حال پیدا ہو گئی جس کا خطرہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے محسوس کیا تھا، یہاں تک کہ صحیح و غلط قراءت کی تمیز مشکل ہو گئی، اس صورت حال کے پیش نظر علماء نے فن قراءت کے اصول و ضوابط مقرر کئے قراءت کی تدوین و تہذیب کی، عرق ریزی کے ساتھ روایات قراءت کو جمع کیا، حروف، وجوہ اسناد کی وضاحت کی، صحیح مشہور، متواتر اور شاذ قراءت کے اصول و ارکان مقرر کئے اور ہر قراءت کو الگ الگ وضاحت سے بیان کیا، قراءت صحیحہ کے لئے یہ معیار مقرر کیا گیا کہ وہ قراءت جو عربیت کے موافق خواہ کسی پہلو سے ہو، مصحف عثمانی کے رسم کے مطابق خواہ احتمالاً ہی ہو اور اس کی سند درست ہو وہ قراءت صحیح ہے جس کا قبول کیا جانا ناگزیر ہے اور رد کرنا درست نہیں، اور اگر ان تینوں میں سے کسی ایک رکن کی بھی قراءت میں مخالفت ہو تو وہ روایت ضعیف یا شاذ یا باطل ہو گی خواہ وہ ائمہ سبعہ یا ان کے بڑوں سے مروی کیوں نہ ہو، (۳۹) اسی اصول کو منظوم طریقہ پر الطیبہ کے مؤلف نے اس طرح کہا ہے۔

کل ما وافق وجه النحو	وكان للرسم احتمالا يحوى
وصح اسناد اهوا القران	فهذه الثلاثة اركان
وحيثما يختل ركن اثبت	شذوذه لو انه في السبعة (۴۰)

ہر وہ قراءت جو نحو کے مطابق ہو اور احتمالاً ہی سہی رسم عثمانی کے مطابق ہو اور اس کی سند صحیح ہو تو وہ قرآن ہی ہے اور اس کے یہی تین ارکان ہیں، اور جس قراءت میں کوئی ایک رکن نہ ہو تو وہ شاذ ہے اگر چہ وہ سبعہ میں ہو۔

اندلس کے اندر علم قراءت کی اشاعت کا آغاز چوتھی صدی ہجری کے آخر میں ہوا، مصر کے ائمہ قراءت نے اندلس ہجرت کی اور وہاں اس فن کی داغ بیل ڈالی، ان مہاجر علماء میں سر فہرست ابو عمر احمد بن محمد عبداللہ الطلمنکی م ۴۲۹ھ ہیں، ان کے بعد ابو محمد مکی بن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طالب القیسی م ۴۳۷ھ پھر حافظ ابو عمرو عثمان بن سعید الدانی، ۴۴۴ھ وغیرہ نے وسیع پیمانہ پر اس علم کی روایت واشاعت کی (۴۱) ابو علی الحسن بن علی بن ابراہیم الاہوازی م ۴۴۶ھ اور ان کے ہمعصر ابو القاسم یوسف بن علی بن جبارہ الہذلی ۴۶۵ھ نے دمشق سے مشرق کا سفر کیا اور ماوراء النہر کے علاقے غزنی وفرغانہ اور دیگر مقامات تک پہنچے اور وہاں علم قراءت کی روایت واشاعت اور خدمت کی۔ اسی عہد میں ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد الطبری م ۴۷۸ھ نے مکہ میں مسند قراءت جمائی، مذکورہ دونوں حضرات علم قراءت کے ممتاز مولف وجامع ہوئے۔ اول الذکر نے اپنی کتاب الکامل فی القراءۃ میں ائمہ قراءت سے مروی پچاس قراءت اور ایک ہزار چار سو انسٹھ روایات طرق کو اکٹھا کیا۔ اس کے لئے انہوں نے تین سو پینسٹھ شیوخ قراءت سے استفادہ کیا۔ آخر الذکر نے کتاب التلخیص فی القراءۃ الثمان اور وثوق العروس میں ایکہزار پانچ سو پچاس روایات وطرق کو جمع کیا۔ ان کے بعد ابو القاسم عیسیٰ بن عبدالعزیز اسکندری م ۶۲۹ھ نے الجامع الاکبر والبحر الازخر میں سات ہزار روایات وطرق قراءت کو جمع کیا۔

www.kitabosunnat.com

سب سے پہلے فن قراءت پر جس عالم نے کتاب لکھی وہ امام کسائی م ۱۸۹ھ ہیں، اور ان کے بعد عبید بن قاسم بن سلام م ۲۲۴ھ ہیں۔ ابن الجزری نے ابن سلام کو پہلا معتبر مصنف قراءت قرار دیا ہے۔ انہوں نے قراء سبعہ کے ساتھ ۲۵ قاریوں کی قراءت جمع کیں (۴۲) علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بغیۃ الوعاۃ میں ہارون بن موسیٰ الاعور کے تذکرہ میں لکھا هو اول من تتبع وجوه القراء ت والفهاوتتبع الشاذ منها و بحث علی اسناده ہارون موسیٰ نسلاً یہودی تھے اس لئے مشہور مستشرق گولٹ سیہر نے اپنی کتاب مذاہب التفسیر الاسلامی میں بڑے فخر کے ساتھ لکھا ہے کہ اس فن پر سب سے پہلے ایک یہودی النسل مسلمان نے قلم اٹھایا (۴۳) جب کہ سیوطیؒ کی اطلاع بجائے خود کامل نہیں ہے۔ ہارون سے پہلے ابو عمرو بن العلاء نے جن سے ہارون نے قراءت حاصل کی کتاب القراءت لکھی اور انکے شیخ ابان بن تغلب اور مقاتل بن سلیمان نے بھی کتاب القراءت لکھی تھی ان کے بعد احمد بن جبیر محمد کوفی م ۲۵۸ھ پھر قالون کے شاگرد اسماعیل بن اسحاق

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مالکی م ۲۸۲ ان کے بعد ابو جعفر بن جریر طبری م ۳۱۰ھ نے کتاب الجامع لکھی پھر ابو بکر محمد بن احمد الدجونی م ۳۲۴ھ پھر ابو بکر احمد بن موسیٰ م ۳۲۴ھ نے قرائت سبعہ کو جمع کیا (۴۴) ان ہی کے عہد میں علم قراءت پر وسیع اور مختلف الجہات تصانیف کا سلسلہ شروع ہوا، ابو بکر احمد بن نصر الشذائی م ۳۷۰ھ، ابو بکر احمد بن الحسین لبن مہران، ۳۸۱ھ، ابو الفضل محمد بن جعفر الخزاعی، ۴۰۸ھ، ابو عمرو عثمان بن سعید الدانی، ۴۴۴ھ وغیرہ نے اس فن پر دقیع کتابوں کا ذخیرہ قلم بند کیا۔ علامہ ابن الجزری م ۸۳۳ھ نے اپنی کتاب النشر فی القراءت العشر میں اپنے پیشرؤں کی ستاون کتابوں کا تعارف کرایا ہے جن سے انہوں نے استفادہ کیا ہے۔ پھر علماء قراءت کے حالات اور علمی خدمات سے متعلق بھی کتابیں لکھی گئیں، انمیں علامہ شمس الدین ذہبی کی طبقات القراء علامہ سعید الدانی کی طبقات القراء اور علامہ ابن الجزری کی غایۃ النہایہ فی طبقات القراء خاصی مشہور ہوئیں۔

مختلف ادوار میں فن قراءت پر تدریس و تجوید کے علاوہ کتابوں اور رسالوں کی تصنیف کا جو سلسلہ رہا۔ اس کا جائزہ حسب ذیل اجمالی فہرست سے لگایا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس فن کی تمام کتابوں کا نہ احاطہ کیا جاسکتا ہے۔ اور نہ ساری کتابیں آج محفوظ ہیں بلکہ ان میں قابل ذکر کتابوں ہی کا تذکرہ مقصود ہے۔

تیسری صدی ہجری میں جو کتابیں معروف ہوئیں ان میں حسب ذیل کتابیں اہم ہیں:

کتاب القراءات	ابو عبید قاسم بن سلام نا معلوم
کتاب القراءات	ابو حاتم سہیل بن محمد، ۲۴۸ھ
کتاب القراءات	قاضی اسماعیل بن اسحاق مالکی م ۲۸۲ھ
کتاب القراءات	ثعلب ابو العباس بغدادی ۲۹۱ھ
کتاب الشواذ	ثعلب ابو العباس بغدادی ۲۹۱ھ
کتاب القراءات	احمد بن جبیر م ۲۵۸ھ
آداب القراءات	عبد اللہ بن مسلم دینوری م ۲۷۶ھ
کتاب القرءات	ابو عمر بن العلاء

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتاب القراءات	لبان بن تغلب
کتاب القراءات	مقاتل بن سلیمان

چوتھی صدی ہجری میں پچیس سے زیادہ کتابیں علم قراءت کے مختلف پہلوؤں پر رقم کی گئیں ان میں سے زیادہ تر بغداد میں لکھی گئیں۔ انمیں سے کچھ معروف کتابیں یہ ہیں:

کتاب السبعہ	امام ابو بکر احمد بن موسیٰ التیمم ۳۲۴ھ
کتاب الجامع	ابو جعفر محمد جریر طبری م ۳۱۰ھ
المستنیر	ابو طاہر احمد بن علی بن عبداللہ البغدادی م ۴۹۶ھ
کتاب التبصرۃ	ابو محمد مکی بن ابی طالب اندلسی م ۴۳۷ھ
کتاب المہذب	ابو منصور محمد بن احمد علی الخیاط بغدادی م ۴۹۹ھ
الجامع فی القراءات العشر	ابوالحسن علی بن محمد بن علی بن فارس الخیاط البغدادی م ۴۵۰ھ
کتاب المفید	ابو نصر احمد بن مسرور بن عبدالوہاب البغدادی م ۴۴۲ھ
کتاب التذکار	ابوالفتح عبدالواحد بن الحسین البغدادی م ۴۴۲ھ
کتاب الکامل	ابوالقاسم یوسف بن علی بن جبارہ الہزلی م ۴۶۵ھ
کتاب المنتہی	ابوالفضل محمد بن جعفر الخزاعی م ۴۸۰ھ

چھٹی صدی ہجری میں اندلس کے ساتھ بغداد اور مصر کو بھی مرکزیت حاصل ہوئی اس عہد میں جو تصانیف معرض وجود میں آئیں ان میں نمائندہ کتب یہ ہیں:

تلخیص العبارات	ابو علی الحسن بن خلف بن عبداللہ بن بلیمہ قروانی م ۵۱۴ھ
کتاب التجرید	ابوالقاسم عبدالرحمان بن ابی بکر معروف بہ ابن فحام م ۵۱۶ھ
کتاب المنتج	ابو محمد عبداللہ بن علی بن احمد معروف بہ سبط خیاط بغدادی م ۵۴۴ھ
کتاب الایجاز	ابو محمد عبداللہ بن علی بن احمد معروف بہ سبط خیاط بغدادی م ۵۴۴ھ
حرز الامانی ووجہ التہانی	ولی اللہ ابوالقاسم محمد القاسم بن خیرۃ بن خلف بن احمد اندلسی الشاطبی م ۵۹۰ھ
الموضح	ابو منصور محمد بن عبدالملک بن حسن بغدادی م ۵۲۹ھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

المفتاح	ابو منصور محمد بن عبد الملک بن حسن بغدادی م ۵۲۹ھ
کتاب الارشاد	ابو العز محمد بن الحسین بن مندار القلانسی ۵۲۱ھ
کتاب الکفایہ الکبریٰ: ابو العز محمد بن الحسین بن مندار القلانسی ۵۲۱ھ	
غایۃ الاختصار	ابو العلا الحسن بن احمد بن حسن بن احمد بن محمد العطار الہمدانی م ۵۶۹ھ
مفردۃ یعقوب	ابو العلا الحسن بن احمد بن حسن بن احمد بن محمد العطار الہمدانی م ۵۶۹ھ
کتاب الاضاع	ابو جعفر احمد بن علی ابن احمد بن خلف بن الباذش انصاریم ۵۴۰ھ
کتاب التذکرہ	ابو الحسن طاہر بن امام، الحلیم ۳۹۹ھ
کتاب القراءت	ابو الحسن علی بن عمر بغدادی م ۳۸۵ھ
الارشاد فی العشرہ	عبد المنعم بن عبید اللہ الحلبی م ۳۸۹ھ
الحجۃ فی الاحتجاج للقراءت السبع حسن، ناحمد عبد الغفار معروف بہ علی الفارسی م ــــ ھ	
المحتسب فی القراءۃ الشاذہ	ابو الفتح عثمان ابن جنی م ۳۹۲ھ
کتاب الغایۃ	ابو بکر احمد بن الحسین بن مہران الاصبہانی م ۳۸۱ھ

پانچویں صدی ہجری میں فن قراءت پر خاص توجہ دی گئی۔ اس عہد میں علم قراءت پر بہت سی اہم تصانیف سامنے آئیں اور اندلس کو اس معاملہ میں صدر نشینی کا مقام حاصل رہا۔ اسی عہد میں سعید الدانی اور مکی بن ابی طالب جیسے باکمال فضلاء نے جوہر فن دکھایا۔ حسب ذیل کتابیں خصوصیت کے ساتھ اس عہد کی یادگار ہیں۔

المنتہی فی العشر	ابو الفضل محمد بن جعفر م ۴۰۸ھ
الہادی فی السبعہ	ابو عبد اللہ محمد بن سفیان قیروانی م ۴۱۴ھ
کتاب المجتبٰی	ابو القاسم عبد الجبار بن احمد بن عمر الطوسی م ۴۲۰ھ
الروضۃ فی العشرہ	ابو عمر احمد بن عبد اللہ بن طالب طلمنکی قرطبی م ۴۲۹ھ
الہدایۃ فی السبعۃ	ابو العباس احمد بن عمار مہدوی م ۴۳۰ھ
العنوان	ابو طاہر اسماعیل بن خلف سعید بن عمران انصاری اندلسی م ۴۵۵ھ
التیسیر فی القراءات السبع	عثمان بن سعید الدانی م ۴۴۴ھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتاب الکافی ابو عبداللہ محمد بن شریح الرعینی م ۴۷۶ھ
کتاب الجامع نصر بن عبدالعزیز بن احمد الفارسی م ۴۶۱ھ
کتاب الروضۃ ابو الحسن محمد بن ابراہیم البغدادی م ۴۳۸ھ
کتاب التلخیص ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد الطبری م ۴۷۸ھ
کتاب الوجیز ابو علی حسن بن علی بن ابراہیم ہوازی م ۴۴۶ھ
قراءۃ ابن محیصن ابو علی حسن بن علی بن ابراہیم ہوازی م ۴۴۶ھ
کتاب المصباح ابو بکر المبارک بن الحسن ابن احمد الشہزوری البغدادی م ۵۵۰ھ
کتاب المفید ابو عبداللہ محمد ابراہیم الحضرمی الیمنی م ۵۶۰ھ
قراءۃ ابی عمرو شہاب الدین احمد بن دھبان م ۵۸۵ھ

ساتویں صدی ہجری میں جو کتابیں قراءت پر معروف ہوئیں وہ یہ ہیں۔

کتاب الاعلان ابو القاسم عبدالرحمان بن اسماعیل بن عثمان الاسکندری م ۶۳۶ھ
کتاب الشمعۃ ابو عبداللہ محمد بن احمد ابن محمد الموصلی معروف بہ شعلہ م ۶۵۶ھ
عقد اللآلی فی القراءات السبع العوالی ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی م ۶۵۴ھ (۴۵)
جمال القراء و کمال الاقراء علم الدین ابو الحسن علی بن محمد بن عبدالصمد السخاوی م ۶۴۳ھ (۴۶)
معروۃ یعقوب ابو محمد عبدالباری ابن عبدالرحمان بن عبدالکریم الصعیدی م ۶۵۰ھ
الجامع الاکبر والبحر الازخر ابو القاسم عیسیٰ بن عبدالعزیز اسکندری م ۶۲۹ھ

آٹھویں صدی ہجری میں اس موضوع پر جو کتابیں رقم ہوئیں۔ حسبِ ذیل کتب ان میں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں:۔

کتاب الکنز ابو محمد عبداللہ بن عبدالمؤمن بن الوجیہ الواسطی م ۷۴۰ھ
کتاب الکفایہ ابو محمد عبداللہ بن عبدالمؤمن بن الوجیہ الواسطی م ۷۴۰ھ
جمع الاصول ابو الحسن علی بن محمد بن ابی سعد دیوانی الواسطی م ۷۴۳ھ
کتاب الشرعہ شرف الدین بن ہبۃ اللہ بن عبدالرحیم بن بارزی م ۷۳۸ھ
کتاب البستان ابو بکر عبداللہ ابن ایدغدی معروف بہ ابنِ جندی م ۷۶۹ھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

البرہان فی علوم القرآن : امام بدر الدین الزرکشی م ۷۹۴ھ
(اس کتاب میں علم قراءت کو بھی شامل کیا گیا ہے)
کنز المعانی فی شرح : ابراہیم بن عمر الجعبری م ۷۳۲ھ
حرز الامانی ووجہ التہانی (۴۷ ۹)
سراج القاری (۴۸) نور الدین ابو البقا علی بن عثمان بن محمد بغدادی م ۸۰۱ھ
قرۃ العینین فی الامالہ بین اللفظین (۵۱) ابن القاصح علی بن عثمان م ۸۰۱ھ
تحفۃ الانام فی الوقف علی الہمزۃ لحمزہ وہشام ابن القاصح علی بن عثمان م ۸۰۱ھ
مبرز المعانی فی شرح قصدہ حرز الامانی عماد الدین بن علی، تالیف ۷۶۲ھ (۴۹)

نویں صدی ہجری میں جو ائمہ قراءت گذرے انمیں حافظ ابو الخیر محمد بن محمد الدمشقی معروف بہ ابن الجزری م ۸۳۳ھ سب سے زیادہ مشہور ہوئے۔ انکی کتاب النشر فی القراءات العشر کو خصوصیت کے ساتھ مقبولیت حاصل ہوئی۔ علم قراءت پر انکی کتابوں میں اصول قراءت، التحبیر علی التیسر، طبقات القراءء القراۃ الشاذہ، الابتداء، مقدمہ الجزریۃ وغیرہ معروف ہیں۔ عفیف الدین عثمان بن عمر الناشری م ۸۶۰ھ کی الدر الناظم لروایۃ حفظ من قراءۃ عاصم بھی معروف ہے۔

یہ وہ عہد تھا جس میں سقوط اندلس کا سانحہ پیش آیا۔ تاتاریوں کے حملوں نے اسلامی علاقوں کو زیروزبر کیا۔ مسلمانوں کے اضمحلال وانتشار کا علم قراءت پر بھی اثر ہوا اور اس فن کی رفتار ترقی متاثر ہوئی۔ چنانچہ ابن الجزری لکھتے ہیں:

واما الیوم فھذا باب اغلق و طریق سدنال اللہ التوفیق و نعوذبہ
من قصور الھمم ونفاق سوق الجھل فی العرب والعجم (۵۰)

(آج قراءت کا باب بند ہے اور راستہ مسدود ہے۔ ہم اللہ سے توفیق مانگتے ہیں اور ہمتوں کی کوتاہی اور عرب وعجم میں بازار جہل کے نفاق سے پناہ مانگتے ہیں)

دسویں صدی ہجری میں علم قراءت کی اشاعت وخدمت کے لئے مصر کو مرکزیت حاصل ہوئی۔ اس عہد میں نہ صرف فن قراءت بلکہ علوم القرآن اور علوم الحدیث وغیرہ پر الافانی کتابیں لکھنے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

والی شخصیت علامہ جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمان بن ابو بکر السیوطی م ۹۱۱ھ کی ہے۔ ان کی مشہور زمانہ کتاب الاتقان فی علوم القرآن زرکشی کی البرہان پر اضافہ بھی ہے اور بے مثل بھی۔ فن قراءت پر اُن کی شرح شاطبیہ، الدر النثیر فی قراءت ابن کثیر، الدر المنثور معروف ہیں۔

اس عہد کی دوسری معروف کتابوں میں کچھ یہ ہیں:

لطیف الاشارات بفنون الاشارات: شہاب الدین احمد بن محمد بن ابو بکر قسطلانی مصری م ۹۲۳ھ

شرح شاطبیہ: شہاب الدین احمد بن محمد بن ابو بکر قسطلانی مصری م ۹۲۳ھ

کنز فی وقف حمزہ وہشام علی الہمز: شہاب الدین احمد بن محمد بن ابو بکر قسطلانی مصری م ۹۲۳ھ

خلاصۃ قرۃ العین: زین الدین ابو یحییٰ ذکریا بن محمد خزرجی مصری م ۹۲۶ھ

الدقائق المحکمۃ شرح مقدمہ جزریہ (۵۱) زین الدین ابو یحییٰ ذکریا بن محمد خزرجی مصری م ۹۲۶ھ

القراءۃ الثلاثۃ فی الائمۃ الثلثۃ: محمد العمری العدوی م ۹۲۰ھ

الحواشی الازہریہ فی حل الفاظ المقدمۃ الجزریہ: خالد بن عبداللہ ابو قاد الازہری م ۹۵۰ھ

سکندر شاہی شرح حرز الامانی: یکے از شاگردان قاضی جمال خضر، تالیف ۹۲۳ھ

قواعد القرآن: یار محمد بن حداد سمرقندی، تالیف ۹۳۰ھ

ترجمۃ المستفید لمعانی مقدمۃ التجوید: جمال الدین محمد بن عمر الحضرمی ۹۳۰ھ

المجموعہ شرح مقدمہ الجزریہ: عصام الدین احمد بن مصطفی تاشکوپیر زادہ م ۹۶۸ھ

گیارھویں صدی ہجری میں جو کتابیں فن قراءت پر لکھی گئیں ان میں نور الدین علی بن سلطان محمد معروف بہ ملا علی القاری م ۱۰۱۴ھ کی کتاب شرح شاطبیہ اور المنح الفکریۃ شرح مقدمہ الجزریہ زیادہ معروف ہیں۔ (۲) ملا علی القاری حدیث وفقہ پر اپنی گراں قدر خدمات کی وجہ سے اہل علم میں معروف ہیں (۵۲) بلکہ بعض حضرات نے ان کو دسویں صدی کا مجدد بھی کہا ہے۔ اس عہد کی دوسری معروف کتابیں حسب ذیل ہیں:

کنز الایمان (۵۳): محمد تقی الدین عبد الہادی، تالیف ۱۰۸۶ھ

بیان المشکلات علی المبتدئین فی جہۃ التجوید: ملا حسین بن اسکندری م ۱۰۶۰ھ

تحفۃ القراء: ابن ابراہیم مصطفی القاری، ۱۰۶۸ھ میں زندہ تھے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تبصرۃ القراء : ملا حسن القاری سبزواری تالیف قبل ۷۰۷ھ

خلاصۃ القراءۃ : قاسم جون پوری (عہد شاہ جہانی)

مفید القراء : نعمت اللہ بن رحمت اللہ، تالیف ۱۰۸۹ھ

انوار الطلعۃ فی مذاہب القراء السبعۃ : احمد بن محمد الشویری الشافعی

رسالۃ فی القرائۃ : سلطان بن احمد بن سلامۃ المزاجی م ۱۰۷۵ھ

الدر الفرید فی القراءۃ : شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۱۰۵۲ھ

شرح الشاطبیہ (۷۰ ستر اجزاء میں) : شیخ محمد صدیقی کاکوری

بارھویں صدی ہجری میں احمد بن محمد دمیاطی معروف بہ البنا م ۱۱۱۷ھ کی کتاب اتحاف فضلاء البشر فی القراءات : اربعۃ عشر بہت زیادہ مقبول ہوئی۔ اسی عہد کے سید علی نوری الضاقسی مصری م ۱۱۱۷ھ کی کتاب اغیث النفع فی القراءات السبع نے بھی قبولِ عام حاصل کیا۔ اسی عہد میں حسب ذیل کتابیں بھی لکھی گئیں۔

معرفۃ القراءۃ : حافظ عبدالرحیم سبع قاری (عہد عالم گیری)

رسالہ فی آداب قراءۃ القرآن : محمد بن مصطفےٰ بن عثمان الخاوی م ۱۱۶۸ھ

قواعد التجوید : غلام مصطفیٰ بن شیخ چاند صدیقی م قبل ۱۱۸۲ھ

کفایت القاری : سیف الدین، تالیف ۱۱۳۶ھ

مطلوب القاری : عبدالرحیم بن محمد یوسف سالار پنجابی (عہد عالمگیری)

الثغر الباسم فی قراءۃ امام عاصم : علی عطیہ ابو مصلح الغرنی م ۱۱۸۸ھ

رسالۃ فی مشکلات القراءت : احمد بن عمر الاسقاطی م ۱۱۵۹ھ

تیرھویں صدی ہجری میں جو کتابیں لکھی گئیں ان میں سے کچھ اہم کتابیں حسب ذیل ہیں:

وجوہ المسفرۃ : محمد بن احمد شمس متولی مصری ۱۳۱۳ھ

الفوائد المعتبرہ : محمد بن احمد شمس متولی مصری ۱۳۱۳ھ

نظم قولہ تعالیٰ آلئن : محمد بن احمد شمس متولی مصری ۱۳۱۳ھ

المواہب الملکیہ فی تعریف تجوید لادائیہ (ام القری) احمد اسعد الدہان تالیف ۱۲۶۰ھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خلاصۃ النوادر : مفتی محمد سعد اللہ مراد آبادی م ۱۲۹۴ھ

عنوان الایقان فی رد قراء الزمان : محسن علی (شیعہ) تالیف ۱۲۵۷ھ

کنز القراء : حاجی زبردست کا کرین کرم خاں اواخر ۱۲۰۰ھ

تذکرۃ القراء السبع : محمد عابد بن احمد سندھی م ۱۲۵۷ھ

چودھویں صدی ہجری میں فن قراءت پر بہت سی کتابیں، اور امہات کتب کی شروح لکھی گئیں جن میں کچھ حسب ذیل ہیں:

فتح الفقلات لما تضمنہ نظم الحرز والدرۃ من القراءۃ، رضوان بن محمد بن سلیمان الخلاق م ۱۳۱۱ھ ارشاد المرید، البہجۃ المرضیۃ، فتح الکریم المنان، تقریب النفع، صریح النص، الفرائد المرتبۃ علی الفوائد المہذبۃ، المطلوب، شرح طیبۃ النشر، یہ سب کتابیں علی بن محمد عرف صناع، شیخ القراء جامع ازہر مصر کی تصنیف کردہ ہیں۔

سعادۃ الدارین، السیوف الساحقہ، الکواکب الدریۃ۔ یہ تینوں کتابیں محمد بن علی بن خلف حسینی حداد کی ہیں۔ تنشیط الطبع، جمال القرآن، یادگار حق القرآن یہ سب کتابیں مولانا اشرف علی تھانویؒ م ۱۳۶۲ھ کی ہیں۔

شرح سبعہ مولفہ، قاری ابو محمد محی الاسلام، افضل الدرر اور فوائد مکیہ قاری عبدالرحمان الٰہ آبادی م ۱۳۴۹ھ کی یادگار ہیں۔ خلاصۃ البیان و ضیاء القراءت، مولف قاری ضیاء الدین الٰہ آبادی م ۱۳۷۱ھ (۵۴)

ہدیۃ الوحید مولفہ قاری عبدالوحید الٰہ آبادی، تیسیر التجوید مولفہ قاری عبدالمالک علی گڑھی، توضیح العشر فی طیبۃ النشر، المعانی الجلیلۃ شرح عقیلۃ مولفہ قاری عبداللہ گنگوہی م ۱۳۶۵ھ، تنویر شرح تیسیر مولف مولانا رحیم بخش پانی پتی، عنایات رحمانی شرح شاطبیہ قاری فتح محمد صاحب اعمی پانی پتی، تیسیر الطبع فی اجراء السبع، قاری محمد حسین مالیگاؤں، کاشف الابہام، ضیاء البرہان فی الجواب علی خط القرآن مولف قاری محب الدین الٰہ آبادی، احیاء المعانی از مولانا ظہیر الدین صاحب اعظمی، تذکرہ قاریان ہند مولف کرنل بسم اللہ بیگ، یہ کتاب تین جلدوں میں ہندوستان کے قاریوں کا واحد ریکارڈ ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسی صدی میں ہندوستان کو علم قراءت میں مرکزیت نصیب ہوئی۔ الٰہ آباد، لکھنؤ، دیوبند، مراد آباد، علی گڑھ وغیرہ میں مراکز قراءت آج بھی قائم ہیں۔ اسی صدی میں ملکی وبین الاقوامی سطح پر قراءت کا اہتمام کیا گیا۔ اس میں ہند، مصر، عرب، ملیشیا، ایران، پاکستان وغیرہ نے آگے بڑھ کر حصہ لیا۔

موجودہ عہد یعنی پندرھویں صدی کے آغاز پر علم قراءت کی مشعلیں بحمد اللہ خوب روشن ہیں اور تدریس وتصنیف سے لے کر مظاہرہ قراءت اور سیمینار وغیرہ کا اہتمام جاری ہے۔ اس وقت قراءت پر سب سے زیادہ صاحب تصانیف دار العلوم دیوبند کے صدر شعبہ قراءت مولانا قاری ابو الحسن اعظمی ہیں۔ جنہوں نے حسب ذیل کتابیں لکھیں۔ اتحاف البررہ بالمتون العشرہ، قواعد التجوید علم قراءت اور قراء سبعہ النفحۃ العنبریۃ، السلحات القاسمیہ، الطرفۃ الجیلیۃ، التبشیر الفوائد الدریۃ تسہیل البیان فی رسم خط القرآن۔ تیسر القراءات فی السبع المتواترات، قراءۃ عشرۃ کا حامل قرآن مجید وغیرہ۔

علم قراءۃ پر مذکورہ بیشتر کتابیں نثر میں ہیں جب کہ بعض کتابیں منظوم ہیں علم قراءت کو نظم کرنے میں اولیت ابو الحسن عصردی کو حاصل ہے لیکن پوری قراءت سبعہ کو سب سے پہلے حسین بن عثمان بن عثمان ثابت بغدادی نے منظوم کیا ہے۔ قاری ابو الحسن اعظمی کا خیال ہے کہ پوری قراءت سبعہ کو سب سے پہلے ابو القاسم بن خلف بن احمد بن غینی شاطبی اندلسی ہی نے (۳۸۔۵۹) نظم کیا ہے۔ (۵۵) مجھے اس سے اتفاق نہیں۔ صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں:

اول من نظم کتاباً فی القراءات السبع الحسین بن عثمان ابن الثابت البغدادی الضریر ولد اعمی ومات سنۃ ۳۳۸ھ (۵۶)

بہر حال قراءت کی منظوم کتابوں میں جو شہرت قصیدہ شاطبیہ (حرز الامانی ووجہ التہانی) کو ملی کسی اور قصیدہ کو نہ مل سکی۔ یہ قصیدہ گیارہ سو تہتر (۱۱۷۳) اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی منظوم کتابیں معروف ہیں مثلاً شہاب الدین احمد بن رھبان م ۵۸۹ھ کی قراءت ابی عمرو، محمد بن احمد موصلی ۶۵۶ھ کی کتاب الشمعہ، ابو حیان اندلسی م ۶۵۴ھ کی عقد اللالی، عبد اللہ بن عبد المومن واسطی م ۷۴۰ھ کی کتاب الکفایہ، ابو الحسن علی بن محمد الواسطی م ۷۴۳ھ کی جمع الاصول، محمد العمری العددی م ۹۶۰ھ کی القراءۃ الثلاثیۃ وغیرہ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حوالہ جات

(۱) بخاری کتاب التوحید، ابوداود، کتاب الوتر، مسند احمد ۴/ ۲۸۳

(۲) مسند احمد / ۱۷۳

(۳) فتح الباری ۹/ ۶۰

(۴) بخاری کتاب فضائل القرآن، باب من لم یتغن، القرآن، حاشیہ نمبر ۱۸ از مولانا احمد علی سہارنپوری

(۵) بخاری، فضائل القرآن

(۶) شمائل ترمذی باب قراءۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۷) بخاری فضائل القرآن

(۸) عبدالملک بن ہشام السیرۃ النبویہ ۱/ ۳۲۸، دارالفکر القاہرہ

(۹) شمائل ترمذی، باب قراءۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۰) ایضاً

(۱۱) احمد حسن فرحات، مکی بن ابی طالب و تفسیر القرآن ص ۵۱۴، دارالفرقان کویت ۱۹۸۳ء

(۱۲) بخاری، فضائل القرآن

(۱۳) بخاری، فضائل القرآن

(۱۴) شمائل ترمذی، باب ماجاء فی بکاء رسول اللہ ﷺ، بخاری، کتاب فضائل القرآن

(۱۵) السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۱/ ۳۲۷

(۱۶) بخاری، کتاب فضائل القرآن

(۱۷) بخاری، فضائل القرآن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۱۸) الاتقان ۱/ ۹۳،اصح المطابع بمبئی ۱۳۹۸ھ

(۱۹) محمد بن الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء ۱/ ۳ مصر ۱۹۳۲ء

(۲۰) حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر الصدیقؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سیکھنے کے خاص طور پر دلدادہ تھے اور اس مشن کے لئے اُن کے پاس وقت بھی تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الوفات میں ابو بکر الصدیقؓ کو آگے بڑھایا جب کہ آپ ﷺ واضح طور پر فرما چکے تھے جو تم میں زیادہ اچھا قاری ہو وہ نماز پڑھائے (یؤمّ القوم اقرء ھم لکتاب اللہ، متفق علیہ) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قراءت سیکھی تھی۔

(۲۱) الاتقان ۱/ ۹۶

(۲۲) مناہل العرفان ۱/ ۴۰۷، النشر فی قراءات العشر ۱/ ۷

(۲۳) الاتقان ۱/ ۹۴، شہیدانِ اسلام کے اس وفد کو سریۃ القراء کہا جاتا ہے، طبری ۳/ ۳۵، زرقانی ۱/ ۷۴

(۲۴) بخاری، فضائل القرآن

(۲۵) بخاری فضائل القرآن، اتحاف فضلاء البشر ص ۳، مطبعہ میمنہ مصر، الاتقان ۱/ ۸۰

(۲۶) النشر فی القراءت العشر ص ۳۱، مکی بن ابی طالب و تفسیر القرآن ص ۵۱۱

(۲۷) مناہل العرفان ۱/ ۴۰۶

(۲۸) مکی بن ابی طالب، و تفسیر القرآن ص ۵۱۴

(۲۹) الاتقان ۱/ ۹۷-۹۶

(۳۰) مناہل العرفان ۱/ ۴۰۹-۴۰۸، النشر فی القراءت العشر ۱/ ۹۷

(۳۱) الاتقان ۱/ ۹۷

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳۲) قالون کا نام عیسیٰ بن مینی المدنی ہے، کنیت ابو عیسیٰ اور قالون لقب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی قراءت بہت عمدہ تھی اس لیے نافعؒ نے ان کا لقب قالون رکھ دیا، رومی زبان میں قالون عمدہ کو کہتے ہیں اور ورش کا نام عثمان بن سعید المصری ہے کنیت ابو سعید اور ورش لقب ہے، ورش کے معنی گورے چٹے کے ہیں چونکہ یہ خوب گورے تھے اس لیے ان کا لقب ورش پڑ گیا۔ التیسیر فی القرآت السبع ص ۴ اللہ انی

(۳۳) قنبل کا نام محمد بن عبد الرحمان بن محمد بن خالد المکی ہے، کنیت ابو عمر اور لقب قنبل ہے، ابزی کا نام احمد بن محمد بن عبداللہ بن القاسم بن نافع بن ابی بزہ المؤذن المکی ہے۔ التیسیر فی القراءت السبع ص ۴-۵ نیز ملاحظہ ہو اتحاف فضلاء البشر ص ۵

(۳۴) الاتقان ۱/۷۹،

(۳۵) النشر فی القراءات العشر ص ۱۶-۲۷

(۳۶) النشر فی القرات ۱/۳۶

(۳۷) ایضاً

(۳۸) مکی بن ابی طالب نے بھی وضاحت سے اس خیال کی تردید کی ہے اور طبری نے بھی کہا ہے کہ آج جو قرآء کے درمیان اختلاف قراءات ہے وہ سبعہ احرف کے ایک ہی حرف میں اختلاف ہے جن پر قرآن نازل ہوا کیونکہ بقیہ چھ احرف مصحف عثمانی کے بعد ساقط ہو گئے، اگرچہ مکی نے اس پر استدراک بھی کیا ہے اور کہا ہے موافق مصحف عثمانی سبعہ احرف سے ہے۔ ملاحظہ ہو مکی بن ابی طالب و تفسیر القرآن ص ۱۳-۵۱۲

(۳۹) النشر فی القراءات العشر ۱/۳۷

(۴۰) مناہل العرفان ۱/۴۵۸، دار احیاء الکتب العربیۃ، مصر ۱۳۷۲ھ

(۴۱) النشر فی القرات العشر ۱/۹

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۴۲) مناہل العرفان ۱/ ۴۱۱

(۴۳) النشر فی القراءات العشر ۱/ ۳۴

(۴۴) النشر فی القراءات العشر ۱/ ۳۳-۳۴

(۴۵) دیکھئے تعارفی مقالہ "علوم القرآن اور الاتقان" مولانا عبدالحلیم چشتی، مشمولہ الاتقان (اردو ترجمہ) ص ۷۱، مطبوعہ آرام باغ کراچی

(۴۶) الاتقان ۱/ ۹۷

(۴۷) شیخ النحاۃ والمحدثین ابو حیان غرناطی اندلسی کے حسبِ ذیل قصائد بھی معروف ہیں: النافع الاثیر، المورد والقمر، الروض الباسم، المرمزہ، تقریب النسائی، غایۃ المطلوب۔

(۴۸) علامہ سخاوی نے جو کہ علامہ شاطبی کے شاگرد تھے اور بڑے پایہ کے قاری تھے۔ حسبِ ذیل کتابیں بھی لکھیں۔ انفصاح، اقوی العدد، الطود الراسخ، نثر الدرر، منہاج التوقیف، مراتب الاصول، وسیلہ شرح عقلیہ، ہدایۃ المرتاب، ابراز المعانی وغیرہ۔

(۴۹) اس کا ایک مخطوط جامعہ القریٰ مکہ مکرمہ میں محفوظ ہے۔

(۵۰) دونوں کتابوں کے قلمی نسخے مولانا آزاد لائبریری کے شعبۂ مخطوطات میں ہیں۔

(۵۱) اس کا ایک قلمی نسخہ سالار جنگ میوزیم حیدر آباد میں موجود ہے۔

(۵۲) النشر فی قراءات العشر ۱/ ۲۱۳

(۵۳) اس کا ایک قلمی نسخہ جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں ہے۔

(۵۴) المنح الفکریہ کا ایک قلمی نسخہ سالار جنگ میوزیم حیدر آباد میں موجود ہے۔

(۵۵) اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ سالار جنگ میوزیم حیدر آباد میں ہے۔

(۵۶) مذکورہ دونوں حضرات کے حالات زندگی کے لیے دیکھئے ظفر المحصلین باحوال المصنفین ص ۷۵، مؤلفہ محمد حنیف گنگوہی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تعارُف ھدیہ خواتین

(مرتب مولانا محمد عثمان نوی والا)

حیض ونفاس کے مسائل میں جتنی باریکیاں ہیں، ان مسائل سے اتنی ہی زیادہ ہمارے ہاں بے خبری پائی جاتی ہے۔ دینی مدارس کے طلباء کو اگرچہ یہ مسائل درساً پڑھائے جاتے ہیں لیکن اکثر خواتین ان سے غافل ہیں۔

مولانا محمد عثمان صاحب نے بڑی محنت، تحقیق اور احتیاط سے محقق علماء کی کتابوں سے زیر نظر مجموعہ میں ان مسائل کو جمع کر دیا ہے اور اس کتاب کے دوسرے حصہ میں انہوں نے بچوں اور بچیوں کے اسلامی نام بھی جمع کر دیئے ہیں.......... یوں یہ کتاب ھدیہ خواتین ہی نہیں ضرورتِ خواتین بن گئی ہے۔

ملنے کا پتہ :

مدرسہ بیت العلم گلشن اقبال بلاک 8 کراچی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علم تجوید وقرات
ایک تعارف

”تیسری صدی ہجری میں فن قرأت کے بارے میں متعدد اہم کتابیں تصنیف کی گئیں اس کے بعد کی صدیوں میں تصنیف و تالیف کی یہ تحریک بڑھتی چلی گئی اور ایک نہایت محتاط اندازے کے مطابق گذشتہ بارہ صدیوں میں نظم ونثر میں فن تجوید و قرأت پر صرف عربی میں پانچ سو کے قریب کتابیں لکھی گئیں“۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تحریر:
پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید کے آغاز نزول کے ساتھ ہی مسلمانوں میں مختلف علوم وفنون کا ظہور شروع ہو گیا تھا۔ اسلامی تعلیم کے جس قدر شعبے ظہور میں آئے ان سب کی اساس قرآن مجید ہی پر تھی۔ ایک قدیم محقق کے اندازے کے مطابق مسلمانوں نے ابتدائی تین چار صدیوں کے اندر اندر پانچ سو کے قریب ایسے علوم وفنون کی تدوین کی جن کی اساس کسی نہ کسی انداز میں قرآن مجید پر تھی۔ متعدد علوم کا تعلق قرآن مجید لکھنے سے اور کئی علوم کا تعلق اس کے پڑھنے سے ہے۔ قرآن مجید میں مسلمانوں سے کہا گیا کہ قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں۔ صحابہ کرام میں جو اصحاب قرآن مجید کی حسن تلاوت اور حسن قرات میں دوسرے اصحاب سے نمایاں ہوئے ان میں حضرت ابی ابن کعب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنھما شامل ہیں۔ حضرت ابی بن کعب کے بارے میں خود دربار رسالت سے سند جاری ہوئی واقروھم ابی یعنی صحابہ میں سب سے بڑے قاری ابی ہیں۔ حضرت ابی کے حسن قرات کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ متعدد بار خود حضور اکرم علیہ الصلاۃ والسلام نے آپ سے فرمائش کی کہ حضور کو اپنی قرات سنائیں۔

ان صحابہ کرام نے قرآن مجید کی قرات کا علم ہزاروں تابعین تک پہنچایا۔ تابعین نے مصحف عثمانی کے مطابق جو حضرت زید بن ثابتؓ کا مرتب کیا ہوا تھا، تبع تابعین تک اس مقدس علم کو پہنچایا۔ اس وقت تک علم قرات سیکھنے والوں کا حلقہ بہت وسیع ہو چکا تھا اور دوسرے اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ علم قرات بھی عرب سے نکل کر دوسرے ممالک میں عام ہونے لگا تھا۔ اس زمانہ میں جہاں دوسرے اسلامی علوم کی باقاعدگی کے ساتھ تدوین ہوئی وہاں علم تجوید و قرات نے بھی باقاعدہ مدون صورت اختیار کی۔ تابعین اور تبع تابعین میں جن اہل علم نے فن تجوید و قرات میں امامت کا درجہ حاصل کیا ان میں ابن عامر، ابن کثیر، عاصم، نافع، ابو عمرو، حمزہ اور کسائی شامل ہیں۔ ان سب بزرگوں کا تعلق پہلی اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسری صدی ہجری سے ہے ان حضرات نے ایک یا دو واسطوں سے جید صحابہ سے تجوید وقرات کا علم حاصل کیا تھا۔ ان ائمہ تجوید و قرات نے اس فن کے اصول باضابطہ مرتب کئے، قرآن مجید کی تلاوت کے جو آداب قرآن و سنت میں بیان ہوئے تھے ان کو با قاعدہ شکل دی اور مختلف قراتوں کو علمی طور پر مدون کیا۔ ان ائمہ فن کے بعد کا دور تصنیف و تالیف کا دور ہے۔ تیسری صدی ہجری میں فن قرات کے بارے میں متعدد اہم کتابیں تصنیف کی گئیں۔ اس کے بعد کی صدیوں میں تصنیف و تالیف کی یہ تحریک بڑھتی چلی گئی اور ایک نہایت محتاط اندازہ کے مطابق گذشتہ بارہ صدیوں میں نظم و نثر میں فن تجوید و قرات پر صرف عربی میں پانچ سو کے قریب کتابیں لکھی گئیں۔ سو سے زائد کتابیں جو اردو زبان میں لکھی گئیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔

فن تجوید و قرات کے اس مختصر تاریخی پس منظر کے بعد اب ہم مختصر طور پر یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس فن کے مندرجات کیا ہیں اور اس فن میں کن کن مباحث سے بحث کی جاتی ہے۔

لغوی اور لفظی اعتبار سے تجوید کے معنی ہیں اچھا کرنا اور خوبصورت کرنا۔ قرآن مجید کے حروف کو سنوار کر اور خوبصورت کر کے پڑھنے کو جس میں عربی زبان کے قواعد اور مخارج کا بھی پورا پورا خیال رکھا جائے تجوید کہا جاتا ہے۔ حروف کو سنوار کر پڑھنے کے کچھ اصول و ضوابط علم تجوید کے ماہرین نے مرتب کئے ہیں۔ اردو زبان میں بھی بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں اس فن پر موجود ہیں۔ سب سے مختصر اور جامع کتاب مولانا اشرف علی تھانوی کی جمال القرآن ہے۔ لیکن حروف کو سنوار کر پڑھنے کا مطلب گا کر پڑھنا نہیں ہے۔ قرآن مجید رب کائنات کا کلام ہے۔ اس کو پڑھنے اور عام شعروں اور گانوں کو پڑھنے میں جو فرق اور مراتب ملحوظ رہنے چاہئیں وہ ظاہر ہیں۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قرات کے لغوی معنی پڑھنے کے ہیں۔ اصطلاحاً علم قرات سے مراد وہ علم ہے جس سے قرآنی کلمات کے اس تلفظ کا علم ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ ہر زبان کے بولنے والوں میں مختلف لب و لہجے پائے جاتے ہیں۔ ایک ہی لفظ کو لکھتے تو سب ایک ہی طرح ہیں لیکن تلفظ مختلف طرح کرتے ہیں۔ مثلاً ہماری اردو ہی کو لیجئے۔ انیس (۱۹)، انتیس (۲۹) کے لفظ کو سب لکھتے تو ایک طرح ہیں لیکن لکھنؤ اور اس کے قرب دجوار کے لوگ اس کا لفظ ونیس اور ونتیس کرتے ہیں۔ یہی حال عرب میں بھی تھا۔ عرب کے مختلف قبائل عربی کے مختلف الفاظ کو اپنے انداز میں تلفظ کرتے تھے۔ اس سے مختلف قراء تیں پیدا ہوئیں۔ ہر قبیلہ کو اجازت دی گئی کہ وہ اپنے تلفظ کے مطابق قرآن کو پڑھے۔ اب ان تمام باتوں اور اس سے پیدا ہونے والے مباحث سے علم قرات میں بحث کی جاتی ہے۔ اس علم کے بڑے بڑے مباحث یہ ہیں۔

(۱) شاذ اور متواتر قراء توں کا علم

(۲) وقف اور اس کے متعلقہ مسائل

(۳) قرآن مجید کے رسم الخط کے بعض پہلو جن کا تعلق قرات سے براہ راست ہے۔

(۴) امالہ اور اشمام یعنی مختلف حروف کا تلفظ کرتے وقت آواز کی نوعیت اور اس نوعیت کے دوسرے مسائل جن سے اس فن میں بحث کی جاتی ہے۔

گذشتہ دو ایک سو سال سے فن قرات و تجوید کا اہم مرکز مصر ہے۔ مصر کے قراء نے پوری دنیا کے مسلمانوں پر اپنی حسن قرات کا ایک خاص اثر چھوڑا ہے اور مصری قاری اب حسن قرات کی ایک علامت بن گئے ہیں۔ دنیائے اسلام کا آج شاید کوئی گوشہ ایسا نہیں رہا جو مصری قراء کے پرسوز لہجہ اور پرگداز تلاوت سے نہ گونج رہا ہو۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جدید صوتیات اور علم تجوید

"صوتیات ایک جدید علم ہے جس میں تکلمی آوازوں کا مطالعہ و تجزیہ سائنسی بنیادوں پر کیا جاتا ہے اس علم میں اعضائے تکلم اور انکے ذریعہ تشکیل شدہ آوازوں سے بحث کی جاتی ہے نیز ان آوازوں کی درجہ بندی بھی کی جاتی ہے اور ان کی صوتی خصوصیات پر بھی روشنی ڈالی جاتی ہے۔ تجوید میں قرآن کریم کے صوتیاتی نظام کو مطالعے کا موضوع بنایا جاتا ہے اسی لئے اسے قرآنی صوتیات بھی کہتے ہیں"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ

شعبہ لسانیات، اے ایم یو، علی گڑھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زبان کی تعریف اگر ہم مختصر اور سادہ لفظوں میں کرنا چاہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ زبان اظہار خیال کا ایک ذریعہ اور ادائے مطلب کا ایک وسیلہ ہے۔ زبان ہی کے وسیلے سے ہم اپنے مافی الضمیر کو دوسروں تک پہنچانے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ زبان سے لوگوں کی دلچسپی قدیم زمانے سے رہی ہے۔ دور جدید میں زبانوں کے سائنسی مطالعے کا فروغ ہوا۔ جسے ہم "لسانیات" کہتے ہیں۔

لسانیات کی پہلی سطح، صوتیات، (phonetics) ہے جس میں زبان میں کام آنے والی تمام آوازوں کا سائنسی بنیادوں پر مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس مطالعے میں آوازوں کی تشکیل، ادائیگی، ترسیل اور انکی سمعیاتی کیفیات سے تفصیل سے بحث کی جاتی ہے، نیز آوازوں کی، ان کے مخارج، طرز ادائیگی، اور دیگر اعتبار سے درجہ بندی کی جاتی ہے۔ صوتیات میں اعضائے تکلم کی ساخت، ان کی حرکات وسکنات اور دائرہ عمل کا بھی تفصیلی مطالعہ کیا جاتا ہے۔

کسی زبان کے لسانیاتی مطالعہ میں تقریر یا تکلم (speech) کو اوّلین حیثیت حاصل ہے۔ یعنی اصل زبان وہ تصور کی جاتی ہے جو تقریری یا تکلمی (spoken) ہوتی ہے اور نتیجہً ہم اعضائے تکلم (Organs of speach) کی حرکات وسکنات کے ذریعے ادا کرتے ہیں۔ (تحریر) (Writting) یا تحریری زبان تکلمی زبان کی محض نمائندہ سمجھی جاتی ہے۔ یہ صرف اس کی ترجمان یا نمائندہ (Representative) ہوتی ہے، نہ کہ اصل زبان، اصل زبان تو وہ تکلمی زبان ہوتی ہے جس کا پورا دارومدار صوتی نظام (phonological system) پر قائم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی زبان کے لسانیاتی مطالعہ میں اس زبان کے صوتی نظام کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

جب ہم کسی سے ہم کلام ہوتے ہیں تو اپنے اعضائے تکلم کی حرکات کے ذریعے مختلف قسم کی اصوات پیدا کرتے ہیں، پھر ان اصوات کو مخصوص انداز سے ترتیب دیتے ہیں جن سے الفاظ کی تشکیل ہوتی ہے اور الفاظ سے فقرے اور جملے بنتے ہیں جو ادائے مطلب اور معنی کی ترسیل میں ہماری مدد کرتے ہیں۔

کسی زبان کے صوتیاتی مطالعے میں اعضائے تکلم یا تکلمی اعضاء (Vocal Or-

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(gans) سے واقفیت بہت ضروری ہے۔ یعنی یہ جاننا نہایت ضروری ہے کہ ان اعضاء کی ساخت کیسی ہے، یہ کہاں کہاں واقع ہیں، نیز یہ کس طرح حرکت کرتے ہیں اور انہیں کس طرح بروئے عمل لایا جاسکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ آوازوں کی تشکیل، ان کی ادائیگی نیز پورے صوتیاتی نظام اور تکلمی میکانکیت (Speach Mechanism) سے مکمل واقفیت اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے۔ جب کہ اعضائے تکلم اور ان کے دائرہ عمل کا صحیح صحیح علم ہو۔

جن اعضاء کو ہم اعضائے تکلم کہتے ہیں ان کا بنیادی مقصد بولنا یا کلام کرنا نہیں ،بلکہ کچھ اور ہے۔ ہم سب یہ بات جانتے ہیں کہ پھیپھڑوں کا کام خون کی روانی کو آکسیجن پہنچانا ہے اور نظام تنفس کو برقرار رکھنا ہے۔ دانتوں اور زبان کا کام کھانے کو چبانا اور نگلنا ہے اور ناک کا کام سانس لینا اور اندر کی ہوا کو باہر اور باہر کی ہوا کو اندر پہنچانا ہے۔ یہ تمام اعضاء اپنے بنیادی مقاصد کے علاوہ ثانوی مقاصد کے لئے بھی کام میں لائے جاتے ہیں یعنی ان سے "بولنے" کا کام بھی لیا جاتا ہے۔

حلق (Glottis) سے نیچے کے تکلمی اعضاء پھیپھڑوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ یہ دو طرف کو پھیلے ہوتے ہیں لیکن اوپر جاکر سانس کی نالی (Wind pipe) میں مل جاتے ہیں۔ پھیپھڑوں میں ہوا کا ذخیرہ ہوتا ہے، ہوا کی آمد رفت کی وجہ سے یہ پھیلتے اور سکڑتے رہتے ہیں۔ اصوات کی تشکیل کا دارومدار کلیۃً پھیپھڑوں سے خارج ہونے والی ہوا پر ہوتا ہے۔ جب ہوا پھیپھڑوں سے خارج ہو کر منہ کے راستہ سے باہر نکلتی ہے تو اس سے مختلف قسم کی آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔ سانس کی نالی کے اوپر حنجرہ (Larynx) ہوتا ہے جس میں دو صوتی تانت (Vocal Cords) واقع ہوتے ہیں۔ صوتی تانتوں کو صوتی لب (Vocal Lips) بھی کہتے ہیں۔ یہ سب سے اہم صوتی عضو ہے۔ دونوں صوتی لب آگے سے پیچھے کی جانب افقی حالت میں پائے جاتے ہیں۔ یہ اگرچہ عضلات سے بنے ہوتے ہیں لیکن ان کے اوپر ایک قسم کی لعابی جھلی چڑھی ہوتی ہے۔ ان کے درمیان سوراخ ہوتا ہے جسے حلق (Glottis) کہتے ہیں۔ دونوں صوتی لب قریب لاکر ایک دوسرے کے ساتھ جکڑے جاسکتے ہیں۔ نیز انہیں آہستہ آہستہ کھولا بھی جاسکتا ہے۔ سانس لیتے وقت دونوں صوتی لب ایک دوسرے سے علاحدہ ہوتے ہیں۔ انکے درمیان کا سوراخ کھلا ہوتا ہے جس سے ہو کر ہوا بغیر کسی رگڑ یا مسموعیت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(Voicing) کے گذرتی ہے۔ جب حلق کا سوراخ (Glottis) تنگ ہو اور دونوں صوتی لب میں لرزش بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں جو آواز پیدا ہو گی ہو غیر مسموع (Voice-less) کہلائے گی۔ مثلاً ف س ش ث پ ت ک وغیرہ غیر مسموع آوازیں ہیں۔

جب دونوں صوتی لب ایک دوسرے کے قریب آجاتے ہیں اور ان سے ہو کر گذرنے والی ہوا (Air-stream) ان میں لرزش پیدا کر دیتی ہے تو حلق کا سوراخ تنگ ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں جو آواز پیدا ہوتی ہے۔ وہ مسموع (Voiced) کہلاتی ہے۔ مثلاً د ز ذ ب د گ وغیرہ مسموع آوازیں ہیں۔

حلق سے اوپر کے تکلمی اعضاء کا مطالعہ تین جوفوں (Cavities) کے حوالے سے کیا جاسکتا ہے جو یہ ہیں۔ حلقوم، ناک اور منہ ان میں سب سے اہم منہ (Mouth) ہے جسے کافی حد تک موڑا یا گھمایا پھرایا جاسکتا ہے۔ جس کی مدد سے بیشمار آوازیں پیدا کی جاسکتی ہیں، حلقوم (Pharynx) ایک نالی دار راستہ ہے جو سانس کی نالی اور غذا کی نالی کے ملنے کی جگہ کے اوپر واقع ہے۔ حلقوم کے اوپری حصے سے ایک راستہ ناک کے جوف کی طرف اور دوسرا منہ کے جوف کی طرف چلا گیا ہے۔ حلقوم کے نچلے حصے میں کری دار ساخت کا ایک عضو واقع ہے جسے حلق پوش یا کٹھ ڈھکن (Epiglottis) کہتے ہیں۔ یہ سانس کی نالی (Trachea) کی حفاظت اس کے ڈھکن کے طور پر کرتا ہے۔ حلقوم سے کئی قسم کی آوازیں پیدا کی جاسکتی ہے۔ انفی جوف (Nasal Cavity) ایک ہڈی دار راستہ ہے جس میں لعابی جھلی لگی ہوتی ہے۔ یہ غیر متحرک ہے۔ ناک کا کام صرف گونج اور نغمگی پیدا کرنا ہے۔ ناک کے جوف تک رسائی کوا یا لہات (Uvula) کے ذریعہ ہوتی ہے۔ یہ منہ کی چھت سے نرم گوشت کی مانند لٹکتا ہوا ایک عضو ہے۔ جب کوا اوپر اٹھ جاتا ہے تو ناک کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ اور جب یہ نیچے آجاتا ہے تو ناک کا راستہ کھل جاتا ہے اور ہوا بہ آسانی اسمیں سے ہو کر گذر سکتی ہے۔ انفی مصمتے اور غنائی مصمتے اس حالت میں تشکیل پاتے ہیں۔ مثلاً م اور ن انفی مصمتے ہیں جو ہوا کی ناک کے راستے سے ہو کر گذرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ نون غنہ یا غنائی مصوتوں کی تشکیل کے دوران بھی کوا نیچے آجاتا ہے جس سے ناک کا راستہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کھل جاتا ہے اور ہوا ناک اور منہ دونوں راستوں سے ہو کر گذرتی ہے۔ اردو اور عربی میں غنائی مصوتے کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ منہ ایک ایسا جوف ہے جس میں زیادہ تر مصمتے اور مصوتے تشکیل پاتے ہیں۔ مختلف زبانوں میں پائی جانے والی آوازوں کے زیادہ تر مخارج منہ کے ہی جوف میں واقع ہیں۔ منہ کے عقبی حصے میں حلقوم (گلا) واقع ہے۔ اس کے دونوں طرف گال کے اندرونی دیواریں ہیں اور سامنے کی جانب یہ ہونٹوں سے گھرا ہوا ہے۔ دہنی جوف (Oral Cavity) کی ہیئت میں زبان (mongue) کی حرکت کی وجہ سے تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے زبان ایک انتہائی لچک دار عضو ہے جو بے شمار عضلات (Musceles) سے ملا ہے۔ اسکے ہر حصے کو حرکت دی جاسکتی ہے۔ زبان کے تمام حصے اوپر کی جانب اپنے مقابل میں واقع اعضاء کے ساتھ جا کر ملتے ہیں یا ان کی قربت اختیار کرتے ہیں مثلاً حلقوم کی دیوار کے مقابل آنے والے زبان کے حصے کو زبان کی جڑ، نرم تالو (غشا) کے مقابل آنے والے حصے کو زبان کا اگلا حصہ اور دانتوں کے مقابل آنے والے حصے کو زبان کا تیغہ (Blade) کہتے ہیں۔ زبان کے اگلے سرے کو نوکِ زبان (Apex) کہتے ہیں۔ نوک زبان کو اوپر اٹھایا جاسکتا ہے اور منہ کے پیچھے کی جانب بھی موڑا جاسکتا ہے۔ ایسی صورت میں معکوسی آوازوں (Retroflex Sounds) کی تشکیل عمل میں آتی ہے۔

جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ منہ کی چھت کا پچھلا حصہ کوّے یعنی لہات (Uvala) پر ختم ہوتا ہے۔ کوّے سے تقریباً ڈیڑھ انچ آگے (ہونٹوں کی جانب) کا عضو بغیر ہڈی کا ہے جسے نرم تالو یعنی غشا (Volum) کہتے ہیں۔ اس کے ڈیڑھ انچ آگے کا عضو تالو یعنی حنک (Palate) کہلاتا ہے تالو سے آگے کا حصہ مسوڑھا یعنی لثہ کہلاتا ہے یہ منہ کی چھت کا آخری حصہ ہے جس میں دانت جڑے ہوتے ہیں۔ منہ کی چھت کے یہ تمام حصے مختلف مخارج کا کام انجام دیتے ہیں جن سے لہاتی (Uvular)، غشائی (Velar)، حنکی Pala-tal) اور لثوی (Alveolar) آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔ جب زبان اوپری دانت کے مقابل آتی ہے تو دندانی (Dental) آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ تمام اعضاء تکلمی آوازوں (Speach Sounds) کی تشکیل میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔ اسلئے انہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اعضائے تکلم، یا تکلمی اعضاء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے

ذیل کے نقشے میں تکلمی اعضاء کے نام اور انکے محل وقوع دیئے گئے ہیں۔

اعضائے تکلم

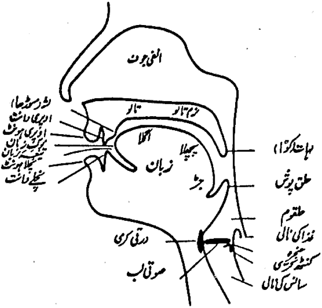

کسی زبان کے صوتی نظام کی سب سے چھوٹی اکائی صوتیہ (Phoneme) کہلاتی ہے۔ یہ ایک بامعنی آواز ہوتی ہے۔ جو ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے ممیز کرتی ہے۔ مثلاً، پانی اور بانی اردو زبان کے دو مختلف بامعنی الفاظ ہیں۔ ان میں معنی کا فرق /پ/ اور /ب/ کے صوتیاتی فرق سے پیدا ہوا ہے۔ لہٰذا /پ/ اور /ب/ اردو زبان کے دو مختلف صوتیئے قرار دیئے گئے ہیں۔ /پ/ اور /ب/ کی عمودی (Paradigmatic) ترتیب کے نتیجے میں "پانی" اور "بانی" جیسے الفاظ کی تشکیل ہوتی ہے۔ جب کہ /پ/ کی /ان ی/ کے ساتھ افقی ترتیب (Syntagmatic) کے نتیجے میں لفظ "پانی" کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تشکیل عمل میں آتی ہے۔ صوتیات کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ / پ / اور ب اور اس طرح کی بیشمار ممیز آوازیں (Distinctive Sounds) جو جزو زبان ہیں کس طرح تشکیل پاتی ہیں، ان کے مخارج کیا ہیں، ان کی ادئیگی میں کن کن اعضائے تکلم سے مدد لی جاتی ہے، انہیں کن کن ناموں سے پکارا جاتا ہے، نیز ان کی درجہ بندی کن اصولوں پر کی جاتی ہے۔ یہ تمام امور مطالعہ صوتیات کے تحت آتے ہیں۔ انکا تحریر سے کوئی تعلق نہیں۔ تحریر جو تکلمی زبان کی محض نمائندہ ہے۔ ترسیمی علامات (Graph-ic Symbols) پر مبنی ہوتی ہے۔ تحریر کو عملی یا مادی شکل دینے کے لئے کاغذ قلم اور روشنائی نیز دیگر تحریری وسائل کی مدد درکار ہوتی ہے۔ تحریر کی سب سے چھوٹی اکائی کو حرف (Alphabet) کہتے ہیں یہ ایک ترسیمی شکل ہے جس سے کسی زبان کی بامعنی آواز یعنی صوتیے کی تحریری نمائندگی کا کام لیا جاتا ہے۔

کسی زبان میں کام آنے والی تمام بامعنی آوازوں (صوتیوں) کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱۔ مصوتی آوازیں یا مصوتہ (Vowels)

۲۔ مصمتی آوازیں یا مصمتہ (Consonants)

مصوتی آوازیں وہ ہیں جن کی ادئیگی میں پھیپھڑوں سے آنے والی ہوا بغیر کسی رکاوٹ کے منہ سے خارج ہوتی ہے، مثلاً / آ / ، ای / ، / او / وغیرہ، اس کے بر خلاف مصمتی آوازیں وہ ہیں جن کی ادئیگی میں پھیپھڑوں سے آنے والی ہوا منہ میں مختلف مقامات (Points) پر یا تو رک جاتی ہے یا رگڑ کے ساتھ خارج ہوتی ہے یا ناک کے راستے سے یا زبان کی بغل سے ہو کر باہر نکلتی ہے۔ مثلاً پ، ب، ت، د، چ، ج، ک، گ، س، ز، خ، غ، ش، ژ، م، ن، ل، و غیرہ آوازوں کا شمار مصمتوں (conso-nents) میں ہوتا ہے۔ مصمتوں اور مصوتوں کی الگ الگ ڈھنگ سے درجہ بندی کی جاتی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مصمتوں کی درجہ بندی تین امور پر مبنی ہے:

۱۔ مقام ادائیگی یا مخارج (Point of Articulation)

۲۔ طرز ادائیگی (Manner of Articulation)

۳۔ صوتی تانت یا صوتی لب کی لرزش (Vibration of Vocal Cords)

جو آواز منہ کے جس مقام سے ادا ہوتی ہے وہی اس کا مخرج کہلاتا ہے۔ مخارج کا سلسلہ ہونٹوں سے لے کر حلق (Glottis) تک پھیلا ہوا ہے۔ مخرج دراصل اس عضو تکلم کا دوسرا نام ہے جہاں سے آواز نکلتی ہے۔ اعضائے تکلم کے نام پر ہی آوازوں کے نام رکھے گئے ہیں۔ مثلاً ہونٹوں کے مخرج سے ادا ہونے والی آواز دولبی کہلاتی ہے۔ جیسے / پ / ب / اور م۔ اسی طرح لثہ (مسوڑھے) سے ادا ہونے والی آواز، لثوی، (Alveolar) کہلاتی ہے، جیسے / ت د س ز / وغیرہ بین الاقوامی صوتیاتی رسم خط (International Phonetic Alphabet) = IPA میں بارہ مخارج کی صراحت کی گئی ہے۔ جو یہ ہیں۔ مخارج کے آگے ان سے پیدا ہونے والی بعض آوازیں بھی دی گئی ہیں۔

۱۔ دولبی (Bi-labial) پ ب م

۲۔ لب دندانی (Labio-dental) ف و

۳۔ دندانی اور ۴۔ لثوی (Dental and Alveolar) ت د ن ل ر ٹ ذ س ز

۴۔ معکوسی یا کوزی (Retroflex) ٹ ڈ ڑ ن

۵۔ حنک لثوی (Alveolo-palatal)

۶۔ لث حنکی (Palatal) چ ج ی

۷۔ حنکی (PALATAL) چ چھ ج ی

۸۔ غشائی (Velar) ک گ

۹۔ لہاتی (uvular) : ق خ غ

۱۰۔ حلقومی (Pharyngal) ح ع

۱۱۔ حلقی (Glottal) ہ ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقام ادائیگی یا مخارج سے قطع نظر آوازوں کی درجہ بندی طرز ادائیگی کے مقام سے بھی کی گئی ہے۔ طرز ادائیگی سے مراد آوازوں کی ادائیگی کے دوران پھیپھڑوں سے نکلنے ہوا کے اخراج کے طرز یا طور سے ہے۔ آوازوں کی ادائیگی کے دوران پھیپھڑوں سے نکلنے والی ہوا کبھی تو مختلف مخارج پر مکمل رک جاتی ہے کبھی رگڑ کے ساتھ گذرتی ہے۔ کبھی ناک کے راستے سے خارج ہوتی ہے اور کبھی زبان کی بغل سے ہو کر نکل جاتی ہے۔ یہ تمام باتیں آوازوں کی ادائیگی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ ہوا کے اخراج کا مختلف طور، طریقہ، طرز یا ڈھنگ مختلف النوع آوازوں کی تشکیل کا موجب بنتا ہے۔ اگر ہوا کسی مخرج پر مکمل طور پر روک دی جاتی ہے تو بندشی آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً پ ب ت د ک گ وغیرہ اور اگر یہی ہوا کسی مخرج سے ہو کر رگڑ کے ساتھ گذرتی ہے تو صفیری آوازوں کی تشکیل عمل میں آتی ہے مثلاً س ز ش ژ خ وغیرہ۔ اگر ہوا ناک کے راستے سے گذرتی ہے تو انفی آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً م ن وغیرہ بیان الاقوامی صوتیاتی رسم خط (IPA) میں حسب ذیل، طرز ادائیگی، کی صراحت کی گئی ہے۔

۱۔ بندشی (Plosive) پ ب ت د ٹ ڈ ک گ ق وغیرہ
۲۔ انفی (Nasal) م ن
۳۔ پہلوئی صفیری (Lateral Fricative)
۴۔ پہلوئی غیر صفیری (Lateral Non-fricative) ل
۵۔ غلطیدہ (Rolled) ر
۶۔ تکریری (Flapped) ڑ
۷۔ صفیری (Fricative) ف و ث ذ س ز ش ژ خ غ ح ع ہ
۸۔ نیم مصوتہ (Semi-vowel) و ی

آوازوں کی درجہ بندی صوتی لبوں (یا صوتی تانتوں) کی حرکت و سکون کے اعتبار سے بھی کی گئی ہے۔

جب صوتی لب متحرک ہوتے ہیں تو مسموع (Voiced) آوازیں پیدا ہوتی ہیں،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مثلاب د گ وغیرہ اور جب یہ ساکن یا غیر متحرک ہوتے ہیں تو غیر مسموع-(Voice less) آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔مثلاپ ت ک وغیرہ۔

ذیل میں مصمتی آوازوں(مصمتوں)کی درجہ بندی بین الاقوامی صوتیاتی رسم خط کے مطابق پیش کی جاتی ہے۔(چارٹ میں بین الاقوامی صوتیاتی رسومِ خط کی غیر مانوس آوازوں کو شامل نہیں کیا گیا ہے)

مصمتوں کی درجہ بندی

اس درجہ بندی کی روسے ہر مصمتہ تین قسم کی صوتیاتی خصوصیات کا حامل قرار پاتا ہے۔ مثلاً ایک مصمتہ /پ/ بہ اعتبار مخارج، دولبی ہے طرز ادائیگی کے لحاظ سے بندشی ہے اور صوتیاتی لب کی حالت کے لحاظ سے غیر مسموع ہے۔اس طرح ایک دوسرا مصمتہ /ب/ صوتیاتی خصوصیات کے اعتبار سے دولبی بندشی اور مسموع قرار دیا جائے گا۔ذیل میں چند دیگر مصمتوں کی بھی صوتیاتی خصوصیات بیان کی جاتی ہیں۔

/ت/ : لثوی،بندشی،غیر مسموع

/د/: لثوی،بندشی،مسموع

/ک/: غشائی،بندشی،غیر مسموع

/گ/: غشائی،بندشی،مسموع

/م/: دولبی،انفی،مسموع

/س/: لثوی،صفیری،غیر مسموع

/ز/: لثوی،صفیری،مسموع

/خ/: لہاتی،صفیری،غیر مسموع

(غ): لہاتی،صفیری،مسموع

مصوتوں(Vowels)کی درجہ بندی کا طریقہ مصمتوں(Consonants) کی درجہ بندی سے مختلف ہے۔مصوتوں کی درجہ بندی تین امور پر مبنی ہے:

۱۔ زبان کا حصہ (Part of the tongue)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مصمتوں کی درجہ بندی

(بہ مطابق بین الاقوامی صوتیاتی رسم خط)

	دولبی	لب دندانی	دندانی اور لثوی	مکوسی	حنک لثوی	لث حنکی	حنکی	غشائی	لہاتی	حلقومی	حلقی
بندشی	پ ب		ت د	ٹ ڈ			چ ج	ک گ	ق		ء
انفی	م		ن	ݨ							
پہلوئی صفیری											
پہلوئی غیر صفیری			ل	ݪ							
نلطیدہ			ر								
تکریری				ڑ							
صفیری		ف و	ث ذ/س ز		ش ژ				خ غ	ح ع	ہ
بے رگڑ جاری اور نیم مصوتے	و						ی				

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۲۔ زبان کی اونچائی (Height of the Tongue)

۳۔ ہونٹوں کی حالت (Position of Lips)

حصہ زبان سے مراد زبان کا اگلا، پچھلا اور وسطی حصہ مراد ہے۔ زبان کے یہ تینوں حصے مصوتوں کی تشکیل میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ انہیں کے ناموں پر مصوتوں کو اگلے پچھلے اور وسطی مصوتوں سے یاد کیا جاتا ہے۔ مثلاً / ای / ایک اگلا مصوتہ ہے کیوں کہ اس کی تشکیل میں زبان کا اگلا حصہ شامل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس / او / کی تشکیل میں زبان کا پچھلا حصہ اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس لئے اسے پچھلا مصوتہ کہتے ہیں۔

مصتوں کی درجہ بندی زبان کی اونچائی کے اعتبار سے بھی کی جاتی ہے۔ مصوتوں کی ادائیگی کے دوران زبان کبھی منہ کی چھت یعنی تالو کے بالکل قریب آجاتی ہے اور کبھی اس سے دور چلی جاتی ہے۔ اگر زبان اپنی اصلی حالت میں رہنے کے بجائے منہ کی چھت یعنی تالو کی طرف اوپر کو اُٹھتی ہے تو منہ کا بیشتر حصہ بند ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں مصوتوں کی تشکیل عمل میں آتی ہے۔ مثلاً / ای / او / و غیرہ اور اگر زبان تالو سے ہٹ کر نیچے پہنچ جاتی ہے اور تالو اور زبان کے درمیان فاصلے کی وجہ سے منہ کھلارہ جاتا ہے تو ایسی حالت میں کھلے مصوتے تشکیل پاتے ہیں۔ مثلاً / آ / اے / وغیرہ منہ کے بند (Close) اور کھلا (Open) ہونے کی بیچ کی حالت کو درمیانی (Mid) حالت کہتے ہیں، نیز بند اور درمیانی حالت کے بیچ کی حالت کو نیم بند (Half Close) اور کھلا اور درمیانی حالت کے بیچ کی حالت کو نیم کھلا (Half open) کہتے ہیں۔ بند مصوتوں کو اونچا (High) اور کھلے مصوتوں کو نچلا (Law) بھی کہتے ہیں۔

جب مصوتے تشکیل پاتے ہیں تو ہونٹ یا تو مدور (گول) ہوتے ہیں یا کشیدہ (پھیلے ہوئے) مثلاً / او / اور / او / کی ادائیگی میں ہونٹ مدور ہوتے ہیں اور / ای / اور / اے / کی ادائیگی میں ہونٹ پھیل جاتے ہیں۔ اگلے مصوتے (Prove Vocals) بالعموم کشیدہ اور پچھلے مصوتے (Back Vowels) مدور ہوتے ہیں۔

ذیل کے نقشوں میں زبان کے مختلف حصے اور اس کی اونچائی دکھائی گئی ہے۔ نیز مصوتوں کے مخارج کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اجزائے زبان

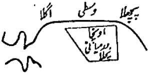

مصوتوں کے مخارج

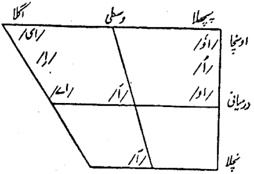

ذیل میں مصوتوں کی درجہ بندی پیش کی جاتی ہے:

مصوتوں کی درجہ بندی

	اگلا	وسطی	پچھلا
بند (یا اونچا)	ای /i:/		اؤ /u:/
نیم بند	اِ /i/		اُ /u/
درمیانی	اے /e/		او /o/
نیم کھلا		اَ /ə/	
کھلا (یا نچلا)		آ /a:/	

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصوتوں کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان میں غنائیت یا انفیت (Nasalization) پیدا کی جاسکتی ہے۔ ایسی صورت میں نرم تالو نیچے آجاتا ہے جس سے ناک کا راستہ (Na-sal Cavity) کھل جاتا ہے اور ہوا منہ کے علاوہ ناک سے بھی ہو کر گذرتی ہے۔ اس عمل کے دوران مصوتوں میں انفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ انفیت رکھنے والے مصوتے اردو میں، نون غنہ کہلاتے ہیں۔

مصوتوں کی ادائیگی کے وقت اعضائے تکلم نسبتاً ایک ہی حالت میں برقرار رہتے ہیں۔ لیکن اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ زبان ایک مصوتی حالت سے حرکت کر کے دوسری مصوتی حالت تک پہنچ جاتی ہے۔ ایسی صورت میں دوہرے مصوتے (Diphthong) کی تشکیل عمل میں آتی ہے۔ مثال کے طور پر لفظ "تیار" میں /ت/ ت کے بعد دوہرا مصوتہ /ai/ واقع ہوا ہے۔ اسی طرح لفظ "کوا" میں /ک/ کے بعد ایک دوسرا دوہرا مصوتہ /au/ آیا ہے۔ دوہرے مصوتوں کی مثالیں صیاد، خیاط، عیاش اور جواد، تواب، قوال وغیرہ الفاظ میں بھی پائی جاتی ہیں۔

(۳)

علم تجوید کا صوتیات (Phonetics) سے بہت گہرا نظری و عملی رشتہ ہے جیسا کہ پہلے کہا جاچکا ہے، صوتیات ایک جدید علم ہے جس میں تکلمی آوازوں کا مطالعہ د تجزیہ سائنسی بنیادوں پر کیا جاتا ہے۔ اس علم میں اعضائے تکلم اور انکے ذریعہ تشکیل شدہ آوازوں سے بحث کی جاتی ہے نیز ان آوازوں کی درجہ بندی بھی کی جاتی ہے اور ان کی صوتیاتی خصوصیات پر بھی روشنی ڈالی جاتی ہے۔ تجوید میں قرآن کریم کے صوتیاتی نظام کو مطالعے کا موضوع بنایا جاتا ہے۔ اسی لئے اسے قرآنی صوتیات (Quranic Phonetics) بھی کہتے ہیں۔

قرآن کریم کے صوتیاتی نظام میں ۲۹ حروف شامل ہیں جنہیں ابجد ہوز حطی کلمن سعفص قرشت ثخذ ضظغ اور ء کی ترتیب کے ذریعہ ظاہر کیا جاسکتا ہے۔ ان تمام حروف کو اپنے مخرج سے مع جمیع صفات کے ادا کرنا (تجوید) کہلاتا ہے۔ علماء کے نزدیک تجوید ایک ایسے علم کا نام ہے۔ جس کی رعایت سے قرآن کریم موافقِ نزول پڑھا جاسکے۔ کیونکہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم تجوید ہی کے ساتھ نازل ہوا ہے۔ قرآن کریم کو بلا رعایت تجوید پڑھنا ایک قسم کی تحریف ہے جو جائز نہیں۔ پڑھنے سے یہاں مراد محض تحریری شکلوں کی شناخت نہیں بلکہ ان کی نطقی ادائیگی سے ہے اور حروف کی نطقی ادائیگی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اعضائے تکلم کو حرکت نہ دی جائے۔ اس طرح اگر دیکھا جائے تو تجوید کا میدان وہی قرار پاتا ہے جو صوتیات کا میدان ہے۔ فرق محض اتنا ہے کہ تجوید میں صرف قرآنی اصوات کی تشکیل، ادائیگی، خصوصیات اور ان کے مخارج و منابع سے بحث کی جاتی ہے اور صوتیات میں دنیا کی کسی بھی زبان کی اصوات کی تشکیل، ادائیگی اور درجہ مدی اور امتیاز و خصوصیات کو مطالعے کا موضوع بنایا جاسکتا ہے۔ تجوید اور صوتیات کے درمیان ایک فرق یہ بھی ہے کہ قواعد تجوید کا ماہر تجوید کے رموز سے "نظری" واقفیت رکھنے کے علاوہ قرآنی اصوات کی اپنے مخرج سے جمع صفات کے ساتھ "عملی" ادائیگی پر بھی قدرت رکھتا ہے، جب کہ ایک ماہر صوتیات دنیا کی کسی بھی زبان میں کام آنے والی اصوات کا سائنسی بنیادوں پر محض مطالعہ و تجزیہ کرتا ہے۔ ان آوازوں کی نطقی ادائیگی پر قدرت حاصل کرنا اس کے لئے چنداں ضروری نہیں۔ جس طرح لسانیات سے کسی زبان (یا زبانوں) کا جاننا مراد نہیں، بلکہ زبان (یا زبانوں) کے بارے میں جاننا مراد ہے۔ اسی طرح صوتیات میں نطقی اصوات کے بارے میں واقفیت ضروری سمجھی جاتی ہے نہ کہ ان اصوات کی اعضائے تکلم کے ذریعے عملی ادائیگی۔

قرآن کریم کا قواعد تجوید کے ساتھ پڑھنا نہایت ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ اگر تجوید کے ساتھ قرآن کریم نہ پڑھا گیا تو پڑھنے والا خطاوار ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَرَتِّلِ القرآن ترتیلا یعنی قرآن کو ترتیل سے پڑھو۔ یہاں ترتیل سے دو معنی مراد ہیں۔ ترتیل کے لغوی معنی ہیں ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اور اصطلاحی معنی ہیں تجوید کے ساتھ پڑھنا، یعنی قرآن کریم کے تمام حروف کو اپنے مخرج سے جمیع صفات کے ساتھ ادا کرنا۔ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں۔ والاخذ بالتجوید حتم لازم۔ یعنی تجوید کا حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔ علامہ جزریؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ من لم یجود القرآن اثم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یعنی جو شخص قرآن کریم کو تجوید سے نہ پڑھے وہ گنہ گار ہے۔
علم تجوید میں خوش آوازی کو بھی بحد دخل ہے۔ قرآن کریم کو خوش آوازی سے پڑھنا امر مستحسن ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا ہے: زينوا القرآن باصواتكم۔ یعنی اپنی آوازوں سے قرآن کو زینت دو۔ علماء نے قرآن کریم کو خوش آوازی سے پڑھنا امر زائد میں شمار کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خوش آوازی تجوید کے قواعد اور حکم سے خارج ہے۔
قرآن کریم کے پڑھنے میں لوگوں سے غلطیاں بھی سرزد ہو سکتی ہیں جن کی "فوائد مکیہ" میں دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ لحنِ جلی ۲۔ لحنِ خفی

لحن جلی وہ غلطیاں ہیں جن میں ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دیا جاتا ہے یا کوئی حرف گھٹا بڑھا دیا جاتا ہے یا حرکات میں غلطی کی جاتی ہے، مثلاً ساکن کو متحرک یا متحرک کو ساکن کر دیا جاتا ہے، ایسا کرنے والا گنہ گار ہوتا ہے۔ لحنِ خفی وہ غلطیاں ہیں جن میں ہر حرف مع حرکت کے ثابت رہے، لیکن بعض صفات جو تحسینِ حرف سے تعلق رکھتی ہیں اور غیر ممیّزہ ہیں، اگر ادا نہ ہوں تو خوف عقاب (جھڑکی) اور تہدید کا ہے۔
جیسا کہ ابھی کہا گیا ہے۔ صوتیات نسبتاً ایک جدید علم ہے۔ جیسے جیسے لسانیاتِ جدیدہ کا ارتقا ہوتا گیا اس کے ایک اہم شعبے کی حیثیت سے صوتیات کا علم ترقی کرتا گیا۔ جدید لسانیات کی روشنی میں زبانوں کے صوتیاتی مطالعے کی داغ بیل بیسویں صدی میں پڑتی ہے۔ اس مختصر سی مدت میں اس علم نے بحد ترقی کی ہے اور اب یہ علم سائنسی مطالعات کی صف میں کھڑا ہو گیا ہے۔ اس کی حدیں طبیعیات (Physics) اور عضویات (Physiology) سے بھی ملنے لگی ہیں۔ اس کے برخلاف علمِ تجوید اصوات و آیاتِ قرآنی کی تلفظی ادائیگی کا ایک قدیم علم ہے۔ جس زمانے میں قدماء نے تجوید کے قواعد و ضوابط منضبط کئے تھے اس وقت صوتیات (Phonetics) کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔ مغرب کی روشنی کے بغیر آج سے کئی سو سال قبل قدماء نے قواعد تجوید سے متعلق جو مشاہدات پیش کئے ہیں وہ صوتیاتی نقطہ نظر سے نہایت وقیع اور حیرت انگیز ہیں۔ قدماء نے قرآنی اصوات کی ادائیگی، ان کی درجہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہدی اور خصوصیات و صفات نیز دیگر پہلوؤں سے متعلق جو مشاہدات پیش کئے ہیں ان میں سے بیشتر آج جدید صوتیات کی روشنی میں صحیح ثابت ہوتے ہیں۔ فرق نظر آتا ہے تو صرف اصطلاح کا لیکن یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ قرآنی صوتیات کا یہ علم مغربی علماء کی نظروں سے ہمیشہ اوجھل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوتیات پر لکھی ہوئی کتابوں میں قدماء کے مشاہدات کا کہیں کوئی ذکر یا حوالہ نہیں پایا جاتا۔ صوتیات کی شکل میں جس علم نے بیسویں صدی میں فروغ پایا اس کی ابتدا تجوید کی شکل میں کئی سو سال پہلے عربوں کے ہاتھوں ہو چکی تھی۔ لیکن قدماء کے قواعد تجوید اور مغربی علماء کے علم صوتیات میں فصل زمانی کے باوصف علمی اشتراک پایا جاتا ہے۔ کیونکہ دونوں کا تعلق تکلمی آوازوں کی ادائیگی کے مطالعے سے ہے۔ تکلمی آوازوں کا مطالعہ اسی وقت ممکن ہے جب ان کے مخارج اور دیگر صفات کا علم ہو۔

صوتیات اور تجوید دونوں علوم آوازں کے مخارج، آوازوں کی ادائیگی اور درجہ ہدی، نیز انکی صفات سے بحث کرتے ہیں۔ لہٰذا تجوید کا جتنا گہرا رشتہ صوتیات سے ہے کسی اور علم سے نہیں۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ صوتیات نے قدماء کے مشاہدات کو سائنسی بنیاد عطاء کی ہے اور تجوید سے متعلق قدماء کی بہت سے باتیں جو محض تاثراتی تھیں انہیں علمی وقار بخشا ہے۔

(۴)

صوتیات اور تجوید میں بنیادی فرق یہ ہے کہ صوتیاتی مطالعہ 'صوت' کے تصور پر مبنی ہے جب کہ تجوید میں "حرف" کا تصور بنیادی اہمیت رکھتا ہے صوتیات میں سارے مباحث "صوت" کے تصور سے پیش کئے جاتے ہیں اور تجوید میں 'حرف' کے حوالے سے گفتگو کی جاتی ہے جس کی بنیاد ۲۹ حروف ہیں۔ یعنی ابجد ہوز، حطی، کلمن، سعفص، قرشت، ثخذ، ضظغ اور ء (ہمزہ) "فوائد مکیہ" میں قرآنی اصوات کے مخارج، انکی صفات اور درجہ ہدی کو ہر جگہ کے مخارج، صفات اور درجہ ہدی کا نام دیا گیا ہے۔

تجوید میں مخارج کے بیان کو بیحد اہمیت حاصل ہے۔ صوتیات بھی مخارج سے بحث کرتی ہے۔ اس ضمن میں اعضائے تکلم کا پورا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ ان اعضاء کی حرکت سے نیز انہیں بروئے عمل لانے سے جو تکلمی اصوات بر آمد ہوتی ہیں انکی سائنسی بنیادوں پر درجہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مدی کی جاتی ہے۔ بین الاقوامی صوتیاتی رسم خط (IPA) میں بارہ مخارج کی نشاندہی کی گئی ہے اور ان کے ذریعہ پیدا کی جانے والی آوازوں کی طرز ادائیگی کے اعتبار سے درجہ بندی کی گئی ہے۔ یہ تمام آوازیں، مصمتے کہلاتی ہیں۔ تجوید میں 'حروف' (یعنی قرآنی اصوات) کے ۱۴ مخارج بیان کئے گئے ہیں۔ صوتیات اور تجوید میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ اول الذکر میں آوازوں کے مخارج کا سلسلہ دونوں ہونٹوں سے شروع کیا جاتا ہے اور حلق کو آخری مخرج قرار دیا جاتا ہے۔ تجوید میں حلق کو پہلا مخرج تسلیم کیا جاتا ہے اور مخارج کا بیان منہ کے اندرونی حصے حلق سے شروع ہو کر بیرونی حصے پر ختم ہوتا ہے۔ صوتیات میں مخارج کے بیان کا سلسلہ منہ کے بیرونی حصے پر ہونٹوں سے شروع ہو کر اندرونی حصے (حلق) پر ختم ہوتا ہے۔

تجوید کی رو سے حروف (یعنی قرآنی اصوات) کے مخارج ۱۴ ہیں لیکن بعض علماء کے نزدیک مخارج کی تعداد ۱۶ اور بعض کے نزدیک ۱۷ ہے۔ پہلا مخرج اقصی حلق تسلیم کیا گیا ہے۔ اس سے تین حروف (یعنی آوازیں) نکلتی ہیں۔ ا۔ ء۔ ہ۔ یہ تینوں حلقیہ ہیں۔ صوتیات میں بھی انہیں حلقیہ یا حلقی (Glottal) تسلیم کیا گیا ہے۔ فراء کے نزدیک ا (الف) اور ء (ہمزہ) کا مخرج ایک ہے اسی لئے ہمزہ کے ساتھ الف کو بھی حلقیہ تسلیم گیا ہے۔ لیکن بعض علمائے تجوید الف کو حلقیہ تسلیم نہیں کرتے بلکہ جوفیہ اور ہوائیہ مانتے ہیں۔ صوتی نقطہ نظر سے الف کی دراصل دو حیثیتیں ہیں یعنی الف بشکل ہمزہ اور الف بشکل حرف علت (مصوتہ) الف بشکل ہمزہ ایک حرف صحیح یعنی مصمتہ ہے اور اس صورت میں اس کا مخرج اقصیٰ حلق بالکل صحیح ہے۔ لیکن الف جب مصوتہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے تو پھر حلقیہ آوازوں کے زمرے میں نہیں شامل کیا جا سکتا۔ ایسی صورت میں اسے جوفیہ یا ہوائیہ کہنا درست ہے کیونکہ اس کی ادائیگی میں پھیپھڑوں سے آنے والی ہوا بغیر کسی رکاوٹ کے منہ سے خارج ہوتی ہے۔ علمائے تجوید کے نزدیک دوسرا مخرج وسط حلق ہے جس سے ع ح نکلتے ہیں۔ وسطِ حلق صوتیاتی اصطلاح میں دراصل حلقوم ہے لہٰذا ان آوازوں کو حلقومی آوازیں کہتے ہیں۔ تیسرا مخرج ادنٰی حلق ہے اس سے غ۔ خ نکلتے ہیں۔ ادنٰی حلق کو صوتیاتی اصطلاح میں لہات یا کوا کہتے ہیں اور ان آوازوں کو لہاتی آوزیں کہتے ہیں۔ علمائے تجوید نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حلق (Glottis) سے لے کر کوا یعنی لہات (uvula) تک کے حصے کو حلق مانا ہے اور اس کے تین ٹکڑے کئے ہیں۔ اقصیٰ حلق، وسطِ حلق اور ادنیٰ حلق۔ صوتیات میں ان اعضاء کو الگ الگ ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ یعنی اقصیٰ حلق کو حلق (Glottis) وسط حلق کو حلقوم (Pharynx) اور ادنیٰ حلق کو لہات (Uvula) کہا جاتا ہے اور ان مخارج سے پیدا ہونے والی آوازیں حلقی (ء ہ) حلقومی (ع ح) اور لہاتی (غ خ) کہلاتی ہیں۔

علمائے تجوید کے نزدیک چوتھا مخرج اقصیٰ لسان اور اوپر کا تالو ہے اس سے ق نکلتا ہے اور پانچواں مخرج ق کے مخرج سے ذرا منہ کی طرف ہٹ کر نکلتا ہے۔ تجوید میں ان دونوں حرفوں (یا آوازوں) کو لہو یہ کہا گیا ہے۔ لہویہ کو صوتیاتی اصطلاح میں لہاتی (Uvular) کہتے ہیں۔

صوتیاتی اعتبار سے ق بلا شبہ ایک لہو یہ یا لہاتی آواز ہے لیکن ق اور ک دونوں کا مخرج ایک نہیں۔ ق لہاتی آواز ہے اور ک غشائی (Velar) ق کی تشکیل اس وقت عمل میں آتی ہے جب زبان کی جڑ (Root) کوا یعنی لہات سے مس ہوتی ہے اور پھیپھڑوں سے آنے والی ہوا وہاں رک جاتی ہے جب کہ ک کی تشکیل اس وقت عمل میں آتی ہے جب زبان کا پچھلا حصہ (یعنی زبان کی جڑ کے آگے کا حصہ) نرم تالو یعنی غشا (Velum) سے جا کر مل جاتا ہے اور پھیپھڑوں سے آنے والی ہوا وہاں رک جاتی ہے۔ نرم تالو یا غشا کوے سے آگے منہ کا اوپری حصہ ہے۔ علمائے تجوید نے ق اور ک کے مخرج میں فرق تو کیا ہے لیکن دونوں آوازوں کو لہو یہ کہا ہے۔ صوتیات میں بھی دونوں آوازوں کے مخارج میں فرق کیا جاتا ہے لیکن دونوں کو ایک ہی نام سے یاد کرنے کے بجائے الگ الگ ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ ق کو لہاتی (Uvular) اور ک کو غشائی (Ve-lar) آواز کہتے ہیں۔ یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ صوتیاتی اعتبار سے ق کا مخرج یا مقام ادائیگی (Pint of Articulation) وہی ہے جو غ خ کا ہے۔ ان میں فرق صرف طرز ادائیگی کا ہے، یعنی طرز ادائیگی (Manner of Articulation) کے لحاظ سے ق ایک بندشی (Stop) آواز ہے اور غ خ صفیری (Pricative) آوازیں ہیں لیکن مخرج یا مقامِ ادائیگی کے لحاظ سے تینوں آوازیں لہاتی (Uvular) ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تجوید کے رو سے چھٹا مخرج وسط لسان ہے اس سے ج ش ی نکلتے ہیں۔ صوتیاتی اعتبار سے ج ی حنکی (Palatal) آوازیں ہیں ان کا مخرج حنک یعنی تالو (Palate) ہے۔ یہ منہ کی جانب نرم تالو (غشا) سے آگے کا حصہ ہے۔ حنکی آوازیں اس وقت پیدا ہوتی ہیں۔ جب زبان کا آگے کا حصہ (وسط لسان) تالو سے جا کر مل جاتا ہے۔ ج ایک بندشی آواز ہے جس کی ادائیگی میں پھیپھڑوں سے آنے والی ہوا تالو پر بالکل رک جاتی ہے۔ ی کی ادائیگی میں تالو اور وسط لسان کے درمیان ہلکا سا شگاف رہتا ہے جس کی وجہ سے ہوا اس مخرج پر پورے طور پر نہیں رکتی۔ اسی لئے صوتیاتی اصطلاح میں ی کی آواز نیم مصوتہ (Semi-Vowel) کہلاتی ہے۔ ش کا مخرج ج ی کے مخرج سے قدرے مختلف ہے۔ ش عقب لثوی (Pala-to-Alvoolar) آواز ہے یعنی اس کی ادائیگی تالو کے اگلے حصے اور مسوڑھے کے پچھلے حصے سے ہوتی ہے۔ طرز ادائیگی کے لحاظ سے ش ایک صفیری (fricative) آواز ہے۔

از روئے تجوید ساتواں مخرج حافہ لسان اور داڑھوں کی جڑ ہے اس سے ض نکلتا ہے۔

آٹھواں مخرج طرفِ لسان اور دانتوں کی جڑ ہے اس سے ل ن ر نکلتے ہیں۔ صوتیاتی اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو تینوں (ل ن ر) لثوی (Alveolar) آوازیں ہیں ان کا مخرج لثہ یعنی مسوڑھا (Alveolar-ridge) ہے جو اوپر کے دانتوں اور تالو کے بیچ کا حصہ ہے۔ مسوڑھے میں دانتوں کی جڑیں پیوست ہوتی ہیں۔ نوکِ زبان کے مسوڑھے کے ملنے سے یہ آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔ بہ اعتبار مخرج ل ن لثوی آوازیں ہیں لیکن طرز ادائیگی کے اعتبار سے تینوں آوازیں مختلف ہیں۔ ل ایک پہلوئی (Lateral) آواز ہے اس کی ادائیگی میں پھیپھڑوں سے آنے والی ہوا طرفِ زبان یا زبان کے پہلو سے ہو کر نکلتی ہے۔ ن ایک انفی (Masal) آواز ہے اس کی ادائیگی میں ہوا منہ کے علاوہ ناک کے راستے بھی خارج ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں نرم تالو (Velum) نیچے کو جھک جاتا ہے اور ناک کا راستہ کھل جاتا ہے۔ ر ایک ایسی آواز ہے جس کی ادائیگی میں نوکِ زبان مسوڑھے سے مس ہوتی ہوئی ہوا کی جنبش سے لرزنے لگتی ہے۔ اسے غلطیدہ (Flapped) آواز کہتے ہیں۔

قواعدِ تجوید کے لحاظ سے نواں مخرج نوکِ زبان اور ثنایا علیا (اوپر کے دو دانت) کی جڑ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس سے ط ت نکلتے ہیں۔ چونکہ ان کا مخرج دانت ہیں اس لئے صوتیاتی اصطلاح میں انہیں دندانی (Dental) آوازیں کہتے ہیں۔انکی ادائیگی میں پھیپھڑوں سے آنے والی ہوا اوپر کے دانتوں پر نوکِ زبان کی مدد سے روک دی جاتی ہے۔ یہ آوازیں طرزِ ادائیگی کے اعتبار سے مدشی (Stops) کہلاتی ہیں۔

تجوید میں دسواں مخرج نوکِ زبان اور ثنایا علیا (اوپر کے دو دانت) کا کنارہ ہے اس سے ظ ذ ث نکلتے ہیں۔اور گیارھواں مخرج نوکِ زبان اور ثنایا سفلی (نیچے کے دو بیچ کے دانت) کا کنارا مع اتصال ثنایا علیا کے ہے۔اس سے ص ز س نکلتے ہیں۔ صوتیاتی اصطلاح میں بہ اعتبار مخرج انہیں دندانی اور لثوی آوازیں کہتے ہیں۔ طرز ادائیگی کے لحاظ سے یہ تمام آوازیں صفیری ہیں۔ث ذ ظ کو بین دندانی (Interdental) آوازیں بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ ان کی ادائیگی میں نوکِ زبان اور اوپر کی دانتوں کے درمیان سے ہو کر خارج ہوتی ہے۔ رگڑ کے ساتھ نوکِ زبان اور اوپر کے دانتوں کے درمیان سے ہو کر خارج ہوتی ہے۔ ص ز س بہ اعتبار طرز ادائیگی لثی آوازیں ہیں۔بارھواں مخرج نیچے کا لب اور ثنایا علیا کا کنارہ ہے اس سے ف نکلتا ہے۔اسے صوتیاتی اصطلاح میں لب دندانی (Labio-dental) آواز کہتے ہیں کیوں کہ یہ آواز نیچے کے ہونٹ اور اوپر کے دانت کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے۔ تیرھواں مخرج دونوں لب ہیں اس سے ب م و نکلتے ہیں۔ صوتیاتی اصطلاح میں یہ تینوں آوازیں دولبی (Bi-labial) کہلاتی ہیں کیوں کہ ان کی ادائیگی میں پھیپھڑوں سے آنے والی ہوا دونوں ہونٹوں پر رک جاتی ہے۔ بہ اعتبار طرز ادائیگی یہ تینوں الگ الگ آوازیں ہیں۔ ب ایک مدشی (Stop) اور م ایک انفی (Nasal) آواز ہے۔ ب کی ادائیگی میں ہوا منہ کے جوف سے خارج ہوتی ہوئی دونوں ہونٹوں پر مکملاً رک جاتی ہے۔ م کی ادائیگی میں ہوا منہ کے علاوہ ناک کے راستے (انفی جوف) سے بھی خارج ہوتی ہوئی دونوں ہونٹوں پر مکمل رک جاتی ہے۔و ایک نیم مصوتہ (semi-Vowel) ہے۔اس کی ادائیگی میں ہوا بغیر رگڑ کے جاری رہتی ہے، کیونکہ دونوں ہونٹ ایک دوسرے کے بہت قریب آجاتے ہیں۔

قواعدِ تجوید کی رو سے چودھواں مخرج خیشوم ہے۔اس سے غنہ نکلتا ہے جس سے مراد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نون مخفی اور نون مد غم یا دغام ناقص ہے۔ خیشوم ناک کا بانسہ یا ہڈی ہے جس سے ہو کر ہوا نتھنوں سے خارج ہو جاتی ہے۔ صوتیاتی اصطلاح میں اسے انفی جوف: (Masal Cavity) کہتے ہیں جب ہوا انفی جوف (خیشوم) سے ہو کر گذرتی ہے تو نرم تالو (غشا) جھک جاتا ہے جس سے ناک کا راستہ یا انفی جوف کھل جاتا ہے جب نرم تالو اوپر کو اٹھ جاتا ہے تو انفی جوف بند ہو جاتا ہے اور ہوا ناک کے راستے سے خارج ہونے کے بجائے صرف منہ کے راستے سے خارج ہوتی ہے۔ غنہ کی عربی میں کئی قسمیں ہیں اس کی ایک قسم نون یعنی اخفا کا نون ہے۔ مثلاً انفسکم یا انتم یہی نون مدغم ہو جاتا ہے۔ جب ی و ن م ل ر یہ چھے حروف ن کے مابعد واقع ہوتے ہیں اگر یہ نون چار حرفوں ی و ن م میں مدغم ہوا ہے تو ادغام ناقص کہا جائے گا اور اگر ل ر میں مدغم ہوا ہے تو ادغام کامل کہا جائے گا۔ مثلاً من یقول میں ادغام ناقص ہے اور من ربھم میں ادغام کامل ہے۔ غنہ کو صوتیاتی اصطلاح میں انفیت کہتے ہیں۔ مصوتوں کی یہ خصوصیت ہے۔ کہ یہ انفیائے جاسکتے ہیں۔ صوتیات میں خیشوم یا انفی جوف کو الگ سے مخرج تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔

قدماء میں مخارج کی تعداد کے سلسلے میں اختلاف رہا ہے۔ امام فراءؒ نے ۱۴ مخارج تسلیم کئے ہیں۔ لیکن امام سیبویہؒ کے نزدیک مخارج کی تعداد ۱۶ ہے۔

ایک دوسرے عالم تجوید خلیلؒ نے مخارج کی تعداد ۷ بتائی ہے۔ خلیل نے ل ن ر کا مخرج جدا جدا رکھا ہے لیکن جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ صوتیاتی نقطہ نظر سے بہ اعتبار مخرج یہ تینوں لثوی (Alveolar) آوازیں ہیں۔ یعنی ان کا مخرج لثہ (مسوڑھا) ہے، لیکن بہ اعتبار طرز ادائیگی یہ جدا جدا آوازیں ہیں یعنی ل پہلوئی (Lateral) ن انفی (Nasal) اور ر غلطیدہ (Flapped) ہے۔ خلیل نے ان آوازوں میں غالباً یہی فرق دیکھا ہوگا۔ امام فراء نے ل ن ر کو بہ اعتبار مخرج ایک کہا ہے، کیوں کہ یہ تینوں آوازیں لثوی (Alveolar) ہیں۔

(۵)

مخارج کے بیان کے علاوہ علم تجوید میں حروف (یعنی آوازوں) کی صفات سے بھی بحث کی جاتی ہے۔ صفات کے بیان میں قدماء کا مشاہدہ بہت باریک تھا۔ صفات کے تعین میں وہ مغربی ماہرین صوتیات سے بہت آگے تھے۔ ذیل میں قدماء کی بیان کردہ چند صفات پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صوتیاتی نقطہ نظر سے روشنی ڈالی جاتی ہے۔

ا۔ جہر اور ہمس: قدماء کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے آج سے کئی سو سال پہلے جہر اور ہمس کے فرق کو پہچان لیا تھا۔ انھیں صوتیاتی اصطلاح میں مسموع اور غیر مسموع آوازیں کہتے ہیں مسموع (Voiced) آوازیں وہ ہیں جن کی ادائیگی میں صوتی لب (Vocal Cords) ملنے لگتے ہیں۔ صوتی لب کی لرزش (Vibration) سے ایک طرح کی گونج (Resonance) پیدا ہوتی ہے۔ صوتی لب میں اگر لرزش نہ ہو تو گونج پیدا نہ ہوگی اور اس حالت میں جو آواز پیدا ہوگی وہ غیر مسموع (Voiceless) کہلائے گی۔ یہ باعتبار مخرج /پ/ اور /ب/ دونوں دولبی آوازیں ہیں لیکن /پ/ ایک غیر مسموع آواز اور /ب/ ایک مسموع آواز ہے۔ ان میں معنی کا فرق اسی خصوصیت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے مثلاً پانی اور بانی یا آپ اور آب وغیرہ۔ اسی طرح ت اور د میں ت غیر مسموع اور د مسموع ہے اور ک گ میں ک غیر مسموع اور گ مسموع ہے۔ مسموعیت اور غیر مسموعیت کا مصمتوں کی درجہ بندی سے گہرا تعلق ہے۔ جن میں تین صوتیاتی خصوصیات کی بنیاد پر مصمتوں کی درجہ بندی کی جاتی ہے ان میں سے یہ ایک اہم خصوصیت ہے۔ علمائے تجوید نے مسموعیت کو جہر سے تعبیر کیا ہے۔ جہر کے معنی شدت اور زور سے پڑھنے کے لئے جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک شدت سے مراد بلندی اور شدت نفس ہے۔ تجوید میں مسموع کے لئے مجہورہ کی اصطلاح عام ہے۔ جہر کی ضد "ہمس" ہے یعنی نرمی سے پڑھنا۔ ہمس کے ادا کرتے وقت جریان نفس کی وجہ سے آواز میں جو پستی ہے اس کو نرمی سے تعبیر کیا ہے۔ ہمس والی آواز کو "مہموسہ" کہتے ہیں۔ صوتیاتی اصطلاح میں اسے غیر مسموع کہتے ہیں۔ علم تجوید میں دس حروف جن کا مجموعہ فحثہ شخص سکت ہے مہموسہ یعنی غیر مسموع قرار دیئے گئے ہیں باقی تمام حروف مجہورہ یعنی مسموعہ ہیں جدید صوتیاتی نقطہ نظر سے بھی ف ح ث ہ ش خ ص س ک ت غیر مسموع (مہموس) ہیں۔ تجوید میں مسموع (مجہورہ) اور غیر مسموع (مہموسہ) آوازوں کے فرق کو صوت میں شدت اور نرمی کہہ کر ظاہر کیا گیا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس میں کوئی شک نہیں کہ علمائے تجوید کا یہ مشاہدہ بھی قابلِ تحسین ہے۔ بلاشبہ مسموع آوازوں میں شدت پیدا ہوتی ہے یعنی وہ Tense ہوتی ہیں۔ انکی ادائیگی میں اعضائے تکلم میں اعصابی (Muscular) تناؤ کا احساس ہوتا ہے۔ اس کے بر خلاف غیر مسموع آوازیں نرم (lax) ہوتی ہیں۔ ان کی ادائیگی میں اعضاپر زیادہ زور نہیں پڑتا۔

۲۔ شدت اور رخوۃ: علمائے تجوید نے شدیدہ کے آٹھ حروف بیان کئے ہیں جن کا مجموعہ اجد قط بکت ہے۔ ان کے سکون کے وقت آواز رک جاتی ہے۔ صوتیاتی اصطلاح میں اسے غیر اخراجی (Unrcleased) کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ آٹھوں آوازیں (الف یہاں بصورت ہمزہ ہے اور مصمتہ ہے نہ کہ مصوتہ) بندشی ہیں۔ ان کی ادائیگی کے وقت زیریں تکلمی اعضاء اوپر کے اعضاء سے اس طرح جا کر مل جاتے ہیں کہ آواز رک جاتی ہے یعنی آوازوں کا مکمل اخراج نہیں ہوپاتا، نیز ان کی ادائیگی میں زیریں تکلمی اعضاء اوپر کے اعضاء سے الگ نہیں رہتے بلکہ ملے رہتے ہیں۔ مثلاً فی سبیل اللہ اموات میں ت حرف شدیدہ یعنی غیر اخراجی ہے۔ ت کی ادائیگی کے وقت آواز رک جاتی ہے اور زبان کی نوک (زیریں عضو) اوپری دانتوں سے جا کر مل جاتی ہے اور الگ نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں ہوا کا اخراج نہیں ہوپاتا۔ نتیجۃً ت غیر اخراجی خصوصیت کی حامل قرار پاتی ہے۔ مذکورہ آٹھ حروف کے علاوہ پانچ حروف ایسے ہیں جن میں آواز بالکل بند نہیں ہوتی۔ ان حروف کا مجموعہ لن عمر ہے۔ شدیدہ اور متوسط حروف کے علاوہ باقی تمام حروف (جن کی تعداد ۱۶ ہے) رخوہ ہیں یعنی انکی آوازیں جاری رہ سکتی ہیں۔ یہ ۱۶ حروف (ف د س ز ش خ غ ح ع ث ذ ظ ض ص ہ ی) صوتیاتی اعتبار سے صفیری آوازیں ہیں۔ ان میں صرف ی نیم مصوتہ ہے۔ ان تمام آوزوں کی ادائیگی میں زیریں اعضاء اپنے اوپری اعضاء سے مکمل طور پر نہیں ملتے بلکہ ایک دوسرے کے قریب آجاتے ہیں جس کے نتیجے میں زیریں اور اوپری اعضائے تکلم کے درمیان ایک شگاف سا بن جاتا ہے جس سے ہو کر ہوا مسلسل گذرتی رہتی ہے۔ اسی لئے ان آوازوں میں رخو یعنی جاری رہنے کی صفت پیدا ہو گئی ہے۔ قدماء نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اپنے گہرے مشاہدے کی بناء پر ان آوازوں کی اس خصوصیت کو پہچان لیا تھا۔ مثلاً او تخفوہ میں خ کی ادائیگی میں سانس جاری رہتی ہے۔ لہٰذا سے رخاوت کہتے ہیں۔ صوتیاتی مطالعے میں رخو کی صفت کو بحد اہمیت دی گئی ہے اور اسے باقاعدہ طور پر ایک صفتِ ممیزہ (Distinctive Feature) کا درجہ دیا گیا ہے۔ صوتیاتی اصطلاح میں رخو کو جاریہ (Continuant) کہتے ہیں۔ لیکن جاریہ میں ل اور ر کو بھی شامل کیا گیا ہے جب کہ رخو میں ل اور ر شامل نہیں۔ کیونکہ یہ متوسط ہیں۔

۳۔ استعلاء اور استفال: تجوید کی رو سے استعلاء حروف کی وہ صفت ہے جس میں آوازوں کو ادا کرتے وقت زبان کا اکثر حصہ منہ کی چھت کی طرف بلند (High) ہو جاتا ہے۔ یہ سات حروف ہیں جن میں یہ صفت پائی جاتی ہے۔ انکے مجموعے کو خص ضغط قظ کہتے ہیں۔ مصمتوں کی اس خصوصیت کو صوتیاتی مطالعے میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اسے صوتیاتی اصطلاح میں ہم مخرجیت (Coartieulatin) کہتے ہیں۔ اس کی کئی قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ استعلاء کی ضد استفال ہے جس میں زبان بلند نہیں ہوتی بلکہ نیچے ہی پڑی رہتی ہے۔ مذکورہ آٹھ حروف کے علاوہ تمام حروف صفتِ استفال سے متصف ہیں۔ اس صفت کو صوتیات میں پست (Low) کہتے ہیں۔

۴۔ اطباق اور انفتاح: اطباق اس صفت کا نام ہے جس میں صوتی ادائیگی کے وقت زبان کا اکثر حصہ تالو سے مل جاتا ہے۔ یہ چار حروف (صطظض) اس صفت سے متصف ہیں۔ صوتیاتی اصطلاح میں اسے حنکیانا (Palatalizaion) کہتے ہیں۔ مثلاً من الشیطان میں ط کی ادائیگی کے وقت زبان تالو سے لپٹ جاتی ہے۔ اسکے بر خلاف انفتاح وہ صفت ہے جس میں زبان اکثر تالو سے نہیں ملتی صطظض کے سوا تمام حروف میں صفتِ انفتاح پائی جاتی ہے، مثلاً بسم اللہ میں س کی ادائیگی کے وقت زبان تالو سے نہیں ملتی کہ س صفتِ انفتاح سے متصف ہے۔

۶۔ قلقلہ: قواعدِ تجوید میں قلقلہ مخرج میں جنبش دینے کو کہتے ہیں یعنی حرف کو ہلا دینا۔ جب آواز میں قلقلہ پیدا کیا جاتا ہے تو آواز ہل جاتی ہے۔ قلقلہ اس طرح پیدا کیا جاتا ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ آواز میں زبر، زیر، پیش کی رمق نہیں آنے پاتی ہے۔ قلقلہ کو صوتیاتی اصطلاح میں اخراجی (Rleased) خصوصیت کہتے ہیں۔ جن آوازوں میں قلقلہ دیا جاتا ہے ان کے مجموعے کو قطب جد کہتے ہیں یہ پانچوں بندشی آوازیں ہیں انکی ادائیگی کے وقت زیریں اعضاء اوپری اعضاء سے مل جاتے ہیں اور پھیپھڑوں سے آنے والی ہوا، ان مخارج پر رک جاتی ہے۔ پھر فوراً ہی دونوں اعضاء ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ دونوں اعضاء کی یہی علیحدگی قلقلہ یعنی صفتِ اخراجی (Realeased) کہلاتی ہے۔ مثلاً من قبلكم، بالصبر، قبلة التي کی ب کی ادائیگی کے وقت جب اوپر کا ہونٹ نیچے کے ہونٹ سے علیحدہ ہوتا ہے تو قلقلہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح عقاب کی ب اور شقاق اور مقراض کے ق میں بھی قلقلہ موجود ہے۔

۶۔ تکرار: تکرار کی صفت ر میں پائی جاتی ہے اس لئے اسے تکریری یا ارتعاشی (Trill) آواز بھی کہتے ہیں۔ اس کی ادائیگی کے وقت نوکِ زبان میں ارتعاش یا لرزش پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی ارتعاشی حالت میں نوکِ زبان مسوڑھے تک پہنچ کر ہوا کو تیزی کے ساتھ روکتی ہے جس سے ر کی آواز پیدا ہوتی ہے۔

۷۔ تفشّی: آواز کا منہ میں (تالو اور زبان کے درمیان) پھیلنا صفتِ تفشّی کہلاتا ہے۔ یہ صفت ش میں پائی جاتی ہے۔ صوتیاتی اعتبار سے ش ایک صفیری آواز ہے۔ اس کی ادائیگی کے دوران ہوا کے نکلنے کا راستہ تنگ ہو جاتا ہے اور زبان کا اگلا حصہ تالو کے قریب (مسوڑھے کے پیچھے) پہنچ کر نالی دار شکل اختیار کر لیتا ہے۔ جب ہوا رگڑ کے ساتھ اس تنگ اور نالی دار راستے سے ہو کر گذرتی ہے تو سسکار کی آواز پیدا ہوتی ہے جسے صوتیاتی اصطلاح میں سسکاریہ (Sibilant) کہتے ہیں۔

۸۔ استطالہ: استطالہ سے مراد 'سیدھا پن' ہے جب آواز میں ایک طرح کا سیدھا پن پایا جاتا ہے تو اسے صفت استطالہ کہتے ہیں۔ یہ صفت ض میں پائی جاتی ہے۔

۹۔ صفیرہ: صفیرہ حروف کی وہ صفت ہے جس میں آواز جاری رہتی ہے۔ یہ صفت ص س میں پائی جاتی ہے۔ صوتیاتی اعتبار سے یہ صفیری (Fricative) آوازیں ہیں۔ انکی ادائیگی میں زبان کا اگلا حصہ مسوڑھے کے اتنے قریب آجاتا ہے کہ دونوں کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

درمیان ایک پتلا سا شگاف بن جاتا ہے اور پھیھڑوں سے آنے والی ہوا اسی تنگ راستے سے ہو کر گذرتی ہے۔ چونکہ یہ راستہ تنگ ہوتا ہے اس لئے ہوا رگڑ کے ساتھ جاری رہتی ہے۔ صوتیاتی اصطلاح میں ص س کی اس صفت کو صفت جاریہ (Continuant) کہتے ہیں۔

۱۰۔ صفت غنہ: صفت غنہ حرف کی وہ صفت ہے جس میں آوازیں ناک میں جاتی ہیں۔ ایسی آوازیں دو ہیں، ن اور م۔ صوتیاتی اصطلاح میں ان آوازوں کو انفی (Na-sal) آوازیں کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کی ادائیگی میں نرم تالو (غشا) نیچے جھک جاتا ہے جس کے نتیجے میں انفی جوف کھل جاتا ہے اور ہوا منہ کے علاوہ ناک کے راستے سے بھی خارج ہوتی ہے۔ غنہ مصوتی آوازوں (Vowel Sounds) کی بھی خصوصیت ہے۔ ایسی صورت میں اسے انفیت (Nasalization) کہتے ہیں۔ غنہ جہاں سے نکلتا ہے اسے قواعد تجوید میں، "خیشوم" کا نام دیا گیا ہے اور اسے باقاعدہ ایک مخرج تسلیم کیا گیا ہے۔

اصوات کی جن چار صفات کا ذکر شروع میں آیا ہے انہیں "صفاتِ متضادہ" کہتے ہیں۔ کیونکہ ان میں جہر کی ضد ہمس، رخو کی ضد شدت، استعلا کی ضد استفال اور اطباق کی ضد انفتاح ہے۔ علم تجوید کی رو سے ہر حرف چار صفتوں کے ساتھ ضرور متصف ہوگا۔ باقی جو چھ صفات ہیں انکی ضد نہیں، لہٰذا انہیں، صفات غیر متضادہ کہتے ہیں۔ یہ بعض حروف میں پائی جاتی ہیں اور بعض حروف میں نہیں پائی جاتیں۔ صفات خواہ متضادہ ہوں یا غیر متضادہ، انکی تمام تر بنیاد اصوات کی نطقی ادائیگی۔ (Articulation) پر قائم ہے۔ یعنی حروف کو جب تک صوتی اعضاء میں حرکت کے ذریعے اصوات میں تبدیل نہ کیا جائے اس وقت تک ان صفات کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ از روئے تجوید کوئی بھی حرف جب اپنے مخرج سے ادا کیا جاتا ہے تو یہ صفات بھی اس کے ساتھ ادا ہوتی ہیں۔ بغیر ان صفات کے حروف ادا نہیں ہوتے۔ ہر حرف کے لئے کوئی نہ کوئی صفت اصل اور لازم ضرور ہے۔ اسی لئے انہیں 'صفات لازمہ' کہتے ہیں۔

اگر حروف صفات لازمہ میں مشترک ہوں تو مخرج کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ممتاز ہوں گے مثلاً ب اور ج دونوں صفات لازمہ کے اعتبار سے مجہور، شدید، مستفل، منفتح

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور مقلقل ہیں لیکن بہ اعتبار مخرج ب اور ج متحد نہیں۔ ب کا مخرج "دونوں لب" (تیرھواں مخرج) اور ج کا مخرج "وسط لسان" (چھٹا مخرج) ہے۔ لیکن اگر حروف متحد الخرج ہوں اور صفات لازمہ متضادہ میں بھی مشترک ہوں تو صفتِ لازمہ غیر متضادہ کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ممتاز ہوں گے مثلاً ل اور ر بہ اعتبار مخرج ایک ہیں۔ ان کا مخرج "طرف لسان اور دانتوں کی جڑ" (آٹھواں مخرج) ہے۔ یہ صفاتِ لازمہ متضادہ میں بھی مشترک ہیں۔ یعنی دونوں مجہور، متوسط، مستفل اور منفتح ہیں۔ لیکن صفتِ لازمہ غیر متضادہ کے اعتبار سے ممتاز ہیں۔ یعنی ر میں تکریر ہے اور ل میں تکریر کی صفت ناپید ہے۔ صفت لازمہ غیر متضادہ کو صفت لازمہ منفردہ بھی کہتے ہیں متحد الخرج حروف میں جن صفات لازمہ کی وجہ سے امتیاز پیدا ہوتا ہے انہیں تجوید میں "صفاتِ ممیزہ" کہتے ہیں

"صفاتِ ممیزہ (Distincitve Features) ایک جدید صوتی اصطلاح کے طور پر بھی مستعمل ہے۔ جدید صوتی نظریئے میں صفاتِ ممیزہ کو بیحد اہمیت حاصل ہے۔ یہ صفات ان اقلی عناصر پر مشتمل ہوتی ہیں جن سے صوتیئے (Phoneme) کی تشکیل ہوتی ہے۔ صفاتِ ممیزہ ایک اقلی تخالفی یونٹ (Contrastive Unit) کا درجہ رکھتی ہیں۔ یہ صوتی نظریہ بیسویں صدی کے نصف اول میں دبستانِ پراگ (Prague School) میں پروان چڑھا جس کے روحِ رواں۔ رومن یاکوبسن (Roman Jakobson) تھے۔ بعد میں مورس ہالے (Morris Hallae) اور نوام چامسکی (Noam Chomsky) کے ہاتھوں اس نظریئے کو فروغ حاصل ہوا۔ اس نظریئے کے تحت صوتیئے (Phonome) کو صوتیاتی امتیازی خصوصیات (Phonetic Distinctive Features) کا مجموعہ قرار دیا جاتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

صفاتِ ممیّزہ

ازروئے تجوید	ازروئے صوتیات	ا	ب	ت	ث	ج	ح	خ	د	ذ	ر	ز	س	ش	ص	ض	ط	ظ	ع	غ	ف	ق	ك	ل	م	ن	و	ہ	ء	ی
مجہور	مسموع	✓	✓			✓			✓	✓	✓	✓				✓	✓	✓	✓	✓		✓		✓	✓	✓	✓		✓	✓
مہموس	غیر مسموع			✓	✓		✓	✓					✓	✓	✓						✓		✓					✓		
شدید	بندشی / غیر انفراجی		✓	✓		✓			✓								✓					✓	✓						✓	
رخو	جاری / صفیری	✓			✓		✓	✓				✓	✓	✓	✓	✓		✓		✓	✓						✓	✓		✓
متوسط	-										✓								✓					✓	✓	✓				
مستعل	بلند							✓							✓	✓	✓	✓		✓		✓								
مستفل	پست	✓	✓	✓	✓	✓	✓		✓	✓	✓	✓	✓	✓					✓		✓		✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
مطبق	خنکیت														✓	✓	✓	✓												
منفتح	-	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓					✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓	✓
قلقل	انفراجی		✓			✓			✓								✓						✓							
تکرار	تکریری										✓																			
تفشی	سسکاری													✓																
مستطیل	-															✓														
صفیری	صفیری / جاری												✓		✓															
غنہ	انفیت																								✓	✓				

www.KitaboSunnat.com
"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

۱۔ عبدالرحمٰن مکیؒ "فوائد مکیہ" (کانپور مطبع قیومی، ۱۹۵۷ء)

۲۔ اشرف علی تھانویؒ "جمال القرآن"

3. Abererombie, David. Blementsof General Phonetics(Edinburh: Edinburh university press, 1967).

4. Harrell, Richard S. and Blane, Haim. Contributions to Arabic Linguistics (Combridge, Masachusetts: Harvard. Univesity Press, 1950).

5. Heffner, Poe-Merrill Secrist. GeneralPhonetics (Madison: University of Wisconsin Press, 1952).

6. Malmberg, Bertil. Phonetics (New York: nover Publications 1963.)

سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب

"دنیا کی کوئی کتاب اتنی نہیں پڑھی جاتی جتنا قرآن پڑھا جاتا ہے، ہو سکتا ہے کہ بائبل کی جلدیں زیادہ فروخت ہوتی ہوں لیکن پیغمبر اسلام کے کروڑوں پیرو قرآن کی لمبی لمبی آیات دن میں پانچ مرتبہ اس وقت سے شروع کرتے ہیں جب وہ باتیں کرنا سیکھتے ہیں۔"

(دی فیتھس مین لیوبائے ص ۱۸۱ از چارلس فرانس پوٹر)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم کا صوتی اعجاز

"قرآن کے اسلوب بیان میں آہنگ کی خاص کارفرمائی پائی جاتی ہے۔ قرآن میں مجرد قسم کا ساؤنڈ آرٹ نہیں پایا جاتا۔ قرآن مطالب و معانی کے تقاضوں کے تحت آہنگ کو بدلتا دکھائی دیتا ہے جہاں اور جس مقام پر کسی اہم پہلو کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے وہاں آہنگ بدل جاتا ہے، اس کے علاوہ مفاہیم میں بوقلمونی کو نمایاں کرنے کی غرض سے بھی وہ آہنگ میں تبدیلی پیدا کرتا ہے"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مولانا محمد فاروق خاں
بازار چتلی قبر، دہلی۔۶

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن ایک عظیم کلام ہے۔اس کے اعجاز و حکمت کا احاطہ ممکن نہیں۔ مختلف اوصاف اور خوبیوں کے علاوہ قرآن کریم کا ایک خاص وصف یہ ہے کہ اس میں ایک عجیب قسم کا صوتی حسن و جمال اور آہنگ پایا جاتا ہے۔ یہ حسن و جمال قرآن کا اپنا اعجاز ہے۔ قرآن کا ایک ایک لفظ دلکش ہے۔اس کی ہر ایک آیت سے ایک نغمہ سا پھوٹتا نظر آتا ہے جس سے ہمارے احساسات و جذبات ہی مترنم نہیں ہوتے بلکہ اس کے سبب کائنات کی پوری فضاء ترنم سے بھری ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ قرآن اوزان و قوافی اور شاعری کی عام قیود سے آزاد اور ہر طرح کے تصنع و تکلف سے پاک ہے۔اس کے باوجود اس کی ہر آیت میں کچھ ایسا داخلی ترنم پایا جاتا ہے جس کے مقابلے میں سارے ہی ارضی نغمات پھیکے اور بے کیف معلوم ہوتے ہیں۔ قرآن کی اس نغمگی نے اس میں ایک عجیب دلکشی پیدا کر دی ہے۔اس کے علاوہ قرآن کا نظم و اسلوب اپنے اندر معانی و معارف کی ایک وسیع و حسین دنیا لیے ہوئے ہے۔ صوتی آہنگ کے علاوہ قرآن کے معانی اور مطالب میں بھی کمال درجہ کی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ قرآن منتشر خیالات و جذبات کا مجموعہ نہیں بلکہ وہ ایک اعلیٰ درجہ کا مربوط و منظم کلام ہے۔ آغاز وحی میں دلوں کو مسحور کرنے میں قرآن کی سحر کاری اور اس کے انداز بیان کو بڑا دخل رہا ہے۔

قرآن مجید میں تمام ادبی محاسن بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں۔اس میں تشبیہ و استعارہ کا استعمال بھی ملتا ہے اور مجاز و کنایہ وغیرہ کا حسن بھی پایا جاتا ہے۔ قرآن میں وہ حسن مصوری بھی پایا جاتا ہے جس کے سبب ذہن و خیال سے تعلق رکھنے والے چیزیں بھی نگاہوں کے سامنے ہیئت و حرکت اختیار کرتی نظر آنے لگتی ہیں۔

قرآن اپنے طرز بیان اور نظم و ترتیب کے لحاظ سے ایک منفرد قسم کا کلام ہے وہ نہ شعراء کے انداز سخن کی پیروی کرتا ہے اور نہ وہ خطیبوں کا مقلد ہے۔ وقار و عظمت کے ساتھ اس کی ہر ادا میں دلکشی اور اس کے ہر بیان میں انفرادیت پائی جاتی ہے۔اس میں جو صوتی آہنگ ملتا ہے دنیاء ادب و شعر اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آواز اور مخارج کے لحاظ سے دیکھیں تو اس کی نرمی، سختی، ہمس و جہر اور ترجیع اور تکرار وغیرہ میں باہم بڑی مناسبت کا اظہار ہوتا ہے۔ قرآن کی نغمگی و خوش آہنگی بڑی حد تک اسی مناسبت کی رہین

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منت ہے۔ مصطفےٰ صادق رافعی لکھتے ہیں :

"جب تم قرآنی الفاظ کے نظم ونسق پر غور کرو گے تو ان کی صرفی ولغوی حرکات کو وضع وترکیب کے اعتبار سے اصل حروف کے قائم مقام پاؤ گے۔ یہ حرکات حروف کی آواز کے ساتھ ہم آہنگ ہوتی ہیں۔ بسا اوقات ایک حرکت کسی وجہ سے ثقیل ہوتی ہے اس لیے اس میں حلاوت وشیرینی کی کمی ہوتی ہے مگر یہی حرکت جب ہم قرآن میں دیکھتے ہیں تو وہ عجیب شان کی حامل نظر آتی ہے جو حروف وحرکات اس حرکت سے پہلے ہوتے ہیں وہ باہم مل کر اس میں عجیب طرح کی یک رنگی وخوش آہنگی پیدا کر دیتے ہیں اور وہ اپنی جگہ پر نہایت موزوں اور ہلکی پھلکی دکھائی دیتی ہے۔ اس کی مثال میں ہم "النذر" (القمر : ۳۶) کا لفظ پیش کرتے ہیں۔ یہ نذیر کی جمع ہے۔ چونکہ نون اور ذال دونوں پر ضمہ ہے اس لیے یہ ثقیل ہے مزید برآں اس لفظ میں چنداں روانی وسلاست بھی نہیں پائی جاتی ۔ مگر قرآن میں جہاں یہ لفظ وارد ہوا ہے وہاں ان عیوب میں سے کوئی بات نہیں پائی جاتی "[۱] تاریخ آداب العرب للرافعی ج ۲ صفحہ ۲۲۵ بحوالہ علوم القرآن

قرآن مجید کے صوتی اعجاز وجمال پر تفصیلی گفتگو کرنے سے پہلے ضروری محسوس ہوتا ہے کہ ہم صوت والفاظ کے باہمی رشتہ وتعلق پر غور کر لیں۔ آواز کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک آواز غیر متناسب جیسے بجلی کی کڑک یا دیوار گرنے کی آواز۔ غیر متناسب آواز کے تموجات شمار میں نہیں آتے۔ دوسری آواز وہ ہے جسے آواز متناسب کہتے ہیں۔ صوتی جمال یا موسیقی اسی آواز متناسب کی رہین منت ہوتی ہے۔ مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جتنے حروف ہیں ان میں سے ہر ایک حرف کی آواز موسیقی کے سُروں میں سے کسی نہ کسی سُر (INTONATION) کے تحت ہوتی ہے، ہم جانتے ہیں کہ لفظ حروف سے بنتا ہے، لفظ میں کئی آوازیں تحلیل ہو کر ایک اکائی کی شکل اختیار کیے ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لفظ کی موسیقی کا مقابلہ حروف کی غنائیت نہیں کر سکتی۔ اس لیے کہ ایک تو لفظ میں کئی آوازیں شامل ہوتی ہیں دوسرے لفظ میں جو موسیقی ہوتی ہے وہ خیال وجذبہ کے آہنگ سے وابستہ ہوتی ہے۔ علامہ شبلیؒ نے بھی لکھا ہے :

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"ہر لفظ چونکہ ایک قسم کائر ہے اس لیے ضروری ہے کہ جن الفاظ کے سلسلہ میں وہ ترکیب دیا جائے ان آوازوں سے اس کو خاص تناسب بھی ہو۔ورنہ گویا مخالف سروں سے اس کو ترکیب دینا ہوگا۔ نغمہ یا راگ مفرد آوازوں یا سروں کا نام ہے۔ ہر سُر جائے خود دلکش اور دل آویز ہے لیکن اگر دو مخالف سروں کو ترکیب دیدیا جائے تو دونوں مکروہ ہو جائیں گی۔

راگ کے دلکش اور مؤثر ہونے کا گر یہی ہے کہ جن سروں سے ان کی ترکیب ہو ان میں نہایت تناسب و توازن ہو۔

الفاظ بھی چونکہ ایک قسم کی صوت اور سُر ہیں اس لیے ان کی لطافت اور شیرینی اور روانی اس وقت تک قائم رہتی ہے جب گردو پیش کے الفاظ بھی ان کے مناسب ہوں"۔

ہم مخرج وہم وزن الفاظ، قوافی، تکرار، حروف تجنیس وغیرہ سے موسیقیت میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ ہم صوت حروف والفاظ نغمگی کا جادو جگانے کا کام کرتے ہیں۔ان کے ذریعہ ایک خاص قسم کی صوتی فضا کی تشکیل ہوتی ہے۔جب کبھی ایک لفظ کی آواز دوسرے لفظ کی آواز کی پیروی کرتی ہے تو صدائے بازگشت کی سی آواز سنائی دیتی ہے۔ اس سے یہی نہیں کہ بیان میں زور اور حسن پیدا ہوتا ہے بلکہ آواز کی کیفیت احساسات وجذبات اور خیالات کی تہوں کو کھولنے میں بھی مددگار ثابت ہوتی ہے۔ حروف والفاظ کی غنائیت صرف زینت سخن ہی کا کام نہیں کرتی بلکہ اس کے اندر وہ قوت ہے کہ جذبات کی شدت کو نقطۂ عروج تک پہنچا سکے۔ مترادف الفاظ میں باہم معانی کے لحاظ سے جو لطیف ونازک فرق پایا جاتا ہے اس فرق کو نمایاں کرنے میں اس کا خاص حصہ ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں ہم دیکھتے ہیں کہ قرآنی الفاظ کا تلفظ ہی بالعموم ان کے مفہوم کی ترجمانی کر جاتا ہے۔اس سلسلہ میں چند ایک مثالیں یہاں پیش کی جاتی ہیں :

قرآن میں ہے :

فمن زحزح عن النار و ادخل الجنة فقدفاز (آل عمران : ۱۸۵)

"پس جسے آگ سے دور اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہ کامیاب ہو گیا"

زحزح کی آواز خود دوری کے مفہوم کو ظاہر کر رہی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک اور مثال :

ویسقی من مآءٍ صدید. یتجرعه ولایکا دیسیغه (ابراہیم :۱۶۔۱۷)

"اور اس (کافر) کو کچ لہو کا پلایا جائے گا جس کو بمشکل گھونٹ گھونٹ کر کے لے گا اور ایسا نہیں لگے گا کہ وہ آسانی سے اسے اتار سکتا ہے"۔

ہم دیکھتے ہیں یتجرعه کے لفظ ہی سے خاص ناگواری اور گرانی کا اظہار ہو رہا ہے۔

ایک مثال اور لیں :

مااغنی عنی مالیه. هلك عنی سلطانیه. (الحاقہ :۲۸۔۲۹)

"میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا، میری سلطنت مجھ سے جاتی رہی"

فواصل میں ہاء سکتہ کی تکرار سے خود بخود قلق و ملال کی کیفیت طاری ہونے لگ جاتی ہے۔ ہر لفظ اور خاص طور سے قرآن میں جس طرح کے لفظ کا استعمال ہوتا ہے وہ بذات خود محشر خیال اور محشرِ تاثرات سب کچھ ہوتا ہے۔ بقول شخصے ہر لفظ کا ایک پیکر ہوتا ہے اور ہر لفظ کی اپنی ایک ذہنی اور جذباتی فضا ہوتی ہے۔ ہر لفظ کا ایک ذہنی پس منظر ہوتا ہے اور اس میں احساسات کی ایک مخصوص لہر بھی پوشیدہ ہوتی ہے۔

اب اس سلسلہ میں قرآن سے چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

"یایها الذین امنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل الله اثاقلتم الی الارض (التوبہ :۳۸)

"اے ایمان والو، تمھیں کیا ہو گیا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین پر گرے جاتے ہو"۔

اثاقلتم کے تلفظ سے ہی ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ کوئی بھاری چیز اپنی گراں باری کی وجہ سے گری جارہی ہے اور اسے اٹھانے کی ساری کوشش رائگاں جارہی ہے۔

ایک اور مقام پر ہے :

وهم یصطرخون فیها (فاطر :۳۷) "وہ کفار اس میں چلائیں گے"۔

لفظ یصطرخون سے ہی کانوں کو چیخنے چلانے کی آواز سنائی دینے لگتی ہے اور ایسا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محسوس ہوتا ہے کہ لاکھ چیخ پکار کے باوجود اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہا ہے۔ اسی طرح قرآن میں کبکبوا اور مزحزحہ کے لفظوں کا استعمال دیکھیں کبکبوا کا لفظ جہنم میں گرنے کی آواز کو ہمارے لیے مسموع بنا دیتا ہے۔ اسی طرح مزحزحہ کا لفظ دوری کی ایک واضح متحرک اور مکمل تصویر ہمارے سامنے کھینچ دیتا ہے۔ اسی طرح قیامت کو جو نام بھی الصاختہ، الطآمۃ وغیرہ دیے ہیں وہ اپنی صوت سے ہی قیامت کی بلاخیزیوں کو نمایاں کرتے ہیں۔

ایک ہی لفظ میں صوت اور تاثر دونوں کے جمع ہونے کی ایک واضح مثال ہم اس آیت میں دیکھ سکتے ہیں۔

یوم یدعون الی نار جھنم دعا (الطور: ۱۳)

"جس روز جہنم کی آگ کی طرف دھکے دے کر دھکیلے جائیں گے"۔

دعا کا لفظ اپنی صوت اور تاثر دونوں کے ذریعہ سے اپنے مفہوم کی عکاسی کر رہا ہے۔ اس دیگر مثالوں اور تفصیلی معلومات کے لئے دیکھیں التصویر الفنی فی القرآن

قرآن گو شاعری نہیں

قرآن کے مخالفین قرآن کو شاعری قرار دیتے تھے اور نبی کریم ﷺ کو شاعر کہتے تھے۔ بل ھو شاعر (الانبیاء: ۵) "بلکہ وہ تو شاعر ہے" قرآن نے اس کی تردید ان الفاظ میں کی ہے: وماعلمناہ الشعر وما ینبغی لہ (یٰسین: ۶۹) "ہم نے اسے شاعری کی تعلیم نہیں دی اور نہ وہ اس کے لائق ہی ہے"۔

مطلب یہ ہے کہ قرآن وحی الٰہی ہے۔ قرآن کسی شاعر کے تخیل اور اس کی طبع آزمائی کے نتیجہ میں ظہور میں نہیں آیا ہے اور نہ قرآن کے مقاصد اس قسم کے ہیں جن کے تحت بالعموم شعراء فن شاعری میں اپنے کمالات کا مظاہرہ کرتے نظر آتے ہیں۔ قرآن کے شعر نہ ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ ان محاسن اور خوبیوں سے تہی دامن ہے جو شاعری کی خصوصیت ہے۔ شعر میں لائق تحسین جو خوبیاں پائی جاسکتی ہیں وہ بدرجہ اتم قرآن میں موجود ہیں لیکن وہ شعر و شاعری کے معائب و نقائص سے بالکل پاک ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"کلام تخیل" کو اکثر شاعری قرار دیا گیا ہے۔ منطقیوں کے نزدیک "کلام تخیل" ہی عربی ہے۔ اس کے لیے اوزان اور بحر کی پابندی ضروری نہیں ہے۔ تخیل شاعری کی روح ہے اور لے یا آہنگ اس کا روپ ہے۔ بعد کے ناقدین نے اس میں جذبہ کے عنصر کا اضافہ کیا۔ مغرب کے ناقدین نے مزید اس میں ادراکی عنصر کو بھی شامل کیا ہے۔ اوزان و بحور کی پابندی کو کسی نے اس کا لازمی جزو نہیں سمجھا۔ اوزان و بحور کی پابندی در حقیقت حقیقی احساس و تجربات کے اظہار کی راہ میں مخل ہوتی ہے۔ آدمی جس احساس و تجربہ کو پیش کرنا چاہتا ہے اسے اس کی اصل شکل میں پیش کرنے سے وہ قاصر رہ جاتا ہے۔ اوزان و بحور اور قوافی کی رعایت سے اسے اپنے اصل تجربات و احساسات میں بہت کچھ کانٹ چھانٹ کرنی پڑ جاتی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن نے اوزان و قوافی اور بحور کے مصنوعی و اختراعی قیود سے اپنے آپ کو پاک رکھا۔ جس کی وجہ سے قرآن ایک طرف تعبیر و بیان کی آزادی سے پوری طرح بہرہ ور ہے اور دوسری تصنع و تکلف کے عیب سے اس کا دامن پاک رہتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس میں ایسی نغمگی اور ایسے ہم وزن فواصل پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے وہ بحور و قوافی کی پابندی سے یکسر بے نیاز و مستغنی ہوتا ہے۔

کسی کلام میں اصل خوبی اس خیال و جذبہ کی ہوتی ہے جس کا اظہار اس کلام میں مطلوب ہوتا ہے۔ زبان اور ادب حقیقت میں خیال اور جذبہ و احساس کی ترجمانی کے لیے ہوتا ہے، لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ خیال و احساس اور جذبہ کے مطابق اگر زبان نہیں ہے تو وہ خیال و جذبہ اجڑے گھر کے چراغ کے مانند ہوگا۔

قرآن نے جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں ادب و بیان کی تمام خوبیوں کو اپنے اندر سمیٹ لیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس میں تعبیر و بیان کی وہ آزادی اور حریت کا وصف بھی موجود ہے جس سے شعر عاری ہوتا ہے۔ قرآن میں داخلی نغمگی کے علاوہ اس کے فواصل میں ایسے متقارب فی الوزن الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو اوزان کی پابندی سے اسے بے نیاز رکھتے ہیں۔ پھر فکر و خیال اور تخیل و تجربہ کی ندرت اور تعبیر و بیان کی جو لطافت اس میں پائی جاتی ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسے دیکھتے ہوئے یہ سمجھنا ہمارے لیے مشکل نہیں رہتا کہ دور اول میں کتنے شعراء نے یہ کیوں محسوس کیا کہ قرآن کی موجودگی میں شعر کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

قرآن کا ایک امتیازی وصف ایسا ہے جس میں کوئی شعر و ادب اس کا سہیم و شریک نہیں ہو سکتا قرآن پڑھتے ہوئے اگر صحیح معنی میں آپ قرآن پاک کا ساتھ دے سکیں تو وہ آپ کو ایک ایسی دنیا میں لے جائیگا اور ایسے تجربہ سے دوچار کرے گا جس کی طرف کسی قدر اشارہ Henry vaughan کی ان سطور میں ملتا ہے :

I Saw Eternityke othermight,
Like a great Ring of pure endless light;
All calm, as it was bright,
And round beneath it, time in hours, days, years.
Driv'n by the spheres
Like a vast shadow moved, in which the world.
And all her train were hurl'd.

پچھلی رات مجھے ابدیت کا مشاہدہ ہوا۔
صاف شفاف لامتناہی نور کے ایک وسیع دائرے کی شکل میں
جو انتاہی زیادہ سکون بخش تھا جتنا کہ زیادہ روشن
اس کے نیچے میں نے وقت کو...... ساعتوں، دنوں اور سالوں کو
کرات کی صدارت میں متحرک پایا۔
ایک پھیلے ہوئے سائے کی طرح حرکت کرتا ہوا
جس میں دنیا و مافیہا کا ہنگامہ بپا تھا۔

قرآن کی خوبی ہے کہ اس کو پڑھتے وقت جو کیفیات یا خیالات آپ کے شعور میں ہوں گے ان کا جواب بھی آپ کو ملتا جائے گا اور کمال یہ ہے کہ قرآن ہر انسان کے گہرے لاشعوری جذبات کے بہاؤ، تسلسل اور رد عمل کا ساتھ دیتا نظر آتا ہے۔ حالانکہ انسانوں کے جذبات و خیالات اور افکار باہم مختلف ہوتے ہیں۔ ان کی فکری سطحیں الگ الگ ہوتی ہیں، لیکن قرآن کے اندر تہ در تہ معانی پائے جاتے ہیں۔ اس کی آیات اور آیات کے اجزاء باہم مختلف پہلوؤں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے مربوط و منظم ہوتے ہیں۔ اسی لیے عام نگاہ میں آیات کے روابط میں ایک طرح کا ابہام اور بے ربطی نظر آتی ہے حالانکہ یہ بے ربطی نہیں ہماری عقل کی محض حیرانی ہوتی ہے۔

اچھی شاعری کے لیے اوزان و قوانی کی قید لازمی نہیں سمجھی گئی ہے۔ شعر میں وزن سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ کچھ اور ہی ہے۔ وہ ہے لفظوں کا خرام۔ شاعری میں اصل وزن نہیں بلکہ آہنگ ہے۔ وزن میں یکسانیت کے باوجود اگر آہنگ مختلف ہو گا تو اثر کبھی بھی یکساں مرتب نہیں ہو سکتا۔ ایسی صورت میں اثر بالکل جدا جدا مرتب ہو گا۔ پھر آہنگ کے ساتھ لہجہ اور طرز کی بھی کلام میں اہمیت ہوتی ہے۔

اچھی شاعری میں ہم دیکھتے ہیں کہ اصل تخیل و تجربہ ہوتا ہے۔ شاعری کا آہنگ اس سے وابستگی رکھتا ہے۔ آہنگ کی تبدیلی اصل تخیل و تجربہ کے تقاضے کے تحت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اچھی شاعری میں اگر چند مصرعے ہم قافیہ ہیں تو ضروری نہیں کہ پوری نظم میں اس کا التزام ہو، اچانک قافیہ بدل جاتا ہے، بے وزن قافیے شروع ہو جاتے ہیں اور آگے چل کر ممکن ہے کہ پھر اسی قافیے کا اعادہ ہو جسے خاص موقع پر ترک کر دیا گیا تھا۔ قوانی جذبہ کے ساتھ چلتے ہیں نہ کہ قوانی کی رعایت سے جذبہ میں کوئی تبدیلی کی جائے۔

قوانی کی طرح بحر میں بھی اچانک تبدیلی آسکتی ہے۔ قوانی اور بحور کے احترام میں جذبات اور تجربات میں تبدیلی کو روا نہیں رکھا جاتا۔ آزاد نظم یا نظم معری کی تکنیک اور اس کی تمام اقسام آپ کو قرآن مجید میں دیکھنے کو مل سکتی ہیں بلکہ اس سے آگے بڑھ کر قرآن نے سر کہ لے، قوانی و اوزان کے اختراعی و مصنوعی قیود کی پابندی ہی اٹھا دی ہے۔ انگریزی کی ایک چھوٹی سی نظم ملاحظہ کریں:

On the bench at night,
Stands a child with ger father,
Watching the east, the autumn sky
From the beach, the child holding
the hand of her father.
Those burial clouds that bower
Bictamous soon to devour all,
Watching silently weeps.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زبور میں بھی یہی تکنیک دکھائی دیتی ہے۔ایک مثال حضرت داؤد کے گیت کی ملاحظہ ہو :

اے خداوند! میری باتوں پر کان لگا

میری آہوں پر توجہ کر

اے میرے بادشاہ! اے میرے خدا! میری فریاد کی آواز کی طرف متوجہ ہو

کیونکہ میں تجھ سے دعا کرتا ہوں

اے خداوندا! تو صبح کو میری آواز سنے گا

میں سویرے ہی تجھ سے دعا کر کے انتظار کروں گا

ویدوں اور گیتا کے اشلوکوں میں بھی توافی کی پابندی نہیں دکھائی دیتی۔

صوتی جمال

قرآن کے صوتی جمال کے بارے میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ذرا تفصیل سے غور کر لیا جائے۔ غنائیت ترنم کے زیروبم کی مرہون منت ہوتی ہے جس طرح جمال و جلال ایک ہی حقیقت "حسن" کے مظاہر ہیں۔ جمال لطافت کا مظہر ہے تو جلال قدرت، عظمت اور وقار کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ جمال و جلال کی کارفرمائی وجود ہستی میں ہر جگہ دکھائی دیتی ہے۔ ہر چیز کا جوڑا، نر اور مادہ اسی سے ہے۔ صرف ایک آہنگ سے نغمگی وجود میں نہیں آسکتی اور نہ ایک خط سے کوئی دلکش تصویر کھینچی جا سکتی ہے۔ غالباً وید میں کہیں آیا ہے کہ ترنم کے زیروبم سے ہی اس کائنات کی تخلیق ہوتی ہے۔ اس بیان میں بڑی صداقت ہے۔

قرآن میں جو آہنگ پایا جاتا ہے اس کا اعتراف غیروں نے بھی کیا ہے۔ اے۔ جے۔ آربری (A.J.Arberry) نے لکھا ہے کہ پورے قرآن میں کہیں کوئی جھول اور سکتہ نہیں پایا جاتا۔ اس کے ردم (Rhythm) میں کہیں کوئی خرابی دکھائی نہیں دیتی اور نہ قرآن کا معیار کہیں پست ہوا ہے۔ ایسا کیونکر ممکن ہوا؟ آربری کہتا ہے کہ دنیا اس کا جواب دینے سے آج تک قاصر ہے۔ البتہ مسلمانوں میں سرے سے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ سب کچھ کیسے ممکن ہو سکا۔ کیونکہ وہ قرآن کو محمد ﷺ کا نہیں بلکہ خدا کا کلام مانتے ہیں۔ آربری نے لکھا ہے :

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"Whenever I hear the Qur'an chanted, it is as though I am listening to music. Underneath the flowing melody there is gounding all the time the in cessant beat of a drum. It is like the beating of my heart."

"میں جب بھی قرآن کی قراءت سنتا ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا نغمہ سن رہا ہوں۔اس شیریں نغمہ کی تہ میں مسلسل ایک دھن سنائی دیتی ہے،جو میرے دل کی دھڑکن کی طرح ہوتی ہے"۔

ریونیڈ باسورتھ اسمتھ (Rev.R. Bosworth Smith) نے لکھا ہے:

"....A Book which is poen, a Code of Laws, a Book of Common Prayer and Bible all in one; and is reverenced to this day by a sixth of the whole human race as a miracle of purity, of style, of wisdom and of truth. It is the one miracle claimed by Mohammad, his standing miracle, he called it and a miracle indeed it is."

".....ایک ایسی کتاب جو اپنے آپ میں ایک نظم بھی ہے، ایک ضابطۂ قوانین بھی: ایک عام دعا کی کتاب بھی ہے اور بائبل بھی۔ اور آج تک انسانی نسل کی چھٹی آبادی کی نگاہ میں پاکیزگی، اسلوب، حکمت اور صداقت کے اعتبار سے ایک معجزہ کا درجہ رکھتی ہے۔ اب یہ وہ اعجاز ہے جسے محمد (ﷺ) نے ایک دائمی معجزہ قرار دیا ہے اور جو فی الواقع ایک معجزہ ہے بھی"

شیو۔ کے کمار نے اپنے ایک مقالے میں کھلے دل سے قرآن کی موسیقیت اور نغمگی کا اعتراف کیا ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ (فرانس) نے اپنے ایک مقالے میں لکھا ہے کہ قرآن نثر میں ہے لیکن دلکشی اس میں شعر کی ہے۔ اس کی عبارت میں کہیں ایک حرف کی بھی کمی یا بیشی ہو جائے تو اس کی روانی میں اسی طرح کا نقص پیدا ہو جائے گا جیسے کسی مصرعہ میں سکتہ پڑ جاتا ہے۔ ایک روز ان کے پاس ایک فرنچ نو مسلم آیا۔ موسیقی اس نو مسلم کا پیشہ رہا ہے۔ اس نے کہا کہ قرآن میں صرف ایک جگہ ایسی ہے جہاں ترنم باقی نہیں رہتا۔ وہ یدخلون فی دین اللہ افواجا (بہ سکون آخر) ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ میں نے افواجا کی تنوین کے ساتھ قراءت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی تو وہ اچھل پڑا او کہا کہ میرا ایمان تازہ ہو گیا، میرا شک رفع ہو گیا، سارا قرآن موزوں ہے، بالکل شعر و نغمہ کی طرح۔

دہلی میں ایک قاری ہیں جنھیں موسیقی سے بھی دلچسپی رہی ہے۔ انھوں نے سورہ یسین کی کئی ہندوستانی راگوں میں قراءت کی اور اسے ریکارڈ کرالیا۔ یہ ریکارڈ انھوں نے اپنے سنگیت کے گرو کو سنایا، ان کے گرو نے کہا کہ راگوں کے بالکل مطابق ہے۔ کہیں بھی راگوں میں کوئی خرابی نہیں آسکتی ہے پھر انھوں نے قاری محمد طیب صاحبؒ اور مفتی عتیق الرحمن صاحبؒ کو بھی یہ ریکارڈ سنایا۔ دونوں ہی بزرگوں نے تحریری سند دی کہ قراءت کے اصول و ضوابط کے لحاظ سے اس قراءت میں کہیں کوئی خرابی اور نقص واقع نہیں ہوا ہے۔ اب اسے قرآن کا صوتی اعجاز نہ سمجھا جائے تو اور کیا سمجھا جائے۔

قرآن میں کلام کے بہاؤ یا روانی اور الفاظ کے صوتی آہنگ کا حد درجہ اہتمام پایا جاتا ہے، لیکن تصنع، تکلف کی ادنیٰ جھلک بھی کہیں نظر نہیں آتی۔ چھوٹی چھوٹی آیات میں نغمگی کی دھن بھی چھوٹی ہے۔ ان میں صوتی انداز واسلوب بھی یکساں ہے، اس کا ادراک و شعور، اندرونی حس اور موسیقی کے ذوق سے بآسانی ہوتا ہے۔ لمبی اور طویل آیات کی دھن اور ان میں صوتی انداز واسلوب چھوٹی آیتوں سے مختلف ہے۔ اہل ذوق بآسانی اس چیز کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

صوتی ہم آہنگی کا اہتمام قرآن میں کس درجہ پایا جاتا ہے۔ اس کے لیے یہاں قرآن سے چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں:

قال رب انی وهن العظم منی واشتعل الراس شيباً. اس آیت میں منی کا توازن آیت کے ابتدائی لفظ انی کے ساتھ قائم ہے۔

قال رب انیّ: وهن العظم منی

اب اگر منی کو العظم سے پیشتر رکھ دیں اور یوں پڑھیں قال رب انی وهن منی العظم تو ایسا محسوس ہو گا جیسے کسی شعر کا وزن ٹوٹ گیا ہو۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسری مثال

فتول عنهم يوم يدع الداع الى شئى نكر میں اگر الداع کے آخر سے یاء کو حذف نہ کیا جائے تو یہاں بھی یہی محسوس ہوگا کہ شعر کا وزن ٹوٹ رہا ہے۔ اسی طرح ذالك ما كنا نبغ فارتدا على اثارهما قصصا میں قیاس کے مطابق نبغ کی جگہ نبغی پڑھیں تو وزن میں خلل واقع ہو جائے گا۔

مزید ایک مثال

افرء يتم اللات والعزى ومنوة الثالثة الاخرى

ان آیتوں کو اگر یوں پڑھیں: افریتم اللت والعزی ومنوة الثالثۃ تو اس صورت میں قافیہ میں فرق پڑ جاتا اور آہنگ قائم نہ رہتا۔ لفظ الاخری صاف ظاہر ہے کہ محض آہنگ کی وجہ سے لایا گیا ہے ورنہ اس کے بغیر بھی بات پوری ہو رہی تھی۔ ٹھیک اسی طرح الکم الذکر وله الانثى تلك اذا قسمة ضيزى میں تو لفظ حذف کر دیں تو صوتی آہنگ بری طرح مجروح ہو کر رہ جاتا ہے یہ لفظ بھی الاخری ہی کی طرح عبارت آرائی اور وزن اور قافیہ کی رعایت سے لایا گیا ہے۔

قرآن میں جو ترنم یا صوتی ہم آہنگی پائی جاتی ہے وہ مختلف انواع و اقسام میں منقسم ہے جہاں جس نوع کا استعمال ہوا ہے وہ اپنے موقع و محل کے اعتبار سے بالکل موزوں اور مناسب ہے۔

قرآن میں ترجیع بند آیات کا بعض سورتوں اور (الشعراء، الرحمٰن، المرسلات) میں اہتمام پایا جاتا ہے۔ اس کی حکمت و اہمیت پر اظہار خیال کا یہ موقع نہیں ہے۔ یہاں ہم صرف یہ کہنا چاہیں گے کہ جن سورتوں میں آیات ترجیع آئی ہیں ان میں ان آیات کی وجہ سے ایک خاص طرح کی نغمگی اور آہنگ پیدا ہو گیا ہے۔ الفاظ کی گونج اور تلفظ کی لہریں عناصر فطرت کو جگاتی ہیں اس لیے ان کی اہمیت ہے۔ ان کی اہمیت کا اندازہ خاص طور سے اس وقت ہوتا ہے جب ہم قرآن میں منقول دعاؤں کو مخصوص اوقات میں پڑھتے ہیں۔ دعا میں خاص طور سے تاثرات و جذبات شامل ہوتے ہیں بلکہ تاثرات و جذبات ہی دعا کی شکل اختیار کرتے نظر آتے ہیں۔ حقیقی جذبات فطری طور پر نغمہ کی شکل میں نمایاں ہوا کرتے ہیں، ایسا نغمہ جو خدا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی جانب بلند ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ یہی راز ہے کہ حضور ﷺ کی اکثر و بیشتر دعائیں مسجع و مقفّی ہیں۔ ان میں ایک خاص آہنگ پایا جاتا ہے۔

قرآن میں جو دعائیں منقول ہیں وہ بھی حسن صوت اور سحر بیانی ہی کی آئینہ دار ہیں۔ شوق و خوف کی ملی جلی جس کیفیت کا اظہار ان دعاؤں میں ہوتا ہے وہ اپنی جگہ بہت اہم ہے۔ نغمات ہیں دل کے جو دعا کی صورت میں اٹھتے نظر آتے ہیں اور پھر پوری فضا دعا کے اثرات اور اس کے صوتی جمال سے معمور دکھائی دینے لگتی ہے۔ مثال کے طور سے سورہ آل عمران کی اس دعا کو لیں :

ربنا ماخلقت هذا باطلاً سبحنك فقنا عذاب النار. ربنا انك من تدخل النار فقد اخزيته وما للظلمين من انصار. ربنا اننا سمعنا مناديًا ينادى للايمان ان امنوا بربكم فامنا ربنا فاغفرلنا ذنوبنا وكفرعنا سياتنا وتوفنا مع الابرار ربنا واتنا ماوعدتنا على رسلك ولاتخزنا يوم القيمة. انك لاتخلف الميعاد. (آل عمران ۱۹۱۔ ۱۹۴)

"ہمارے رب، تو نے یہ سب بے کار نہیں بنایا ہے، عظیم و برتر ہے تو! پس تو ہمیں آگ سے بچالے۔ ہمارے رب، جس کو تو نے آگ میں ڈالا، اسے تو نے رسوا کر دیا۔ اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ ہمارے رب، ہم نے ایک پکارنے والے کو ایمان کی طرف بلاتے سنا کہ "اپنے رب پر ایمان لاؤ" تو ہم ایمان لے آئے۔ ہمارے رب، تو اب تو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری برائیوں کو ہم سے دور کر دے، اور ہمیں وفاداروں کے ساتھ (دنیا سے) اٹھا، اور ہمیں عطا کر ہمارے رب، وہ کچھ جس کا تو نے اپنے رسولوںؑ کے ذریعہ سے ہم سے وعدہ فرمایا ہے۔ اور قیامت کے روز ہمیں رسوا نہ کر، بے شک تو اپنے وعدہ کو پیچھے نہیں ڈالے گا"۔

اس دعا کو پڑھیے۔ بار بار پڑھیے، اپنے دل کی صدا بنا کر پڑھیے، اس وقت آپ کو اس کی لطافت و حلاوت کا صحیح اندازہ ہوگا۔ اس دعا میں ربنا کی تکرار خدا سے بندے کے جس تعلق اور اس کے جس جذبہ کی آئینہ دار ہے۔ اس کی پاکیزگی و لطافت کا کیا کہنا۔ یہ تکرار دل کو نرم کرنے میں حد درجہ معاون ثابت ہوتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قراءت یا تجوید

قرآن کے صوتی اعجاز کے سلسلہ میں قراءت اور تجوید کے سلسلہ میں بھی چند باتیں عرض کرنی ہیں۔ تلاوت قرآن میں لہجہ اور انغام کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ تحسین صوت کے لیے یہ ضروری بھی تھا۔ قرآن کلام مؤثر ہے۔ وہ کوئی سپاٹ اور خشک کلام ہرگز نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے اس کی تلاوت میں ایک خاص دلکشی پائی جاتی ہے۔ اگر اس کے ساتھ حسن ترنم اور خوش الحانی بھی ہو تو یہ گویا سونا پر سہاگہ ہوگا۔ اس کی وجہ سے قرآن سننے والوں کے دل اور خود قاری کا دل بھی متاثر ہوگا اور ایک خاص کیفیت اور ایمانی حلاوت دلوں میں پیدا ہوگی۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

زینوا القران باصواتکم (ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ)

"اپنی آوازوں سے قرآن کو زینت بخشو"۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ماأذن الله لشئی ماأذن لنبی یتغنی بالقران (بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی) "اللہ کسی چیز کو بھی اتنی توجہ کے ساتھ نہیں سنتا، جتنی توجہ سے وہ نبی ﷺ کو قرآن گنگناتے ہوئے سنتا ہے"۔

حضرت ابو موسیٰؓ نہایت خوش الحان تھے۔ انہیں قرآن پڑھتے ہوئے دیکھ کر حضور ﷺ کھڑے ہو جاتے اور قرآن سنتے۔

ایک روایت میں ہے: لیس منا من لم یتغن بالقران (بخاری) "وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن کو اچھی آواز سے نہ پڑھے"۔

حسن صوت میں جان اسی وقت پڑتی ہے جب دل کی کیفیات بھی اس میں شامل ہوں۔ کیفیات دل میں سب سے بڑھ کر معنوی حسن و رعنائی خشیت الٰہی کی کیفیت پائی جاتی ہے، کیونکہ یہ کیفیت عبودیت کی اصل روح ہے۔ اسی لیے بعض بزرگوں کے نزدیک غنا سے مراد آواز کو درد آمیز اور پاکیزہ بنانا ہے تاکہ دل میں خوف خدا پیدا ہو۔ اور خدا کی حضوری کا لطف حصہ میں آئے۔ ساتھ ہی اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ تجوید کے اصول و ضوابط

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی رعایت ملحوظ رکھی جائے۔ حروف اپنے صحیح مخارج سے ادا ہوں۔

کسی راگنی کی رعایت میں اس طرح قرآن پڑھنا کہ صحت الفاظ میں فرق آجائے، مثلاً مد کی جگہ قصر، قصر کی جگہ مد کر دے یا حروف میں تبدیلی آجائے جس کی وجہ سے معنی بدل جائیں تو اس کو فقہاء نے حرام ٹھہرایا ہے۔ البتہ اگر تجوید اور ترتیل کی رعایت کے ساتھ نغمگی کی بھی رعایت ہو جائے تو یہ بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض نے اس کو مباح قرار دیا ہے۔ لیکن اس سے کسی کو بھی انکار نہیں ہے کہ تحسین صوت کے ساتھ قرآن پڑھنا ایک امر مستحسن ہے۔

ترتیل کے سلسلہ میں شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے ایک طرف یہ ضروری ٹھہرایا ہے کہ حروف صحیح مخرج سے ادا کیے جائیں۔ او قاف کی جگہ ٹھہرا جائے تاکہ وصل اور قطع کلام بے محل نہ ہونے پائے۔ حرکات میں اشباع کیا جائے یعنی زبر، زیر اور پیش کو اچھی طرح ظاہر کیا جائے۔ تشدید اور مد کو خوبی واضح کیا جائے کیونکہ اس کے اظہار سے کلام کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور یہ چیز کلام کی تاثیر بڑھانے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ دوسری طرف شاہ صاحب کے نزدیک ترتیل میں یہ بھی داخل ہے کہ آواز کو اس طرح کنٹرول کیا جائے کہ اس میں درد پیدا ہو اور دل پر اس کا اثر ہو، کیونکہ درد آمیز آواز کا اثر قلوب جلد قبول کرتے ہیں اور اس سے روح کو قوت ملتی ہے اور ایک کیف و سرور محسوس کرنے لگتا ہے۔

اسلوب یا اسٹائل

قرآن کی تفاسیر میں فقہی و کلامی مباحث پر زیادہ زور دیا گیا ہے لیکن اس کے حسن و جمال جو اس کی زبان اور عربیت اور اس کے نظم و اسلوب کی دلکشی اور رعنائی میں پایا جاتا ہے اس کی طرف کم ہی توجہ دی گئی ہے جس کے سبب سے قاری قرآن کے ادبی محاسن اور اس کے حسن و جمال سے محظوظ ہونے سے محروم رہتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ قرآن کا انداز بیان شاہانہ ہے۔ لیکن یہ انداز بیان اور اسلوب پر جلال ہونے کے ساتھ ساتھ شیرینی لطافت سے لبریز اور وجد انگیز بھی ہے۔ قرآن حکیم میں داخلی تاثیر کے علاوہ اس کے خارجی اسلوب اور اسٹائل بھی کسی معجزہ سے کم نہیں ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن کے اسلوب بیان میں آہنگ کی خاص کارفرمائی پائی جاتی ہے۔ قرآن میں مجرد قسم کا ساؤنڈ آرٹ نہیں پایا جاتا۔ قران مطالب ومعانی کے تقاضوں کے تحت آہنگ کو بدلتا دکھائی دیتا ہے جہاں اور جس مقام پر کسی اہم پہلو کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے وہاں آہنگ بدل جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مفاہیم میں بوالقلمونی کو نمایاں کرنے کی غرض سے بھی وہ آہنگ میں تبدیلی پیدا کرتا ہے۔ موجودہ ساؤنڈ آرٹ، بیں ذوق جمال کو محض تصوراتی تسکین دینے کا اہتمام ہوتا ہے۔ جب کہ قرآن اس سے آگے فکر وشعور کے لیے نئی سمتیں اور جتیں فراہم کرتا ہے۔ مختلف مقامات پر لحظہ لحظہ نئی سمتوں میں ہم فکر کے بہاؤ کو منعطف ہوتے ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ سورتوں میں جہاں کہیں ٹرننگ پوائنٹ یا نقطۂ انقلاب آتا ہے وہاں اور کلائی میکس یعنی نقطۂ عروج کے موقع پر آہنگ کی تبدیلی خود اس سے ہم کو آگاہ کرتی ہے۔

مثال کے طور پر سورہ مریم کا مطالعہ کریں جس کا بظاہر ایک خاص آہنگ نظر آتا ہے لیکن اس میں کئی ایک ٹرننگ پوائنٹ آتے ہیں جہاں آہنگ میں نمایاں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ کھیعص ذکر رحمت ربک عبدہ زکریا۔ اذ نادی ربہ نداء خفیا۔ اسی طرح اس کے آگے ہم وزن فواصل یا قوافی سلسلہ قائم رہتا ہے۔ شقیا۔ ولیا، رضیا، سمیا، یہ سلسلہ آیت نمبر ۲۲ تک چلا گیا ہے۔ یکایک نہایت زوردار انداز میں آہنگ بدل جاتا ہے اور فواصل میں تبدیلی آجاتی ہے اور ہم پڑھتے ہیں ذلک عیسیٰ ابن مریم. قول الحق الذی فیه یمترون. اور آہنگ وقوافی تبدیلی کا سلسلہ آیت نمبر ۴۰ تک چلا جاتا ہے۔ آیت ۳۴ سے آیت ۴۰ تک جو کچھ کہا گیا ہے اس کا تقاضا یہی تھا کہ آہنگ اور اسلوب بدلا ہوا تحکمانہ، اور زوردار ہو۔ اس کے علاوہ اہم بیان کو نمایاں کرنے کے لیے بھی ضرورت تھی کہ آہنگ متغیر ہو۔

آیت نمبر ۴۰ کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ کلام اپنے سابق رنگ واسلوب کی جانب لوٹ آتا ہے۔ آیت واذکر فی الکتاب ابراهیم. انه کان صدیقا نبیا سے لے کر آیت نمبر ۴۷ تک صراطا سویا، عصیًا، ولیاً، ملیاً، خفیاً، شقیاً، صدقاً علیاً جیسے ہم وزن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فواصل یا قوافی استعمال ہوتا ہے۔ لیکن آیت نمبر ۷۴ کے بعد اچانک پھر ڈرامائی انداز میں آہنگ بدل جاتا ہے اور فواصل میں خاص تبدیلی آجاتی ہے۔ بیان میں ایک طرح کی شدت پیدا ہو جاتی ہے اور نرمی ختم ہو جاتی ہے ایک دھماکہ سا محسوس ہوتا ہے فرمایا جاتا ہے :

قل من كان في الضللة فليمددله الرحمن مدا. حتى اذارا ما يوعدون اما العذاب واما الساعة فسيعلمون من هو شرمكانا واضعف جندا اور اس کے بعد کی آیتوں میں بھی خیر مردا، مداً، فرداً، عزاً، ونداً جیسے قوافی استعمال ہوئے ہیں اور یہ سلسلہ آخر تک چلتا ہے۔

قرآن کا یہ اسلوب آپ سورہ القارعہ میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔ سورہ القارعہ میں بھی آہنگ و فواصل کی تبدیلی اپنے اندر بڑی معنویت رکھتی ہے۔ جہاں جس تاثر و اثر یا زور کی ضرورت کا تقاضا تھا وہاں وہی تاثیر و زور نمایاں ہوا ہے اور اس میں فواصل اور آہنگ کی تبدیلی سے کام لیا گیا ہے۔

سورہ القیامہ کا آپ مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ آیت لااقسم بيوم القيمة سے آیت ۹ تک یسئل ایان یوم القیمۃ تک رنگ و اسلوب میں یکسانیت ہے لیکن ایان یوم القيمة (آخر قیامت کا دن کب ہوگا؟) کے جواب میں جو آیات آئی ہیں ان کا تیور دیکھیں۔ فاذا برق البصر. وخسف القمر سے بماقدم واخر. (۳۰۷) تک اس کے بعد ایک خاص ٹرن لیا جاتا ہے :

بل الانسان على نفسه بصيره. ولو القى معاذيره. پھر آگے آیت نمبر ۲۶ سے آیت ۳۰ تک آیات کے مزاج میں یکسانیت پائی جاتی ہے جس میں انسان کی بے چارگی اور تاسف و حسرت کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ لیکن پھر اچانک دوسرا رخ اختیار کر لیا جاتا ہے اور انسان کی سرکشی اور اس کی بے پروائی اور ٹھٹھائی کا ذکر کرتے ہوئے اور ان کی روش کو نا معقول اور غیر صحیح بتاتے ہوئے تمام کیا جاتا ہے۔

یہ اور اس طرح کی دوسری تبدیلیوں کے باوجود قرآن کی ہر سورہ ایک کل کی حیثیت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رکھتی ہے کسی بھی سورہ کو منتشر اجزاء یا بے ربط آیات کا مجموعہ نہیں کہا جاسکتا۔ ہر سورہ کو ایک کل کی شکل دینے میں جہاں سورتوں کے مرکزی خیال یا اس کے مرکزی موضوع کا دخل ہے جس کے گرد سورہ کی تمام ہی آیات گردش کرتی ہیں۔ وہیں سورتوں میں پائی جانے والی لے (Intonation) آہنگ اور اس کی نغمگی اور ترنم و لہجہ کا بھی اس میں خاص حصہ ہے۔ جس کا اعتراف ہر باذوق شخص کرے گا۔

تاثیر

قرآن میں عجیب قسم کی تاثیر پائی جاتی ہے۔ یہ تاثیرو کیفیت انسان کی سیرت و کردار سازی کے لیے حد درجہ معاون ہوتی ہے۔ قرآن نے اپنے اثر اور تاثیر کا ذکر خود بہترین پیرائے میں بیان کیا ہے ملاحظہ ہو:

ولو انزلنا هذا القرآن علي جبل لرايته خاشعاً متصدعاً من خشية الله (الحشر: ۲۱) "اور اگر ہم نے قرآن کو کسی پہاڑ پر بھی اتار دیا ہوتا تو تم لازماً اسے خوف خدا سے دبا ہوا اور پاش پاش ہوتا دیکھتے"۔

ایک دوسری آیت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

الله نزل احسن الحديث كتابامتشابها مثاني ق تقشعرمنه جلودالذين يخشون ربهم. ثم تلين جلودهم وقلوبهم الى ذكر الله. (الزمر ۳۹: ۲۳)

"اللہ نے بہترین کلام اتارا، ایک ایسی کتاب کی شکل میں جس کا ہر جزو دیگر اجزاء کے مشابہ ہے جو انقلاب آفریں ہے جس سے ان لوگوں کی کھالیں کپکپا اٹھتی ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور ان کا دل خدا کے ذکر کی طرف جھک جاتے ہیں"۔

قرآن سے انسان اس طرح کے اثرات اسی صورت میں قبول کرتا ہے جب کہ وہ حضور قلب کے ساتھ قرآن کی آواز پر کان لگائے۔ ارشاد ہوا ہے:

"ان في ذلك لذكرى لمن كان له قلب او القى السمع وهو شهيد ه: ۵۰-۳۷)

"یقیناً اس میں اس شخص کے لیے یاددہانی ہے، جس کے پاس دل ہو، یا وہ دل سے حاضر رہ کر کان لگائے"۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

زَيِّنُوا أَصْوَاتَكُمْ بِالْقُرْآنِ

قرآن (کی تلاوت) کے لئے اپنی آوازوں کو مزیّن بناؤ

(طبرانی (مجمع الزوائد ص ۱۸۰، ج ۷)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فنِ تجوید ایک بحث

"اکثر سوال یہ ہوتا ہے کہ تجوید "علم" ہے یا "فن" ہے حقیقت یہ ہے کہ پہلی منزل میں یہ ایک مکمل علم ہے اور دوسری منزل میں اس علم کی پختگی کے بعد یہ فن کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے صرف نظری یا کتابی علم سے زیادہ یہ ایک عملی علم ہے، یہی وجہ ہے کہ کوئی شخص کتابوں کو پڑھ کر ہی اس علم کو حاصل نہیں کر سکتا"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

محمد نسیم فردوسی

آفیسر رابطہ عامہ، اے ایم یو، علی گڑھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نطق انسان کی وہ صفت ہے جو اسے تمام دیگر حیوانات سے ممتاز کرتی ہے اور اسی لیے یہ حیوان ناطق کہلاتا ہے۔

کسی خبر یا احساس کے اظہار کے لیے کئی طریقے ہو سکتے ہیں، مثلاً آنکھوں یا چہرے کی کیفیات کے ذریعے یا پھر کسی مخصوص آواز کے ذریعہ اور ان سے آگے بڑھ کر تحریر کے ذریعہ چہرے، آنکھوں اور محدود آوازوں سے تو جانور بھی یہ کام لے لیتے ہیں مگر ایک خیال یا ایک بات کے اظہار کے لیے فصاحت اور بلاغت کا استعمال صرف انسان ہی کر سکتا ہے۔

نطق کی بنیاد انہی الفاظ کی ادائیگی پر منحصر ہے اور تحریر ان ہی آوازوں کا قلمی پیکر ہے۔

انسان کی اسی قوت گویائی یا نطق نے آوازوں کے تال میل سے اَن گنت زبانوں کو جنم دیا ہے۔ جن میں بڑے بڑے اہلِ علم، ادیب، شاعر اور فلسفی اپنے جوہر دکھاتے ہیں۔ الفاظ کی باریکیاں، خیالات کی ندرت اور مفہوم کی پیچیدگیاں بیان کی جاتی ہیں اور مطلب ادا کیے جاتے ہیں۔

مناوٹ کے اعتبار سے جس طرح کسی ہوا والے ساز سے ہوا کے نکلنے اور مختلف سروں (پردوں) کے ذریعہ اس سے پیدا شدہ آواز میں فرق کیا جاتا ہے (مثلاً بانسری) ٹھیک اسی طرح پھیپھڑوں سے نکلنے والی ہوا کو حلق، زبان، تالو، دانت اور ہونٹوں کی مدد سے مختلف شکلوں میں بدل دیا جاتا ہے جو صوتی اعتبار سے آپس میں مختلف ہو جاتے ہیں۔ ہوا کا کچھ حصہ ناک کیطرف چلا جاتا ہے جسے خیشوم کہتے ہیں بعض الفاظ اس سے بھی متاثر ہوتے ہیں مثلاً غُنّہ۔

تجوید کا تعلق ان ہی الفاظ کی ادائیگی سے ہے۔ عربی زبان اپنی فصاحت اور بلاغت کے لیے مشہور ہے ادائیگی لفظ یا مخارج کے ذرا سے فرق سے معنی بدل جاتے ہیں۔ قرآن مجید عربی میں نازل ہوا ہے، اہل عرب کے لیے اس کا صحیح پڑھنا زیادہ دشوار نہ تھا۔ مگر جب اسلام دور دراز مقامات تک پہنچا جہاں کے لوگ عربی سے ناواقف تھے تو شروع کے دور میں ہی یہ محسوس کیا گیا کہ اس کا کوئی بندوبست ہونا چاہیے چنانچہ حضرت عثمانؓ کے دور میں قرآن کی تدوین ہوئی۔ حجاج بن یوسف کے دور میں اس پر اعراب لگائے گئے۔ دراصل یہ اس بات کی کوشش تھی کہ کلام اللہ صحیح پڑھا جا سکے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تجوید کے بنیادی اصولوں کے بارے میں خود آقائے نامدار حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمادی تھی مثلاً سبعہ قرات کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ساتوں طریقے صحیح ہیں اور کلام پاک ایسے ہی نازل ہوا ہے (یہ سات قراتیں وہاں کے سات قبائل سے متعلق تھیں)۔

ہم یہ جانتے ہیں کہ کلام پاک آخری آسمانی کتاب ہے اور اس کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی کوئی کتاب نازل ہوگی۔ خود اللہ نے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری لے لی ہے۔

"انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون" (بے شک ہم نے ہی یہ ذکر (قرآن) نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) عہدِ ماضی میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ آسمانی کتابوں کا حشر حضرت انسان نے کیا کچھ نہیں کیا۔ اپنے ہادیوں کے دنیا سے پردہ کرتے ہی ان میں تحریف و ترمیم کر ڈالی جس کے نتیجے میں یہ پہچاننا مشکل ہو گیا کہ اس میں اصل کیا ہے اور ترمیم شدہ کیا۔

مگر جب قرآن کا بھیجنے والا خود اس بات کی ذمہ داری لے رہا ہے کہ وہ خود اس کی حفاظت کرے گا تو کوئی اس کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ دنیا دارالاسباب ہے اور خالقِ کائنات عام طور پر اپنی سنت کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا۔ چنانچہ اس نے اپنے اس آخری پیغام کی حفاظت کے لیے دنیاوی اسباب پیدا فرما دیے اور اس کی حفاظت کے لیے چار پہرہ دار مقرر کر دیے۔ پہلا محافظ، حافظ، ہے جو اسے اپنے سینے میں محفوظ کیے ہوئے ہے یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ ساری دنیا میں قرآن کے حافظ ملتے ہیں اور بعض تو اتنی چھوٹی عمروں میں حفظ کر لیتے ہیں کہ دیکھنے والے عش عش کرتے ہیں۔ دوسرا محافظ، عالم دین، ہے جو اس حکم خداوندی کے ہر ہر ٹکڑے کی باریکیاں اور شانِ نزول بیان کرتا ہے۔ تیسرا محافظ، کاتب، ہے جو ایک ایک حرف کی نوک پلک ٹھیک کرنے اور طغروں کے ذریعہ انھیں دیدہ زیب بنانے میں مصروف ہے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نزول قرآن سے قبل طغروں کے فن کی ترقی نہیں ہوئی تھی۔

اور چوتھا محافظ جس کا تذکرہ ہم اس مقالے میں کریں گے وہ، قاری، یا مجود، ہے جو اس بات

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا ذمہ دار ہے کہ کلام پاک کی آیت کس طرح پڑھی جائے گی۔ کہاں رکا جائے گا، کہاں نہیں رکا جائے گا، کس لفظ کو نرمی کے ساتھ ادا کریں گے اور کس میں سختی ہوگی وغیرہ وغیرہ۔

اور اس طرح اب سے چودہ سو سال قبل ہی یہ فن ایک باقاعدہ علم کی حیثیت سے وجود میں آچکا تھا۔ ہادی برحق خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے ۵۰ سال بعد سے ہی ہم کو اس فن پر کتابیں ملتی ہیں اور جو مسلسل لکھی جاتی رہی ہیں۔ دیگر علوم کی طرح اس کے بھی ائمہ گزرے ہیں اور پھر ان کے بعد ان کے راوی بھی ہوئے ہیں۔ ائمہ کی تعداد ۱۰، اور راویوں کی تعداد ۲۸ ہے۔ اس لیے کہ ان میں سے ہی چار ائمہ کی چار مزید قرائتیں اور بھی ہیں اور ان کے بھی دو دو راوی ہیں۔ یہ باقی ماندہ چار قرائتیں صرف ان طلباء کو سکھائی جاتی ہیں جو اس سے پہلے دس قرات (عشرہ قرات) سیکھ چکے ہوں۔ یہ چار قرات شاذہ کہلاتی ہیں جن کو عوام کے سامنے پڑھنے کی ممانعت ہے۔

عام طور پر کلام پاک امام عاصم کوفی کے شاگرد جناب حفص کی روایت کے مطابق پڑھا جاتا ہے۔ اکثر دینی مدارس میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں اُن میں شاطبیہ ہے جو ایک نابینا قاری نے عربی زبان میں اشعار میں لکھوائی ہے اور انتہائی مستند کتاب سمجھی جاتی ہے۔ یہ تقریباً ۷۰۰ سال قبل لکھی گئی تھی۔ چونکہ اس کی عربی کافی ادق ہے۔ بعد میں اسے سمجھنے کیلئے جزریہ نثر میں لکھی گئی۔ یہ بھی عربی میں ہے اور یہ بھی تقریباً اسی زمانے میں لکھی گئی ہے اور عام طور پر حفص کی روایت کے لیے اسے پڑھتے ہیں۔ بعد میں اسی کی وضاحت کے لیے درۃ بھی لکھی گئی یہ بھی عربی میں ہے۔

اُردو میں مستند اور مقبول کتاب عبدالرحمن مکیؒ کی فوائد مکیہ ہے جو عام طور پر ہر جگہ پڑھائی جاتی ہے۔

شاطبیہ کے دو حصے ہیں ایک اصول اور دوسرا فروع۔

اکثر سوال یہ ہوتا ہے کہ، تجوید، علم، ہے یا، فن، حقیقت یہ ہے کہ پہلی منزل میں یہ ایک مکمل علم اور دوسری منزل میں اس علم کی پختگی کے بعد یہ فن کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے صرف نظری یا کتابی علم سے زیادہ ایک عملی علم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی شخص کتابوں کو پڑھ کر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہی اس علم کو حاصل نہیں کر سکتا۔اس کے لیے ضروری ہے کہ کسی ماہر فن کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرے اور مشق کے ذریعہ اس کے اصولوں، محاسن اور باریکیوں کو حاصل کرے۔

بنیادی طور پر یہ علم حروف کے مخارج اور اُن کی صفات پر روشنی ڈالتا ہے لیکن اس کی مختصر تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے۔

"جملہ حروف کو اُن کے صحیح مخارج سے معہ جمیع صفات کے ادا کرنا۔"

ائمہ تجوید نے عربی میں استعمال ہونے والے ۲۹ حروف کے ۱۴ مخارج بتائے ہیں سیبویہ کے نزدیک ۱۶، اور خلیل کے نزدیک ۱۷ ہیں یہ مخارج حلق کے نچلے حصے (کوے کی جڑ سے شروع ہو کر ہونٹوں پر ختم ہوتے ہیں)

دلچسپ بات یہ ہے کہ موڈرن لسانیات کے ماہرین بھی صوتیات سے بحث کرتے ہیں۔ یہ علم (یعنی علم صوتیات) گزشتہ ۴۰، ۵۰ برسوں میں سامنے آیا ہے۔ عصری علم صوتیات کسی بھی زبان میں پائی جانے والی آوازوں سے بحث کرتا ہے۔ان کے یہاں مخارج کی گنتی ہونٹوں سے شروع ہو کر حلق پر ختم ہوتی ہے۔یہ بھی حروف کے دو گروپ بناتے ہیں۔ یعنی ایک وہ جو حلق سے لے کر منہ کے اندر اور ہونٹوں سے ادا ہوتے ہیں اور دوسرے وہ جو خیشوم یعنی ناک کی طرف سے ادا ہوتے ہیں۔

یہ امر بھی توجہ طلب ہے کہ علم تجوید ۱۴۰۰ برسوں سے موجود ہے اور باقاعدہ طور پر پڑھایا بھی جاتا رہا ہے، لیکن مغرب والوں نے اس طرف توجہ نہیں دی اور نہ اپنی کسی موجودہ کتاب میں اس کا کوئی حوالہ دیا ہے۔ عین ممکن ہے کہ جس طرح دوسرے علوم پر پردہ ڈال کر مغرب نے ان علوم کو اپنی طرف منسوب کر دیا۔اسی طرح کی کوئی سازش فن تجوید کے ساتھ بھی رہی ہو۔یہ بھی ایک امر واقعہ ہے کہ ہم لوگوں نے بھی اس فن کو ان کی زبان میں پہنچانے کی کوئی سعی نہیں کی۔نتیجۃً اس فن پر انگریزی زبان میں کوئی کتاب نہیں ملتی۔ (راقم الحروف نے ایک ادنیٰ سی کوشش کی ہے۔دعا فرمائیے کہ وہ اپنے آخری منزلوں تک پہنچ سکے)۔

ایک بنیادی فرق فن تجوید میں جسے ہم قرآنی صوتیات کا علم کہہ سکتے ہیں اور جدید علم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صوتیات میں یہ ہے کہ فن تجوید کا سیکھنے اور سکھانے والا اسے پوری توجہ سے ایک فریضہ سمجھ کر سیکھتا اور سکھاتا ہے۔ جب کہ جدید علم صوتیات کا علم اسے بس ایک علم سمجھ کر سیکھتا ہے۔ علم تجوید مذہبی عمل کا درجہ رکھتا ہے کہ علم صوتیات صرف ایک علم کا۔

مخارج کے بعد حروف کی صفات آتی ہیں۔ قراء کی نزدیک صفات دو طرح کی ہوتی ہیں پہلی لازمہ یعنی وہ صفات جو کسی بھی حالت میں حروف سے جدا نہیں ہوتیں اور اگر انھیں جدا کر دیا جائے تو وہ حروف بگڑ جائے گا۔ مثلاً 'خ' کی صفت جہر اگر اس کو بجائے سختی کے نرمی سے ادا کیا جائے تو یہ 'کھ' ہو کر رہ جائے گا۔

صفات لازمہ کل ۱۷ ہیں جن میں ۱۰ متضاد ہیں۔ یعنی ایک دوسرے کی ضد۔ مثلاً نرمی اور سختی۔ جو صفت ہمس اور صفت جہر میں پائی جاتی ہیں۔ باقی ۷ صفات غیر متضادہ ہیں یعنی اُن کی ضد نہیں۔ کوئی حرف بھی صفات لازمہ (متضادہ) سے بچا ہوا نہیں ہے۔ بعض میں تو ایک ساتھ کئی کئی صفات بھی ملتی ہیں۔ ان صفات کے ترک کرنے سے کبھی کبھی تو معنی تک بدل جاتے ہیں اور کہیں کہیں تو کفر تک کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔ اسی لیے ان صفات کا ادا کرنا ائمہ قرات کے نزدیک انتہائی ضروری (فرض کی حد تک) ہے۔ اسی غلطی کو لحنِ جلی کہتے ہیں اور لحنِ جلی کے ساتھ کلام پاک پڑھنا حرام ہے (جن لوگوں سے یہ مخارج ادا نہ ہو سکیں اُن کو سیکھنے اور مشق کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ عملاً چھوڑ دینا گناہ ہے)۔

صفات غیر متضادہ کا بھی یہی حکم ہے، مگر یہ صفات بعض حروف میں ملتی ہیں اور بعض میں نہیں ملتیں۔

صفات لازمہ کے علاوہ صفات محسنہ بھی ہیں ان کا لحاظ آٹھ حروف میں رکھنا ضروری ہے جن کا مجموعہ ل، ر، م، ن، ا، و، ی، ر ہے۔ ان صفات کی ادائیگی سے الفاظ میں حُسن بھی پیدا ہو جاتا ہے اور اصول کی پابندی بھی۔

صفات کے بعد مسئلہ وقف کا آتا ہے۔ کہاں رکا جائے اور کہاں نہ رکا جائے۔ ذرا سی تبدیلی سے معنی کچھ کے کچھ ہو جاتے ہیں۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ۔ رُکو۔ مت جاؤ'۔ اور اسی کو اس طرح کہیں رُکو مت۔ جاؤ' تو معنی بالکل اُلٹے ہو گئے۔ حالانکہ جملے میں وہی تین الفاظ تھے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح اخفااور اظہار کا معاملہ ہے۔ حروف کو ملا کر پڑھنے یا صوتی اعتبار سے 'ن اور ب' کو 'م' سے بدلنے کے اصول ہیں وغیرہ اور بھی بہت سی باریکیاں ہیں جو سیکھنے اور مشق کرنے سے ہی آسکتی ہیں۔

ان کے علاوہ فن تجوید ایک اور مسئلہ پر روشنی ڈالتا ہے اور وہ ہے پڑھنے کی رفتار اس پر موجودہ علم صوتیات خاموش ہے۔ فن تجوید اس کی حدود 'الف' کی مقدار مقرر کر کے کرتا ہے یعنی صرف زبر کی ایک مقدار (وقت کے اعتبار سے) چاہے وہ صرف چند سیکنڈ ہوں ایک 'الف' کی مقدار مانی جاتی ہے۔ اب صرف 'الف' کی مقدار دو الف کے برابر ہوگی۔ یعنی اگر زبر کی مدت ۲ سیکنڈ تھی تو الف کی مدت ۶ سیکنڈ اور اسی طرح چھوٹے مد " ~ " کی مدت ۳ الف یعنی ۸ سیکنڈ اور پورے مدّ " ~ " کی مدت ۴ الف یعنی ۱۲ سیکنڈ کے برابر ہوگی۔ اس کو تجوید کی اصلاح میں مقدار کہتے ہیں۔ اس کنٹرول سے پڑھنے میں ایک روانی اور (RHYTHM) پیدا ہوتا ہے جس کی پابندی موسیقی میں تو کی جاتی ہے عام طور پر لوگ اس کی اہمیت پر دھیان نہیں دیتے۔

تجوید میں تین رفتاروں (SPEEDS) کی اجازت ہے۔ ایک تو قدرے تیزی سے جس کو 'حدر' کہتے ہیں۔ اس سے ذرا دھیمی رفتار کو 'تدویر' اور بہت ہی ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کو 'ترتیل' کہتے ہیں اور کلام پاک کا پڑھنا ان تینوں رفتاروں سے جائز ہے۔ مگر شرط یہی ہے کہ دیگر صفات و مخارج کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے۔

ہر علاقہ اور ہر ملک کا اپنا لب ولہجہ ہوتا ہے اور فن تجوید اس اعتبار سے ہر لہجہ میں پڑھنے کی اجازت دیتا ہے بشرطیکہ دیگر تمام ضابطوں کی پابندی کی جائے۔

ویسے عام طور پر ۱۳۔ ۱۴ لہجے زیادہ مقبول ہیں اور اکثر لوگ انھیں کو دہرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مختصراً یہ کہ فنِ تجوید ایک بھرپور علم ہے اور یہ صرف کتابی علم سے کہیں زیادہ عملی علم (مشق) کی حیثیت رکھتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شروع میں تو یہ بات سوچی بھی نہیں جاسکتی تھی کہ کلام پاک کا پڑھنے والا تجوید کے بنیادی اصولوں کی پابندی نہیں کررہا ہے۔ جوں جوں اس کی اشاعت دور دراز مقامات تک ہوئی لوگوں کے تلفظ میں فرق آنے لگا۔ حتیٰ کہ بعض جگہ "س" اور "ش" کو صوتی طور پر ظاہر نہ کرسکنے کی حالت میں استاذ طالبعلموں سے چھوٹی س اور بڑی ش یا چھوٹی ک اور بڑی ک کہہ کر پڑھانے لگے۔ علماء اور حفاظ کافی عرصہ تک فن تجوید کو ایک الگ علم تسلیم کرنے کو عملی طور پر تیار نہ ہوئے اور یہی وجہ تھی کہ اس کی طرف سے عدم توجہی ہوتی رہی۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں بانیٔ درسگاہ مرحوم سرسید احمد خان کے زمانہ سے ہی ایک شعبہ قرآن خوانی کا قائم ہوچکا تھا۔ یونیورسٹی کی جامع مسجد میں مشرق کی جانب ایک کمرہ 'کمرہ قرآن خوانی' کے نام سے شروع میں ہی تعمیر کیا گیا تھا جو اب بھی الحمدللہ موجود ہے اور اس میں اب شعبہ قرأت ہے سب سے پہلے تجوید کے شعبہ کی ذمہ داری قاری محمد میاں مرحوم نے سنبھالی۔ یہ شہر دیوبند کے رہنے والے تھے اور ان کے بعد قاری عبدالرحمان مکی کے شاگرد رئیس القراء قاری ضیاءالدین صاحب اس عہدہ پر فائز رہے۔ ان کی ملازمت کے دوران ان کے صاحبزادے قاری حسام الدین صاحب جو یونیورسٹی کی جامع مسجد کے امام مقرر تھے تجوید کی مشق بھی کروادیا کرتے تھے۔

۱۹۴۵ء میں قاری ضیاءالدین صاحب ریٹائر ہوئے اور ان کے بعد عالمی شہرت یافتہ قاری، استاذ القراء قاری نیاز احمد صاحب (جو قاری عبدالرحمان مکی کے شاگرد قاری عبدالمالک کے شاگردِ رشید ہیں) نے اس شعبہ کی سربراہی قبول فرمائی۔ اور اب ۱۹۷۵ء میں اُن کے ریٹائر ہونے کے بعد آج کل قاری عتیق الرحمان صاحب اور قاری سعیدالاسلام صاحب نے (جو تجوید کے ساتھ ساتھ حفظ کے بھی ذمہ دار ہیں) یہ ذمہ داری سنبھال رکھی ہے۔

یونیورسٹی ایک سال کے کورس کے بعد امتحان لیتی ہے اور دوسرا امتحان دو سال کے اختتام پر ہوتا ہے۔ پہلے کے بعد سرٹیفکیٹ ،ان۔ قرأت اور دوسرے کے بعد۔ان۔ قرأت ڈپلوما دیا جاتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

برصغیر میں علم قرأت کا ارتقا

"یہاں یہ ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے بچپن میں بدایوں میں جس حافظ سے قرآن شریف پڑھا تھا وہ نو مسلم تھے اور انہیں قرأتِ سبعہ کے مطابق قرآن حفظ تھا۔ دوسرے ان کی یہ کرامت بھی تھی کہ جو شخص ان سے قرآن کا ایک حصہ بھی پڑھ لیتا اسے پورا قرآن (حفظ کے ساتھ) پڑھنا نصیب ہو جاتا"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تحریر

ڈاکٹر محمد ظفر الاسلام اصلاحی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم مخزن رشد وہدایت اور منبع علوم ومعارف ہے۔ یہ ایسی مقدس و بابرکت کتاب ہے کہ اسے پڑھنا و لکھنا، یاد کرنا، و سمجھنا، چھاپنا و شائع کرنا اس کی تعلیمات کو پھیلانا و علمی خزانہ کو عام کرنا موجب سعادت وباعث رحمت ہے۔ اس میں بھی کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ قرآن کریم پوری دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی، لکھی و شائع کی جانے والی کتاب ہے۔ اس عظیم ہدایت نامہ کے دو سب سے زیادہ معروف نام (القرآن والکتاب) سے خود اس کا یہ امتیازی وصف واضح ہوتا ہے۔ اہم بات یہ کہ بعض آیات شریفہ میں یہ دونوں نام ساتھ ساتھ استعمال ہوئے ہیں:

"طسٓ تلك آيت القرآن و كتاب مبين "(النمل-۱)

"الر – تلك آيٰت الكتٰب و قرآن مبين "(الحجر-۱)

قرآن مجید کی متعدد آیات سے یہ حقیقت عیاں ہے کہ قرأت وکتابت دونوں سے اس کا بنیادی تعلق ہے اور اللہ تعالی نے اسے انسان پر بطور ایک عظیم احسان و انعام ذکر کیا ہے کہ اسے پڑھنے لکھنے کی صلاحیتیں مرحمت ہوئیں۔ یہ دونوں چیزیں حصول علم واشاعت علم کے معروف ترین ذرائع ہیں اور جدید دور میں اکتساب و انتقال علم کے ذرائع میں ساری ترقیات کے باوجود ان دونوں بنیادی اسباب (زبان و قلم) کی اہمیت وعظمت اپنی جگہ مسلم ہے۔ ایک مسلمان کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے کہ وہ ان ذرائع کو قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے اور علم قران کو سیکھنے سکھانے میں استعمال کرے۔ معلم انسانیت حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی اسی حقیقت کا ترجمان ہے:

"خيركم من تعلم القرآن و علمه" (۱)

(تم میں بہتر وہ ہے جس نے قران سیکھا اور اسے (دوسروں کو) سکھایا)

یہی وجہ ہے کہ نزول قران کے عہد مسعود سے ہی علم قرآن کی تحصیل و

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ترویج میں مسلمانوں کی دلچسپیاں و سرگرمیاں جاری ہیں۔ واقعہ یہ کہ جس سرزمین میں مسلمانوں نے قدم رکھا اور جس ملک و علاقہ میں بھی ان کی حکومت قائم ہوئی، وہاں قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری ہوا اور علم قران کی اشاعت کی راہیں ہموار ہوئیں۔ اس ضمن میں بر صغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کا دور حکومت کوئی استثناء نہیں رکھتا۔

علم قرآن اپنے وسیع مفہوم میں ان تمام علوم کو شامل ہے جو قرآن پڑھنے و سمجھنے، اس کے معنی و مفہوم کو واضح کرنے اور اس کے علوم و معارف کی اشاعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کا سب سے پہلا و ضروری مرحلہ قرات و تلاوت ہے۔ اس اولین مرحلہ کی تکمیل کچھ اصول و ضوابط پر منحصر ہے اور قرآن مجید پڑھنے میں انہی اصول کے برتنے کے طریقے سے خوبی واقفیت کو علم قرآت یا تجوید کہا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں صحت مخارج و درستگی تلفظ کے ساتھ اس طرح قرآن پڑھنا کہ اس کے الفاظ صحیح طور پر ادا ہو جائیں اور ان کا صوتی حسن نمایاں ہو جائے فن قرات کہلاتا ہے اور اسے تلاوت کے زیور اور قران کی زینت سے تعبیر کیا جاتا ہے (۲) یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ بر صغیر میں مسلم حکومت کے پہلے حصہ یعنی عہد سلطنت (۱۲۰۶-۱۵۲۶ء) کے بارے میں یہ عام تاثر پایا جاتا ہے کہ اس میں علم فقہ علماء کی خصوصی توجہ کا مرکز بنا اور سلاطین کی علمی دلچسپیاں بھی خاص طور سے اسی علم کے میدان میں ظاہر ہوئیں۔ اس طرح اس دور کے پورے علمی ماحول پر فقہ کا غلبہ رہا اور تفسیر و حدیث کی جانب بہت کم توجہ دی گئی۔ واقعہ یہ ہے کہ تاریخی کتب اور علماء و فضلاء کے تذکروں میں جو مواد بکھرا پڑا ہے ان کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ فقہ کے علاوہ دوسرے علوم اسلامیہ میں بھی دلچسپی لی گئی اور ان کی اشاعت کے لئے کوششیں ہوئیں۔ علم قران کے میدان میں بھی اس عہد کی خدمات بڑی وقیع

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و قابلِ قدر رہی ہیں۔

عہد سلطنت میں ناظرہ قرآن کی تعلیم و حفظ قرآن کا اہتمام، فن قرات کی تعلیم و تربیت، تفسیر کے درس اور اس موضوع پر تصنیف و تالیف اور علماء و مشائخ کی مجالس میں قرآنی آیات کی تشریح و ترجمانی سے متعلق وافر مواد دستیاب ہے (۳)۔ پیش نظر مقالہ میں محض علم قرات کے فروغ میں اس عہد کی خدمات کا جائزہ مقصود ہے۔

مسلمانوں میں ناظرہ قرآن کی تعلیم کا اہتمام ہر دور میں مسلمانوں کے تعلیمی نظام کا سب سے ضروری جز رہا ہے۔ بر صغیر پاک و ہند میں مسلم حکومت کے اولین زمانہ سے ہی اس کا عمومی اہتمام تھا اور خاص بات یہ کہ صحت مخارج کے ساتھ قرآن پڑھانے پر زور دیا جاتا تھا۔ عہد سلطنت میں مکاتب و مدارس میں یا انفرادی طور پر جو اساتذہ قرآن پڑھانے کے لئے مقرر کئے جاتے تھے وہ ماہرین قرأت ہوتے تھے اور انہیں "مقری" کہا جاتا تھا (۴) اس عہد کے متعدد علماء کے لئے یہ لقب استعمال ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اس وقت "قرآن خواں" و "خوش خواں" کی اصطلاحیں بھی حسن قرأت کا مظاہرہ کرنیوالوں کے لئے رائج تھیں اور دلچسپ بات یہ کہ بعض سلاطین و امراء بھی "قرآن خواں" کے لقب سے معروف ہوئے (۵) تاریخی کتب و تذکروں سے اس بات کے واضح ثبوت ملتے ہیں کہ اس دور میں اس فن کے سیکھنے سکھانے میں کافی دلچسپی پائی جاتی تھی۔ مکاتب و مدارس کے علاوہ علماء و مشائخ اپنی تعلیمی و تربیتی مجالس میں بھی اس کا اہتمام کرتے تھے۔ سلاطین کی جانب سے وہ لوگ خصوصی انعام و اکرام کے مستحق ہوتے تھے جو اس مبارک علم کی ترویج میں مصروف رہتے تھے۔ درحقیقت بر صغیر پاک و ہند میں اس علم کی نشو و نما اس زمانہ سے شروع ہوئی جب یہاں مسلم حکومت کی داغ بیل پڑ رہی تھی، فاتح سندھ اور اس خطہ کے اولین مسلم حکمران محمد بن قاسم کی فتوحات کے دوران سندھ میں فروکش ہونے والوں میں جنید بن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عمرو مکی مقری بھی شامل تھے، یہ تبع تابعین اور مکہ کے ممتاز قاریوں میں سے تھے۔ صاحب العقد الثمین کے بیان کے مطابق مکہ میں اس زمانہ کے قاریوں میں انہیں امتیازی مقام حاصل تھا۔ یہ سندھ میں فتح کی مہم میں شریک رہے ان کے علم و فضل سے بھی لوگ مستفید ہوتے رہے(۶)۔

سندھ میں باقاعدہ مسلم حکومت کے قیام کے بعد حجاز اور عرب کے دوسرے حصوں سے علماء و فضلاء کے اس سرزمین میں ورود کا سلسلہ اور آگے بڑھا اور ان کے توسط سے اس خطہ میں دینی علوم و فنون کی اشاعت عمل میں آئی۔ ۱۳ویں صدی عیسوی کی ابتداء میں دہلی سلطنت کے نام سے ایک وسیع و مستحکم حکومت کے قیام کے بعد برصغیر میں دینی علوم و فنون کی اشاعت کی راہیں مزید ہموار ہوئیں، اس میں معاصر علماء و فضلاء کی مساعی جمیلہ کے علاوہ سلاطین و امراء کی علم دوستی و معارف پروری کا بھی دخل رہا ہے۔ دہلی سلطنت کے بالکل اولین دور میں بعض غیر معروف مقامات پر قرات سبعہ کے ماہرین کے پائے جانے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شروع ہی سے علم قرات کے فروغ میں دلچسپی لی گئی اور اس امکان سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سندھ میں عربوں کی حکومت کے دوران جو دینی و علمی سرگرمیاں جاری ہوئیں اور اس خطہ میں مختلف مقامات (بالخصوص منصورہ اچھ و ملتان) پر ان کے جو مراکز وجود میں آئے ان کے اثرات عربوں کی حکومت کے خاتمہ کے بعد بھی باقی رہے(۷)۔

اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ مشہور سہروردی بزرگ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی (۱۱۸۶-۱۲۶۲ء) نے کوٹ ارور جیسی چھوٹی جگہ پر سات طرز کے مطابق فن قرات سیکھی تھی جیسا کہ ان کے تذکرہ میں ملتا ہے(۸) ان کی سن پیدائش (۱۱۸۲ء) کے لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کے تعلیمی مراحل دہلی سلطنت کے قیام سے قبل ہی طے ہوئے ہوں گے۔ دوسرے بزرگ و چشتی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سلسلہ کے صوفی شیخ حمید الدین ناگوری (م ۱۲۷۶ء) کے حالات میں ملتا ہے کہ وہ ناگور کے ایک گاؤں "سوال" (Suwal) میں سکونت پذیر تھے۔ وہاں کی مسجد میں حفظ قرآن کا خاص اہتمام تھا اور فن قرات کی مشق پر خاص زور دیا جاتا تھا۔ وہ اپنے بچوں کو خاص طور سے جمعہ کے دن اس مسجد میں بھیجتے تھے تاکہ کچھ دیر وہاں رہ کر حفاظ کے طرز قرات سے روشناس ہوں اور یہ دیکھیں کہ:

حافظاں چگونہ قرآن می خوانند

سر و تشدید چگونہ نگاہ می دارند (۹)

یہاں یہ ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ شیخ نظام الدین اولیاء نے بچپن میں بدایوں میں جس حافظ سے قرآن شریف پڑھا تھا، وہ شادی مقری نام کے نو مسلم غلام تھے۔ شیخ کے اپنے بیان کے مطابق انہیں قرات سبعہ کے مطابق قرآن حفظ تھا، دوسرے ان کی یہ کرامت بھی تھی کہ جو شخص ان سے قرآن کا ایک حصہ بھی پڑھ لیتا اسے پورا قرآن (حفظ کے ساتھ) پڑھنا نصیب ہوتا۔ (ایک کرامت اوبود کہ ہر کہ یک تختہ قرآن پیش او خواندے خدائے تعالیٰ اورا تمام قرآن روزے کردے من ہم پیش او یک سیپارہ خواندہ ام بہ برکت آں قرآن یاد شد") (۱۰)

یہاں یہ وضاحت برمحل معلوم ہوتی ہے کہ شادی مقری کے آقا لاہور کے رہنے والے اور فن قرات سے بخوبی واقف تھے، وہ بچوں کو قرآن بھی پڑھاتے تھے۔ قرین قیاس یہی ہے کہ ان کے آقا ہی نے انہیں قرآن پڑھایا اور پھر بعد میں انہیں آزاد کر دیا۔ اہم بات یہ کہ انہوں نے بدایوں منتقل ہونے کے بعد اپنے آقا ہی کی مصروفیت (بچوں کو قرآن پڑھانا) اختیار کی (۱۱) اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس زمانہ میں لوگ اپنے غلاموں کی تعلیم پر کس قدر توجہ دیتے تھے۔ انہیں قرآن پڑھانے کا ایسا اہتمام کرتے تھے کہ وہ حافظ و قاری بن جاتے تھے۔ اوپر کی تفصیلات سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ برصغیر میں مسلم حکومت کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابتدائی دور سے ہی مختلف شہروں و قصبوں بلکہ بعض قریات میں بھی حفاظ و قراء پائے جاتے تھے جو فن قرات سکھانے میں دلچسپی لیتے تھے۔اس عہد میں اس فن کے سیکھنے و سکھانے کی جو سرگرمیاں جاری ہوئیں ان سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس فن کی ترویج کے مختلف طریقے اختیار کئے گئے۔

عہد سلطنت میں علم قرات کے فروغ میں مکاتب، مدارس اور تعلیم کے انفرادی مراکز کا کافی حصہ رہا ہے۔یہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ مکاتب یا تعلیم کے ابتدائی مراحل میں قرآن شریف پڑھانے کے لئے جو اساتذہ مقرر کئے جاتے تھے، وہ قرات کے ماہر ہوتے تھے۔اس کے علاوہ معاصر تاریخی کتب و تذکروں میں مقری (ماہرین قرات) کے بکثرت حوالے ملتے ہیں۔اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اس فن کے سکھانے والوں کی کمی نہیں تھی اور یہ کہ انہوں نے مختلف ذرائع سے اس کی ترویج میں حصہ لیا۔اس میں شبہ نہیں کہ علم قرات کے انفرادی طور پر سیکھنے سکھانے کا حوالہ زیادہ ملتا ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں اخذ کیا جاسکتا کہ مدارس میں پڑھائے جانے والے مضامین میں یہ شامل نہیں تھا۔اول اس وجہ سے کہ اس زمانہ کے نصاب تعلیم کی تفصیلات معاصر مآخذ میں بہت کم دستیاب ہیں اور اس ضمن میں جو کچھ مواد ملتا بھی ہے وہ تعلیم کی اعلی سطح یا مدارس سے متعلق رکھتا ہے جب کہ یہ معروف ہے کہ قرات کا فن عام طور پر تعلیم کے ابتدائی مرحلہ (کتب) میں سکھایا جاتا تھا یا حفظ کے ساتھ اسے سکھانے کا اہتمام ہوتا تھا۔دوسرے یہاں یہ بھی پیش نظر رہے کہ عہد زیر بحث میں تعلیم کے انفرادی مراکز زیادہ مقبول تھے۔مختلف علوم و فنون کے ماہرین اپنے اپنے مقام پر یا کسی مرکزی جگہ میں درس و تدریس کی مجلسیں منعقد کرتے یا مروجہ فنون کے سکھانے کا اہتمام کرتے اور طلبہ و تشنگان علم اپنی دلچسپی کے مطابق متعلقہ فن کے استاد سے رجوع کرتے اور فیضیاب ہوتے (۱۲) دیگر علوم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے علاوہ قرات کے میدان میں بھی یہ طریقہ تعلیم رائج تھا۔ ان سب باتوں کی ساتھ یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ عہد فیروز شاہی کے مدارس میں پڑھائے جانے والے مضامین میں قرات کا صاف طور پر ذکر ملتا ہے (۱۳) مزید بر اں اس عہد کے سب سے بڑے و مشہور مدرس (مدرسہ فیروز شاہیہ کے صدر) مولانا جلال الدین رومی کے اوصاف و کمالات میں ایک معاصر شاعر مطہر گڑھ نے جہاں اور بہت ساری باتیں بیان کی ہیں وہاں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ وہ قرات کے مختلف معروف طرق سے نہ صرف بخوبی واقف تھے بلکہ ان پر سند کی حیثیت رکھتے تھے۔

راوی ہفت قرات سند چاردہ علم
شارح پنج سنن مفتی مذہب ہر چار (۱۴)

یہاں یہ ذکر بھی اہمیت سے خالی نہ ہوگا کہ فیروز شاہ تغلق پیشرو سلطان محمد بن تغلق کے عہد (۱۳۲۴-۱۳۵۱ء) میں مشہور سیاح ابن بطوطہ نے ہندوستان کا سفر کیا۔ اس نے جنوبی ہند کے ایک مقام ہنور (HINAUR) (ہندوستان کے مغربی ساحل پر گوا کے جنوب میں ایک قدیم بندرگاہ) کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ یہاں ۳۶ مدارس قائم تھے۔ جن میں ۱۳ خاص لڑکیوں کیلئے تھے اور اس سے اہم یہ کہ اس قصبہ کی عورتوں میں حفظ قرآن کا عام رواج تھا (۱۵)۔ دہلی سلطنت کے آخری حصہ یا پندرہویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں مالوہ میں خلجی خاندان کی آزاد ریاست قائم تھی۔ اسکے ایک معروف حکمران غیاث الدین خلجی (۱۴۶۹-۱۵۰۰ء) تھے۔ فرشتہ کے بیان کے مطابق اس سلطان کے محل میں ہزاروں کنیزیں حفظ قرآن کی دولت سے مالامال تھیں (۱۶)

اتنی کثیر تعداد میں حافظات قران کے پائے جانے سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ کسی مکتب یا مدرسہ کے تحت حفظ کرانے کا باقاعدہ نظم قائم تھا۔ اس ضمن میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ اضافہ بھی بر محل معلوم ہوتا ہے کہ سلطان فیروز شاہ تغلق نے شاہی غلاموں کی تعلیم و تربیت پر کافی توجہ دی تھی۔ اس نے حکومت کے وسائل سے ان کے لئے ناظرہ و حفظ قرآن و دینی تعلیم کا اہتمام کیا تھا اور ساتھ ہی انہیں دستکاری و مختلف حرفت کی تربیت دلانے کا نظم قائم کیا تھا۔ اس طرح یہ غلام معاصر مورخ عفیف کے بیان کے مطابق مختلف علوم و فنون سیکھ گئے اور ان میں بہت سے تکنیکی تربیت پاکر نکلے۔

(بعضے در کلام اللہ و حفظ و بعضے در علوم دینی و بعضے در قسم تحریر مشغول شدند و بعضے در خانہ کعبہ بر حکم فرمان رفتند و بعضے را تسلیم طوائف کردند ایشاں حرفت و صنعت آموختند۔ موازنہ دوازدہ ہزار نفر بندگان کاسب بر جنس شدند) (۱۷)

یہاں یہ واضح رہے کہ عہد زیر بحث میں حفظ قران کے ساتھ عام طور پر قرات سکھانے یا تجوید کی مشق کرانے کا بھی اہتمام ہوتا تھا۔ اس لئے مدارس، انفرادی مراکز یا جہاں بھی حفظ کا نظم قائم تھا، ان سے لازمی طور پر علم قرات کو بھی ترویج ملتی تھی۔ اسی کے پیش نظر یہاں علم قرات کی اشاعت کے ضمن میں حفظ قرآن کے اہتمام کی کچھ مثالیں پیش کی گئیں۔

عہد سلطنت میں علم قرات کی ترویج و اشاعت میں تذکیری مجالس اور وعظ وارشاد کی محافل کا بھی کافی حصہ رہا ہے۔ اس ضمن میں سب سے پہلے یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ہندوستان میں مسلم حکومت کے اولین دور میں تذکیر و وعظ کا عام رواج تھا۔ علماء و مشائخ اسی دینی کام میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ معاصر مآخذ میں اس خدمت انجام دینے والوں کا مذکرہ ان واعظان کے نام سے بہ کثرت حوالہ ملتا ہے (۱۸) ان کی تذکیر و تقریر یا وعظ وارشاد کے آغاز میں تلاوت قرآن کی روایت بہت ہی مستحکم رہی ہے اور یہ تلاوت باقاعدہ کسی خوش الحان حافظ یا قاری کے ذریعہ انجام پاتی تھی (۱۹) شیخ نظام الدین اولیاء نے سلطان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

غیاث الدین بلبن (۱۲۶۶-۱۲۸۶ء) کے ہم عصر و خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مرید شیخ نظام الدین ابو المؤید کی مجلس تذکیر (جس میں وہ کم عمری میں شریک ہوئے تھے) کی کیفیت بیان کرتے ہوئے یہ ذکر کیا کہ شیخ ابو المؤید مسجد میں ورود فرما ہوئے، دو رکعت نماز ادا کی اور پھر منبر پر تشریف لے گئے۔ پہلے ان کے مرید و خوش الحان قاری قاسم مقری نے قرآن مجید کی تلاوت کی۔ اس کے بعد شیخ نے اپنے وعظ کا آغاز کیا (۲۰) تقریباً اسی انداز پر ہر مذکر یا واعظ کی مجلس میں آغاز کلام کے وقت حاضرین کو حسن قرات سے محظوظ کرنے کا اہتمام ہوتا تھا اور عام طور پر ہر عالم یا شیخ کی مجلس کے قاری متعین ہوتے تھے۔ خود شیخ نظام الدین اولیاء کے ارادت مندوں میں مولانا شہاب الدین مقری فن قرات میں مہارت کے لئے مشہور تھے۔ صاحب سیر الاولیاء کے بیان کے مطابق ان کی آواز لحن داودی کا اثر رکھتی تھی، یہاں تک کہ ان کی خوش الحانی سے فضا میں اڑنے والے پرندے اور زمین پر چلنے والے مدہوش ہو جاتے، وہ جب امامت کرتے تو ان کی قرات سن کر سلطان المشائخ پر رقت طاری ہو جاتی۔

(وخدمت مولانا "شہاب الدین" الحان داودی داشت کہ پرندہ در ہور وجنبیدہ بر زمین بالحان خوش او مست و مدہوش می گشتند، خدمت مولانا شہاب الدین دریں امامت قراتی لغایت رق و خوش خواند کہ سلطان المشائخ را ز فتی پیدا شد ((۲۱)

قرین قیاس یہی ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاء کی مجلس میں مولانا شہاب الدین ہی تلاوت قرآن کی خدمت انجام دیتے رہے ہوں گے۔ مولانا عماد الدین بن حسام دہلوی عہد علائی کے نامور عالم و واعظ تھے۔ ان کا وعظ بڑی تاثیر رکھتا تھا جس میں کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوتے۔ برنی نے ان کی مجلس و وعظ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسکے شروع میں مولانا حمید و مولانا لطیف مقری ایسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خوش الحانی سے قرات کرتے کہ سامعین مسحور ہو جاتے اور پرند آسمان سے نیچے اتر آتے اور ان کے وعظ سے لوگوں پر ایسی رقت طاری ہوتی کہ ہر طرف آہ و بکا کی صدائیں بلند ہونے لگتیں (۲۲)۔ ان کے علاوہ عہد سلطنت میں سیدؒ نور الدین، مبارک غزنوی، مولانا ضیاء الدین سنامی، شیخ بدر الدین اودھی، مولانا شہاب الدین خلیل، شیخ جلال الدین دہلوی، شیخ نصیر الدین چراغ دہلی، شیخ علاء الدین نیلی اودھی اور سیدؒ جلال بخاری مخدوم جہانیاں بھی تذکیر و وعظ کے لئے معروف تھے۔ ان کی مجالس تذکیر کا امتیاز یہ تھا کہ ان میں ہزاروں لوگ شریک ہوتے جو قاری کی خوش الحانی اور واعظ کی جادوبیانی دونوں سے محظوظ ہوتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ ان مجالس کے آغاز میں قاری جو آیت تلاوت کرتے اسی کو عنوان بنا کر مذکر اپنا وعظ یا بیان شروع کرتے اور آیات میں زیر بحث موضوع کی تشریح و توضیح میں احادیث و روایات سے بھی کام لیتے۔ اس طرح ان مجالس سے علم قرات و علم تفسیر دونوں کی ترویج ہوئی۔ معاصر مورخین کے یہاں ان میں سے بعض مجالس کا خصوصی طور پر ذکر ملتا ہے۔ مولانا ضیاء الدین سنامی کے بارے میں برنی لکھتے ہیں کہ وہ عہد علائی کے مشہور و مقبول واعظین میں سے تھے۔ ان کی عمر کا بیشتر حصہ وعظ و نصیحت میں گذرا۔ وہ وعظ میں عام طور پر قرآن کریم کی آیت تلاوت کر کے ان کا معنی و مفہوم بیان کرتے اور مزید وضاحت کے طور پر احادیث و روایات بھی پیش کرتے۔ ان کے وعظ کی ایسی تاثیر کہ لوگ ہمہ تن گوش ہو کر سنتے اور آخر تک موجود رہتے (۲۳) اسی طرح مولانا شہاب الدین خلیل کے بارے مین معاصر مورخ کا بیان ہے کہ ان کا وعظ بھی زیادہ تر آیات قرآن کی تشریح و ترجمانی پر مبنی ہوتا، اسی کے ساتھ سبق آموز واقعات اور بر محل اشعار سے اپنے بیان کو ایسا دلنشیں بنا دیتے کہ سامعین متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے (۲۴) ابن بطوطہ نے سلطان محمد بن تغلق کے معاصر واودھ کے ممتاز عالم شیخ علاء الدین

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نیلی (جو بعد میں دہلی منتقل ہو گئے تھے) کی تذکیری مجلس کے بارے میں اپنا یہ مشاہدہ پیش کیا ہے کہ ہر جمعہ کو ان کی مجلس وعظ منعقد ہوتی جس میں لوگ کثیر تعداد میں شریک ہوتے۔ وعظ کے شروع میں قاری کی خوش الحانی ان کی مجلس کی بھی ایک مستقل روایت تھی۔ ایک مجلس میں جس میں وہ خود شریک تھے قاری نے ان آیات کی تلاوت کی:

"یا ایها الناس اتقوا ربکم ان زلزلة الساعة شیئی عظیم. یوم ترونها تذهل کل مرضعة عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملها و تری الناس سکری وما هم سکری ولکن عذاب الله شدید" (الحج: ۱ - ۲)

ان آیات کی تلاوت سن کر شیخ علاء الدین پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ انہوں نے قاری سے بار بار ان کی تلاوت کی فرمائش کی (۲۵)۔ صاحب سیر الاولیاء کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ مذکور خود بھی اس میدان کے ماہر تھے اور بعض اوقات اس خوش الحانی سے قرات کرتے کہ ان کے پیرو مرشد (شیخ نظام الدین اولیاء) بھی سن کر جھوم جھوم جاتے (۲۶) اسی طرح شیخ بدر الدین اودھی، شیخ جلال الدین دہلوی اور بعض دیگر مذکرین کی مجالس کے ضمن میں شروع میں تلاوت قرآن اور دوران تذکیر آیات واحادیث اور اقوال سلف کی تشریح وترجمانی کا ذکر امر مشترک کے طور پر ملتا ہے۔

عہد زیر بحث میں صوفیاء ومشائخ کی خانقاہوں اور تربیتی مراکز کے ذریعہ بھی علم قرات کو کافی ترویج ملی۔ ان کے تذکروں وملفوظات میں اس فن کے سیکھنے سکھانے کے حوالے بہ کثرت دستیاب ہیں۔ ان سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے یہاں قرات کی تعلیم وتمرین کی روایت بڑی مضبوطی سے قائم تھی۔ اس علم میں شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی اور شیخ حمید الدین ناگوری کی دلچسپی کا ذکر پہلے ہو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چکا ہے۔ مشہور چشتی بزرگ شیخ فرید الدین گنج شکر کے بارے میں یہ صراحت ملتی ہے کہ وہ اپنی خانقاہ میں مریدوں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے اور قرات کے اصول و ضوابط بھی سکھاتے تھے (۲۷)۔ اس کی تصدیق اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاء نے بچپن میں شادی مقری سے قرآن شریف پڑھا تھا لیکن جب وہ شیخ فرید الدین گنج شکر کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر اجودھن میں ان کے جماعت خانہ سے منسلک ہوئے تو شیخ نے انہیں دوبارہ تجوید کے اصول و ضوابط کے مطابق قرآن پڑھایا اور خود شیخ نظام الدین اولیاء کے بیان کے مطابق انہوں نے اس طور پر چھ پارے مکمل کئے (۲۸) اس کے علاوہ شیخ فرید نے جس توجہ و محنت سے انہیں صحت مخارج کی مشق کرائی وہ کافی اہمیت رکھتی ہے۔ شیخ نظام الدین اولیاء اس مشق و مہارت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں "میں نے جب ان سے قرآن پڑھنا شروع کیا تو انہوں نے کہا کہ "الحمد" پڑھو جس طرح کہ میں پڑھتا ہوں، جب میں "ولا الضالین" تک پہنچا تو شیخ نے فرمایا کہ "ضاد" کی آواز اس طرح نکالو جیسے میں نکالتا ہوں" کوشش کے باوجود مجھ سے اس کا صحیح عربی تلفظ ادا نہ ہو سکا لیکن شیخ محترم بار بار اس کی مشق کراتے رہے" (۲۹) شیخ فرید کی خانقاہ میں صحیح تلفظ و لہجہ کے ساتھ قرآن پڑھنے کی یہ تربیت صرف شیخ نظام الدین اولیاء کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ وہاں ارادت مندوں کو صحیح قرآن پڑھنے کی مشق کرانا ایک عام معمول تھا۔ صاحب سیر الاولیاء کے بیان کے مطابق ان کی خانقاہ ہمیشہ حافظوں و مقریوں سے آباد رہتی تھی (۳۰) ظاہر ہے ان کی وجہ سے وہاں قرات سیکھنے سکھانے کا ماحول گرم رہتا تھا۔

اپنے مرشد کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے شیخ نظام الدین اولیاء نے بھی علم قرات کی ترویج میں خصوصی دلچسپی لی اور اپنی خانقاہ میں اس فن کی تعلیم و تربیت کا اہتمام رکھا۔ اس علم کی اہمیت واضح کرتے ہوئے وہ اپنے مریدین کو یہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تاکید کرتے تھے کہ قرآن شریف ترتیل، تردید کے ساتھ پڑھنا چاہئے۔ خود انکی وضاحت کے مطابق تردید یہ ہے کہ اگر کسی آیت کو پڑھتے ہوئے قاری کو خاص لذت محسوس ہو یا اس پر رقت طاری ہو جائے تو اسے بار بار پڑھنا چاہئے (۳۱)
مزید بر آں انہوں نے اس علم کی فضیلت اس انداز میں بھی بیان کی کہ حسن قرات کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے سننے سے جو سعادت نصیب ہوتی ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔ انوار، احوال و آثار۔ سب سے پہلے پڑھنے والے کی روح پر عالم ملکوت سے انوار کا نزول ہوتا ہے۔ انوار کے بعد عالم جبروت سے قلوب پر احوال نازل ہوتے ہیں اور آخر میں عالم فلک سے جوارح (اعضاء بدن) پر آثار ظاہر ہوتے ہیں (۳۲) اس علم کی اہمیت و فضیلت کے پیش نظر وہ اپنے گھر والوں وارادت مندوں کو اسے سیکھنے کی خاص طور پر ترغیب دیتے اور انہیں صحت مخارج کے ساتھ قرآن پڑھنے کی تاکید کرتے رہتے۔ ان کے اپنے گھر کے علاوہ عزیزوں و دوستوں کے بہت سے بچے ان کے زیر تربیت و کفالت رہتے تھے۔ انہوں نے شیخ علاء الدین مقری اندرپتی کی نگرانی میں ان سب کے لئے حفظ قرآن کا خصوصی اہتمام کیا (۳۳) اور جو بچے حفظ نہیں کر سکتے تھے انہیں مسجد میں بھیجتے تھے تاکہ وہ حفاظ و قراء کی قرات سنیں اور اپنی قرات درست کریں (۳۴)۔

مزید بر آں شیخ نظام الدین اولیاء کی خانقاہ سے شیخ شاب الدین دہلوی اور مولانا علاء الدین نیلی جیسے متعدد ایسے خوش الحان قاری منسلک تھے جن کی قرات سن کر لوگوں پر خاص رقت طاری ہو جاتی اور چرند و پرند بھی مسحور ہو جاتے جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ یہاں یہ ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ایک دفعہ شیخ نظام الدین اولیاء مولانا علاء الدین نیلی کی قرات سن کر ایسا متاثر و مسرور ہوئے کہ انہیں اپنا مصلی خاص بطور ہدیہ عنایت کیا (۳۵)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان سب کے علاوہ شیخ نظام الدین اولیاء کی خانقاہ میں دستر خوان پر بھی قرات کی خوشگوار روایت قائم تھی۔ روزانہ کا یہ معمول تھا کہ کھانا شروع ہونے سے قبل کوئی خوش الحان قاری کچھ آیتیں تلاوت کرتے اور حاضرین اس سے محظوظ ہوتے۔ یہ مختصر قرات "دعاء مائدہ" کے نام سے معروف تھی۔ عام طور پر یہ خدمت حافظ محمد و حافظ موسیٰ (شیخ فرید گنج شکر کے نواسے) اور خواجہ عزیز (شیخ نظام الدین اولیاء کے پھوپھی زاد بھائی) انجام دیتے تھے۔ ان قاریوں کی آواز میں بلا کا درد و سوز ہوتا۔ جب یہ حضرات کھانے سے قبل قرآن کی تلاوت کرتے تو شیخ نظام الدین اولیاء کی زبان سے مسلسل "رحمت باد، رحمت باد" کے الفاظ نکلتے رہتے (۳۶) اوپر کے مباحث سے یہ خوبی واضح ہوتا ہے کہ عہد سلطنت کے علماء و صوفیاء نے اپنے اپنے طور پر علم قرات کے فروغ میں حصہ لیا۔ خاص طور سے صوفیاء کے مراکز میں اس فن کی تعلیم و تمرین کا جو اہتمام ہوتا تھا اس کے بڑے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔

عہد سلطنت میں علم قرات کی ترویج میں سلاطین و امراء کا جو حصہ رہا ہے اسے بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس علم میں بعض سلاطین و امراء کی ذاتی دلچسپیاں ظاہر ہوئیں۔ انہوں نے خود اس علم کو سیکھا اور اس کی اشاعت کیلئے کوششیں کیں۔ بعض نے اس علم کے ماہرین کو اپنے دربار سے منسلک کیا اور ان کی قدر افزائی کی دہلی سلطنت کے قیام کے بعد حکومت کی جانب سے مختلف علوم و فنون کے ماہرین کو عطایا و وظائف دینے کا سلسلہ جاری ہوا۔ ان میں واضح طور پر "اہل قرات" کا بھی ذکر ملتا ہے۔

سلطان قطب الدین ایبک (۱۲۰۶-۱۲۱۰ء) کا یہ فرمان ملاحظہ ہو:

"ادرارائے و مشاہرائے کہ مستحقان از اہل علم و فقہ و قرات و زہد و مصلحان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

داشتند آں ہم بر حال داشتن فرمودو مبلغ خطیر از زر و غلہ از خاص خویش بفر مود، تام مستحقان را تا ادرار کنند"(۳۷)

فرمان کے الفاظ یہ بتا رہے ہیں کہ اس طرح کے عطیہ دینے کا سلسلہ فتوحات کے زمانہ ہی میں قائم ہو گیا تھا۔بعد کے دور میں یہ نہ صرف جاری رہا بلکہ اس میں اضافہ ہی ہو تا گیا۔ یہاں یہ ذکر بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ سلطان قطب الدین ایبک کے بارے میں یہ مذکور ہے کہ وہ قرآن شریف بہت اچھا پڑھتا تھا اور اسی لئے "قرآن خواں" کے لقب سے معروف ہوا (۳۸) عہد فیروز شاہی کے ایک ممتاز امیر و اہم عہدہ دار ملک قبول کے لئے بھی بعض ماخذ میں "قرآن خوان" کا لقب استعمال کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہو تا ہے کہ وہ بھی بہت اچھی آواز سے قرآن پڑھتے تھے (۳۹) اسی نسبت سے ان کی ایما پر ترتیب دیا گیا، فتاوی کا مجموعہ "فتاوی قرآن خوانی" کے نام سے مشہور ہوا (۴۰)

سلطانہ رضیہ (۱۲۳۶-۱۲۳۹ء) عہد سلطنت کی خاتون حکمراں کی حیثیت سے کافی معروف ہیں، وہ پڑھی لکھی اور بڑی باصلاحیت خاتون تھیں۔ فرشتہ کے بیان کے مطابق وہ قرآن پڑھنے میں قرات کے اصول و آداب کو ملحوظ رکھتی تھیں (۴۱) سلطان غیاث الدین بلبن (۱۲۶۶-۱۲۸۶ء) نے شہزادوں کو حکومت کے نظم و نسق سے متعلق جہاں بہت ساری نصیحتیں کی تھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ وہ اپنی حکومت کے مرکز کو علماء و مشائخ، تفسیر و حدیث کے ماہرین حفاظ قرآن و مقریان اور واعظین و خطباء اور مختلف اہل فنون سے آباد رکھیں گے۔ (دار الملک خود را از علماء و مشائخ و سادات، مفسران و محد ثان، حافظان و مقریان و مذکران و فاضلان و ماہران ہر ہنری پر کن (۴۲)) سلطان علاء الدین خلجی کے زمانہ (۱۲۹۶

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

-۱۳۱۲ء) میں علم قرات کی ترویج میں بڑھتی ہوئی دلچسپی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ عہد سلطنت کے مآخذ میں مقریان کا حوالہ سب سے زیادہ اسی دور سے متعلق ملتا ہے۔ ضیاء الدین برنی نے عہد علائی کے متعدد ممتاز قاریوں کے نام پیش کئے ہیں، ان میں چند یہ ہیں۔ مولانا علاء الدین مقری، مولانا جمال الدین شاطبی، خواجہ زکی الدین دہلوی، مولانا حمید مقری و مولانا لطیف مقری (۴۳) اہم بات یہ کہ ان میں ایسے ماہرین قرات بھی شامل تھے جن کی خوش الحانی اس وقت ضرب المثل بن گئی تھی، اور ان کی قرات پر پورا ماحول متاثر و مشہور ہو جاتا تھا جیسا کہ اوپر کچھ مثالیں دی جا چکی ہیں۔ اس سے اہم یہ کہ معاصر مورخ نے عہد علائی کے دہلی کے قاریوں سے متعلق یہ تاثر پیش کیا ہے کہ وہ اپنے فن میں ایسے منفرد و ممتاز تھے کہ عراق و خراسان میں بھی ان کی ہمسری کرنے والا کوئی نہیں تھا (مثل ایشاں در خراسان و عراق نشان ندادہ اند (۴۴) یہاں یہ واضح رہے کہ سلطان علاء الدین خلجی کی علم دوستی و معارف پروری کی شہرت سن کر مختلف علوم و فنون کے ماہرین نہ صرف ملک کے مختلف حصوں بلکہ بیرون ممالک سے بھی دہلی منتقل ہوئے اور سلطان کے انعام و اکرام کے مستحق بنے۔ ان میں بہت سے منسلک کئے گئے۔ جہاں ان پر مزید داد و دہش کا سلسلہ جاری رہا۔ ان میں یقینی طور پر اہل قرات بھی شامل تھے۔ جیسا کہ برنی وغیرہ کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے۔ عہد فیروز شاہی میں ان عطایا و وظائف کی تعداد ہزاروں سے لاکھوں تک پہنچ گئی جو حکومت کی جانب سے اہل علم و فن کے مختلف طبقوں (بشمول حفاظ و قراء) اور مستحقین و مساکین کو دیئے جاتے تھے۔ اس دور میں بعض ایسے ماہرین قرات گذرے ہیں کہ حجاز کے قاری بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ شیخ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محمد بن محمد و مراجی معروف بہ نجیب الدین ہندی (م ۱۳۸۸) کے آباء واجداد عرب سے منتقل ہو کر دہلی میں سکونت پذیر ہو گئے تھے اور قرین قیاس یہی ہے کہ شیخ نجیب الدین کی تعلیم و تربیت یہیں مکمل ہوئی۔ بعد میں وہ دہلی سے مکہ مکرمہ گئے۔ وہاں انہوں نے قاری حرم شیخ عفیف ولاصی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنا چاہا لیکن شیخ نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ وہ عجمیوں کو نہیں پڑھاتے کیونکہ اہل عجم حروف کے مخارج صحیح طور پر ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ شیخ نجیب الدین نے کہا کہ پہلے میری قرات سن لیں اور پھر آپ جو چاہیں فیصلہ کریں۔ جب انہوں نے پڑھنا شروع کیا تو شیخ عفیف بڑے متعجب ہو کر کہنے لگے کہ مجھے آپ کے لب ولہجہ سے عرب نسل کی بو آ رہی ہے (۴۵) عہد فیروز شاہی میں ہی حکومت کے ایک اہم رکن اور نائب وزیر ظفر خان کے بارے میں معاصر مورخ کی یہ شہادت ملتی ہے کہ وہ حافظ قرآن تھے اور فن قرات میں اپنی مثال آپ تھے۔ جب وہ نماز یا دوسرے مواقع پر قرات کرتے تو سامعین پر رقت طاری ہو جاتی اور آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ خود برنی کے الفاظ میں:

"باری تعالی ظفر خاں مذکور را بہ عفت و صلاح آراستہ و بہ دیانت و صیانت پیراستہ۔ حافظ کلام اللہ است و د قرأت قرآن عدم المثال است و قرآن در نی زو غیر نماز چناں می خواند کہ سامعان را رقت می نماید چشماں از گریہ رواں می شود" (۴۶)

اس سے قبل عہد فیروز شاہی کے مدارس میں حکومت کی جانب سے قرات کی تعلیم کے اہتمام اور شاہی غلاموں کے لئے حفظ قرآن کے مخصوص نظم کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور یہ بیان بھی گذر چکا ہے کہ ریاست مالوہ کے آزاد حکمران سلطان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

غیاث الدین خلجی کے حرم میں ہزار کے قریب کنیزیں حفظ قرآن کی نعمت سے بہرہ ور تھیں۔ ظاہر ہے کہ اتنی کثیر تعداد میں حافظات قرآن کی موجودگی کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حفظ کا باقاعدہ اہتمام کیا گیا ہوگا۔

تغلق خاندان کی حکومت کے خاتمہ پر دہلی سلطنت کچھ عرصہ سیاسی انتشار و افتراق کا شکار رہی اور پھر یکے بعد دیگرے سید، لودھی خاندان کے سلاطین تخت دہلی پر متمکن رہے۔ان کے دور حکومت بالخصوص سلطان سکندر لودھی (۱۴۹۸ - ۱۵۱۷ء) کے زمانہ میں دیگر علوم و فنون کے ساتھ علم قرات کے میدان میں بھی سرگرمیاں جاری رہیں۔ گرچہ اس ضمن میں بہت زیادہ تفصیلات دستیاب نہیں لیکن تاریخی ماخذ میں اس عہد کے کچھ ایسے ماہرین قرات کا ذکر ملتا ہے جنہیں اس میدان میں امتیازی مقام ملا اور جن کے توسط سے اس علم کی مزید ترویج و اشاعت ہوئی۔ان میں محمد بن محمود مقری، راجح بن داؤد احمد آبادی (۴۷) سلیمان بن عفان مندوی، اور عبد الملک غزنوی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ اول الذکر دونوں پندرہویں صدی عیسوی کے نصف آخر اور آخر الذکر سولہویں صدی عیسوی کے نصف اول سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں سلیمان بن عفان مندوی (م ۱۵۴۷ء) اس لحاظ سے ممتاز ہیں کہ ان سے قرات سیکھنے والوں میں چشتی صابری سلسلہ کے مشہور صوفی شیخ عبد القدوس گنگوہی بھی شامل تھے۔ صاحب اخبار الاخیار کے بیان کے مطابق وہ فن تجوید میں یکتائے زمانہ تھے۔(وی در فن تجوید قرآن یگانہ عصر بود (۴۸))۔ عبد الملک غزنوی (م ۱۵۵۶ء) کا اصل وطن غزنہ تھا اور ان کی تعلیم ہرات میں مکمل ہوئی۔ حفظ قرآن کے ساتھ فن تجوید میں مہارت حاصل کی اور اپنے زمانہ کے نامور قراء میں شمار ہوئے۔ سلطان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سکندر لودھی کی طلب پر وہ ہندوستان آئے اور آگرہ میں سکونت پذیر ہوئے جہاں اسلام شاہ کے زمانہ (۱۵۹۵-۱۵۵۲ء) تک ان کا فیض جاری رہا اور کثیر تعداد میں لوگ ان سے مستفید ہوئے (۴۹) اسلام شاہ کے معاصرین میں پیر سیّد محمد مکی بھی ایک ممتاز قاری تھے۔ قرات کے سات معروف طریقوں سے وہ بخوبی واقف تھے۔ علم قرات میں ان سے استفادہ کرنے والوں میں نامور عالم و مورخ عبدالقادر بدایونی بھی شامل تھے۔ (۵۰)

اوپر کی تفصیلات کی روشنی میں بجا طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ عہد سلطنت میں شروع سے آخر تک علم قرات میں دلچسپی کا ماحول قائم رہا۔ اس فن کے ماہرین کو کثرت کے ساتھ اس کے سیکھنے کے مختلف مواقع فراہم تھے۔ مکاتب و مدارس علماء کی مجالس اور صوفیاء کے مراکز کے ذریعہ اس فن کی مشق و تمرین کا سلسلہ جاری رہا۔ علماء و مشائخ کے علاوہ بعض سلاطین و امراء نے بھی اس کی ترویج میں حصہ لیا۔ ان کی جانب سے اہل قرات کی حوصلہ افزائی اور استادان قرات پر انعام و اکرام نے اس فن کو مزید فروغ بخشا، یہاں تک کہ دارالسلطنت ایسے ممتاز قراء کا مرکز بن گیا کہ دوسرے ممالک میں ان کی نظیر ملنی مشکل تھی۔ لیکن یہ امر تعجب خیز ہے کہ عہد زیر بحث میں علم قرات کے میدان میں دلچسپی کے ان تمام مظاہر اور مختلف طور پر اس کی ترویج کی کوششوں کے باوجود اس موضوع پر کسی چھوٹی بڑی کتاب کی تالیف کا ثبوت نہیں مل سکا جب کہ بعد کے دور (عہد مغلیہ) میں علم قرات کی تعلیم و تمرین کے ساتھ اس سے متعلق تصنیفی و تالیفی سرگرمیاں بھی جاری ہوئیں (۵۱) جن کی تفصیل کے لئے ایک علیحدہ مضمون درکار ہوگا۔

www.kitabosunnat.com

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حواشی و مراجع

۱۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب التفسیر ،باب خیر کم من تعلم القرآن وعلمہ۔

۲۔ جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، مطبعہ حجازی، القاہرہ، ۱۳۲۸ء، ۱/ ۱۰۲-۱۰۳، عدنان اززور، علوم القران، بیروت، ۱۹۸۴ء ص ۱۸۲ ،راغب الطباخ، تاریخ اذکار و علوم اسلامی (اردو ترجمہ: افتخار احمد بلخی) مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، ۱۹۸۳ء، ۱/ ۲۱۷-۲۲۴

۳۔ عہد سلطنت میں علم قرآن کے ارتقاء پر تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں راقم کا مضمون: علم قران عہد سلطنت کے ہندوستان میں، ششماہی علوم القرآن ا-۱/ ۲ جنوری ۱۹۸۶ء ص ۱۱۸-۱۳۱

۴۔ ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی، کلکتہ، ۱۸۶۲، ص ۳۵۵، امیر حسن سنجری، فوائد الفواد (تصحیح محمد لطیف) لاہور ۱۹۶۶ء ص ۲۶۲، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، مطبع محمدی، دہلی، ۱۲۸۳ھ ص ۴۹، سیّد محمد کرمانی (امیر خورد)، سیر الاولیاء، لاہور ۱۹۷۸ء ص (۲۸۵-۲۸۶)

۵۔ فخر مدبر تاریخ فخر الدین مبارک شاہ (تحقیق و تصحیح ڈینی سن راس) کلکتہ، ۱۹۳۷ء ص ۲۱، یحیٰ سرہندی، تاریخ مبارکشاہی، کلکتہ، ۱۹۳۱ء، ص ۱۳۴-۱۳۵، امیر حسن سنجری، محولہ بالا، ص ۲۲۳

۶۔ القاضی اطہر المبارکپوری، العقد الثمین فی فتوح الھند و من ورد فیھا من الصحابۃ والتابعین، مطبع حمیدیہ سرائے پر، ۱۹۶۸، ص ۲۱۲

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۷۔ سید ابو ظفر ندوی، تاریخ سندھ، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۷۰ء، ص ۳۶۹ - ۳۷۸، ابو الحسنات ندوی، ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں، مطبع معارف، اعظم گڑھ ۱۹۷۱ء، ص ۷۰-۷۲، قاضی اطہر مبارکپوری، ہندوستان، میں عربوں کی حکومتیں، ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۶۷ء، ص ۱۵۳-۱۶۸-۲۵۱-۲۵۳

۸۔ فضل اللہ جمالی، سیر العارفین، مطبع رضوی دہلی، ۱۳۱۱ھ، ص ۱۰۳ پروفیسر خلیق احمد نظامی، ہندوستان میں علوم قرآنی کا نشوونما اور اسلامی معاشرہ پر اس کا اثر، معارف ۱۴۴/ اجولائی ۱۹۸۹ء ص ۵

۹۔ سرور الصدور (ملفوظات شیخ حمید الدین ناگوری) قلمی نسخہ، حبیب گنج کلکشن (مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) ۲۱/ ۱۶۸، ورق ۵۵

۱۰۔ امیر حسن سنجری، ص ۲۶۱-۲۶۲، مناظر احسن گیلانی، ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت، ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۴۴ء، ۱/ ۱۳۴

۱۱۔ مناظر احسن گیلانی، محولہ بالا، ۱/ ۱۳۴

۱۲۔ اس موضوع پر تفصیلات کیلئے ملاحظہ فرمائیں راقم کا مضمون: عہد اسلامی کے ہندوستان میں تعلیم کے ذریعے، سہ ماہی تحقیقات اسلامی۔

۱۳۔ سیرت فیروز شاہی، نقل (مخطوطہ ارنیسل پبلک لائبریری، پٹنہ) یونیورسٹی کلکشن (مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) ۱۱۱، ص ۷ ۱۴ خلیق احمد نظامی، سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۸۱ء، ص ۴۲۹

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۴۔ ڈاکٹر وحید مرزا، دیوان مطہر، اورینٹل کالج میگزین (لاہور) ۱۱/۳ مئی ۱۹۳۵ء، ص ۱۳۶-۱۳۷

۱۵۔ رحلہ ابن بطوطہ، دار صادر، بیروت، ۱۹۲۴ء، ص ۵۵۵

۱۶۔ ابوالقاسم ہندوشاہ فرشتہ، تاریخ فرشتہ، نول کشور ایڈیشن، ص ۲۵۵

۱۷۔ شمس سراج عفیف، تاریخ فیروز شاہی، کلکتہ، ۱۸۹۰ء، ص ۲۷۰

۱۸۔ برنی، محولہ بالا، ص ۳۵۶، ۴۳۵، ۵۵۹، امیر حسن بخری، محولہ بالا، ص ۲۲۳

۱۹۔ مناظر احسن گیلانی، محولہ بالا، ۱/۱۷۹-۱۸۰

۲۰۔ امیر حسن سنجری، ص ۳۲۳

۲۱۔ سید محمد کرمانی، محولہ بالا، ص ۳۰۰-۳۰۱، سید عبدالحی، نزہۃ الخواطر، دائرۃ المعارف، حیدر آباد ۱۹۳۱ء، ۲/۵۹

۲۲۔ برنی، ص ۳۵۶، نیز دیکھئے سید عبدالحیٔ، محولہ بالا، ۲/۹۴، محمد اسحاق بھٹی، فقہاء ہند، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور-۱۹۷۴ء/۲۵۰۔

۲۳۔ برنی، ص ۳۵۶، رحمان علی خان، تذکرہ علماء ہند، نولکشور، ۱۹۱۴ء، ص ۹۷-۹۸، سید عبدالحیٔ، محولہ بالا، ۲/۹۷-۹۸۔

۲۴۔ برنی، ص ۳۵۳، رحمان علی خان، ص ۲۶۶

۲۵۔ رحلہ ابن بطوطہ، ص ۴۱۹-۴۲۰

۲۶۔ سیّد محمد کرمانی، محولہ بالا، ص ۲۸۵

۲۷۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی، مقالہ محولہ بالا، معارف، جولائی ۱۹۸۹ء، ص ۴۲۰

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

K.A.Nizami, life and times of shaikh Faridud-din Ganj-i-Shakar deptt. of history, A.M.U.Aligash 1955. pp.75.82

۲۸۔ امیر حسن سنجری، ص ۲۷۵-۲۷۶، سیّد محمد کرمانی، ص ۱۱۶

۲۹۔ امیر حسن سنجری، ص ۲۷۵-۲۷۶

۳۰۔ سیّد محمد کرمانی، ص ۱۱۷

۳۱۔ امیر حسن سنجری، ص ۱۲۰، سید محمد کرمانی، ص ۴۴۶

۳۲۔ امیر حسن سنجری، ص ۶۰، مناظر احسن گیلانی، محولہ بالا، ۲/ ۱۳۶

۳۳۔ سیّد محمد کرمانی، ص ۳۲۶، مناظر احسن گیلانی، ۲/ ۱۶۰-۱۶۱

۳۴۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی، مقالہ محولہ بالا، ص ۴۲۰

۳۵۔ سیّد محمد کرمانی، ص ۲۸۵

۳۶۔ حوالہ مذکور، ص ۲۰۹، مناظر احسن گیلانی، محولہ بالا، ۳/ ۱۶۲

۳۷۔ فخر مدبر، تاریخ فخر الدین مبارکشاہ، ص ۳۵

۳۸۔ فخر مدبر، محولہ بالا، ص ۲۱، تاریخ ہندوستان کے مصنف مولانا ذکاء اللہ نے "قرآن خواں" سے یہ مطلب اخذ کیا ہے کہ وہ قرآن کا حافظ تھا (تاریخ ہندوستان، شمس المطابع، دہلی ۱۸۹۸ء ۱/ ۲۷۲) جبکہ جناب محمد اسحاق بھٹی نے یہ ذکر کیا ہے کہ وہ قرآن کی تلاوت خوب کرتا تھا (فقہائے ہند، محولہ بالا، ۱/ ۱۸) پروفیسر خلیق احمد نظامی کے خیال میں سلطان قرآن بہت اچھی آواز سے پڑھتا تھا، اس لئے وہ "قرآن خواں" کے لقب سے معروف ہوا (سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۸۱ء ص ۸۶)

۳۹۔ یحییٰ سرہندی، تاریخ مبارکشاہی، کلکتہ، ۱۹۳۱ء ص ۱۳۴-۱۳۵، شمس سراج عفیف تاریخ فیروز شاہی، محولہ بالا، ص ۵۵۴-۵۵۵

۴۰۔ فہرست مخطوطات شیرانی، لاہور، ۱۹۶۹ء ۳۰، ۲۹۶

۴۱۔ فرشتہ، محولہ بالا، ص ۶۷

۴۲۔ برنی، تاریخ فیروز شاہی (علی گڑھ ایڈیشن ۱۹۵۷ء) ص ۱۲۰۔

۴۳۔ برنی، ص ۳۵۵-۳۵۶

۴۴۔ برنی، ص ۳۵۵

۴۵۔ محمد عبدالحئی لکھنوی، طرب الاماثل بتراجم الافاضل، مطبع دبدبہ احمد، لکھنو، (بدون تاریخ) ص ۲۸۳-۲۸۴، سید عبدالحئی، محولہ بالا ۲، ۱۴۸/

۴۶۔ برنی، ص ۵۸۳

۴۷۔ سید عبدالحئی، نزہۃ الخواطر، دائرۃ المعارف، حیدر آباد، ۴/ ۱۱۱

۴۸۔ شیخ عبدالحق محدث، محولہ بالا، ص ۲۲۱، سید عبدالحئی، محولہ بالا، ۴/ ۱۲۹

۴۹۔ سیّد عبدالحئی، محولہ بالا، ۴/ ۲۱۷

۵۰۔ عبدالقادر بدایونی، منتخب التواریخ، کلکتہ، ۱۸۶۵ء، ۲۰/ ۲۱

۵۱۔ علم قرات عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں، ششماہی علوم القرآن، ۵/ ۱ جنوری-جون ۱۹۹۰ء ص ۱۱۸-۱۲۰۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تعارف مجموعہ مقالات

(ناشر تحریک عمل حلقہ کلاچی وڈیرہ اسماعیل خان)

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب زید مجدھم کی زندگی اور جہد و سعی میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے جنھوں نے شریعت اسلامیہ کے عملی نفاذ کے لئے عملی تحریک شروع کر رکھی ہے، اس تحریک کے کارکنوں کی جانب سے تین رسائل شائع ہو چکے ہیں یہ چوتھا رسالہ ہے جس میں صحبتِ صالحین، اسلام میں حق بالغ رائے دہی، مقنّنہ میں غیر مسلموں کی شرکت، سود، ٹی وی اور اجتماعی خود سوزی جیسے موضوعات پر مختلف علماء کے مضامین شاملِ اشاعت ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان میں علمِ قراءت

"ان اقتباسات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس زمانے میں مقری یعنی بچوں کو قرآن پڑھانے کا کام وہی کرتے تھے جو باضابطہ علم قرأت سے واقف ہوتے تھے مولانا عبدالحیؒ نے نزہۃ الخواطر میں کئی ایسے مقری کا ذکر کیا ہے جو دہلی اور دوسرے مقامات پر بچوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی

مدرسہ احمدیہ ابابکر پور، ویشالی، بہار

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان کی تعلیمی سرگرمیوں اور نظامِ تعلیم پر جو کتابیں اب تک لکھی گئی ہیں۔ میرے مطالعے کی حد تک ان میں تجوید و قرأت کو مستقل علم و فن کی حیثیت نہیں دی گئی ہے۔اس لیے یہ پتہ چلانا توبہت مشکل کام ہے کہ ہندوستان میں علم قرأت کا آغاز کب سے ہوا۔ غالب گمان یہ ہے کہ اسلامی فتوحات کا سلسلہ جب ہندوستان کیطرف بڑھا، تو اس کے پیچھے دوسرے ارباب علم و فن کے ساتھ قراء حضرات بھی یہاں تشریف لائے اور بچوں کو ناظرہ قرآن پڑھانے پر مامور ہوئے۔ قرآن پڑھانے والے یہ حضرات سماج میں مقری کے نام سے جانے جاتے تھے۔

اس سلسلے میں جو سب سے پہلا نام ہندوستان میں ملتا ہے، وہ مشہور تبع تابعی مالک بن دینارؒ کا ہے جو مالابار کے بادشاہ زموران کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے۔ پوری زندگی بچوں کو قرآن پڑھاتے رہے۔ کالی کٹ میں ان کا انتقال ہوا اور یہیں مدفون ہوئے۔

ساتویں صدی ہلجرہ اس کے بعد تک ہندوستان میں علم قرأت کا یہی طریقہ رائج رہا کہ ناظرہ قرآن کی تعلیم میں ہی قرأت کے رموز اور حروف کے مخارج و صفات کی تمرین کرادی جاتی تھی، اور بچے ترتیل سے قرآن پڑھنا سیکھ جاتے تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے بھی اپنے ایک نو مسلم استاذ "شادی مقری" لاہوری سے اسی انداز میں قرآن کریم پڑھا تھا۔ فوائد الفواد میں حضرت کی ابتدائی تعلیم کا جوذکر ہے اس میں آپ نے اپنے استاذ شادی مقری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

غلام ہندوبود اوراشادی مقری گفتندے قرآن بہ ہفت قرأت یادداشت:

ہندو(نو مسلم) غلام تھے جن کو لوگ شادی مقری کہتے تھے۔۔ سبعہ کے قاری تھے۔

فوائد الفواد میں ہی حضرت کے ایک اور استاد حضرت فریدالدین گنج شکرؒ کا ذکر ملتا ہے جنھوں نے چھ پارے کامل تجوید کے ساتھ حضرت کو پڑھائے۔ فوائد الفواء میں ہے منقول ہے کہ

"چوں من خواندن آغاز کروم مرافرمود کہ الحمدبخواں چوں بخواندم ودر ولاالضالین رسیدم، فرمود "ضاد" ہم چنیں بخواں کہ من می خوانم"

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"جب میں نے پڑھنا شروع کیا تو فرمایا کہ الحمد پڑھ، پڑھتے ہوئے جب میں ولا الضالین پر پہنچا تو فرمایا کہ ضاد جیسے میں پڑھتا ہوں، ویسے پڑھو۔"

ان اقتباسات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس زمانے میں مقری یعنی بچوں کو قرآن پڑھانے کا کام وہی کرتے تھے جو باضابطہ علم قرات سے واقف ہوتے تھے۔ مولانا عبدالحیؒ نے نزہۃ الخواطر میں کئی ایسے مقری کا ذکر کیا ہے جو دہلی اور دوسرے مقامات پر بچوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے بلکہ اس زمانے میں امامت کے فرائض بھی وہی انجام دیتے تھے جو علم قرات سے واقف ہوتے تھے۔ سیر الاولیاء میں شیخ شہاب الدین کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

"كان صاحب قراءة وتجويد، يقرء القران بلحن شبعي ياخذ بمجامع القلوب ولذلك خصّه الشيخ المذكور (نظام الدين محمد بدايوني) بامامته في الصلوٰة.....انتفع به خلق كثير من الناس" (نزہۃ الخواطر ص ۵۹ ج ۲)

قرات و تجوید کے ماہر تھے، قرآن ایسے خوش کن لہجے میں پڑھتے تھے کہ لوگوں کے قلوب کو کھینچ لیتے اور اسی لیے حضرت شیخ نظام الدین نے نماز کی امامت ان کے ذمہ ، ان سے بہت سارے لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔

لیکن رفتہ رفتہ بعض سماجی اور معاشی مجبوریوں کی وجہ سے اچھے اور ماہرین اتالیق کی کمی ہوتی چلی گئی، جس کے نتیجے میں ناظرہ پڑھانے کے لیے ایسے اساتذہ رکھے جانے لگے جو اس علم سے ناواقف تھے، انھوں نے بچوں کے پڑھانے میں تجوید اور حروف کی صحت ادائیگی کا خیال نہ رکھا اور حروف تہجی میں بڑی 'خ' چھوٹی 'ہ' بڑی شین، چھوٹی سین، بڑی قاف، چھوٹی کاف پڑھانے لگے جس سے بچے ان حروف میں تمیز تو کر لیتے تھے لیکن انھیں صحیح مخارج و تلفظ کا شعور نہیں ہو پاتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس علم کی بساط سمٹتی چلی گئی اور اتنی سمٹ گئی کہ عرب قراء ہندوستانیوں کو قرات کی تعلیم دینے میں تامل و تکلف برتنے لگے۔ چنانچہ جب مشہور محدث محمد نجیب الدین دہلوی مکہ تشریف لے گئے اور انھوں نے حرم کے عفیف دلاصی سے قراءت کی تعلیم دینے کی درخواست کی تو انھوں نے یہ کہہ کر معذرت کر لی۔

" لايقرأ العجم لكو نهم لايخرجون الحروف من مخارجها." (نزہۃ الخواطر ص ۱۴۸، ج ۲)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہ عجمیوں کو نہیں پڑھاتے اس لیے کہ عجمی حروف کی ادائیگی مخارج سے نہیں کرتے۔
کچھ سالوں تک اسی صورتحال میں مبتلا رہنے کے بعد ساتویں اور آٹھویں صدی میں حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ حضرت فرید گنج شکرؒ اور حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی خصوصی توجہ سے علی الترتیب ملتان، جودھن اور دہلی اس علم کے مراکز بن گئے۔ سلطان بلبن، معزالدین کیقباد، جلال الدین خلجی، علاؤالدین خلجی، اور غیاث الدین تغلق کے عہدِ حکومت میں ان حضرات کی علم دوستی اور قرض شناسی کا شہرہ سنکر بہت سے باکمال قراء دہلی آئے، جن کی توجہ سے یہاں تجوید و قرات کا سازگار ماحول پیدا ہوا۔ جن بزرگوں نے اپنی عمر اس علم کی ترویج واشاعت میں صرف کردی، ان میں شیخ صفی الدین ہندی، صاحب کتاب المعجز، مولانا عماد الدین حسام، مولانا لطیف مقری، خواجہ جمال الدین شاطبی، قاری فخر الدین زرادی، خواجہ موسیٰ وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں، ان حضرات نے قرآن تجوید سے پڑھایا اور اس علم پر کتابوں کا بڑا ذخیرہ تیار کردیا۔

فیروز شاہ تغلق نے دہلی میں ایک مدرسہ بھی قائم کیا، جس کے پرنسپل ممتاز عالم، محدث اور قاری سبعہ قاری جلال الدین رومی تھے۔ یہ جلال الدین رومی صاحبِ مثنوی نہیں ہیں۔ ان کے ایک شاگرد مطہر نے ان کی صلاحیت ولیاقت کا اس شعر میں تذکرہ کیا ہے۔

عالم ہفت قرأت سند چاردہ علم
راوی پنج سنن مفتی مذہب ہرچار

غالباً یہ پہلا مدرسہ ہے جس میں باقاعدہ قرات کی تعلیم ہوتی تھی۔

دکن میں بہمنی بادشاہوں کی عطایا اور سرپرستی بھی علم قرات کے فروغ میں معاون ہوئی۔ سلطان علاؤالدین حسن گنگو بہمن شاہ کو قرات سے خاص دلچسپی تھی۔ اس کے عہدِ حکومت میں علامہ جعبری کے جید اور صاحب سلسلہ شاگرد جو راوی ہفت قرات تھے ۷۵۰ھ میں عرب سے گلبرگہ آئے، بادشاہ نے ان کی قرات سن کر بہت تعظیم کی، خود بھی ان سے تجوید سیکھی اور بچوں کا اتالیق مقرر کیا۔ قاری صاحب مدت العمر گلبرگہ میں قرات کا درس دیتے رہے۔ بے شمار بندگانِ خدا نے اُن سے کسبِ فیض کیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس دور کے ایک اور قاری اور قابلِ قدر ہستی حضرت عین الدین گنج العلومؒ کی ہے۔ آپ ۸۰۶ھ میں دہلی کے مضافات میں پیدا ہوئے، ۸۳۷ھ میں بیجاپور گئے اور ۹۵۸ھ میں انتقال کے وقت تک قرآن پڑھاتے رہے۔ ایک سو بیس کتابیں تصنیفی یادگار چھوڑیں۔

بہمنی بادشاہوں میں فیروز شاہ بہمن (۸۲۵ــــــ۸۰۰ھ) کو بھی تجوید و قراءت سے بڑا شغف تھا۔ اس کے زمانے میں اس علم کو بڑا فروغ ہوا، جو قراء اس کے عہدِ حکومت میں تھے، ان میں قاری شیخ احمد بخاری، حافظ سیّد محمد گیسو دراز وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ فیروز شاہ نے "مجموعۂ قراءت فیروز شاہی" کے نام سے ایک ضخیم کتاب بھی فارسی زبان میں مرتّب کرائی تھی، جس میں تدوینِ قراءت سے متعلق اہم واقعات، قراءت میں اختلافات، مدّ وقصر، ادغام واظہار اور قواعدِ وقف کے باب باندھے ہیں۔ ان روایات اور رسم الخط کا بھی تذکرہ ہے جو صحابہؓ میں رائج تھے (تذکرہ قاریانِ ہند ج ا)

پنجاب، دہلی اور دکن کے بعد علمِ قراءت کا چوتھا مرکز خطۂ گجرات رہا ہے، جہاں بہت سے نامی گرامی قراء پیدا ہوئے۔ اُن میں سید برہان الدین قطبِ عالم، شیخ القراء قاضی علم الدین شاطبی، عزیز اللہ چشتی، صدر جہاں، عبداللطیف، قاری مخدوم کمال الدین قزوینی، شیخ رحمت اللہ چشتی وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

بنگال و بہار میں جن بزرگوں نے تجوید و قراءت کے فروغ میں حصّہ لیا ان میں جلال الدین تبریزی سہروردی اور حضرت جہاں گیر اشرف سمنانی کا نام سرِ فہرست ہے۔ حضرت سمنانی سبعہ کے قاری تھے۔ آپ نے ایک زمانے تک مسائلِ سلوک کے ساتھ تجوید و قراءت کا درس دیا۔

اترپردیش میں اس علم کی شمع قاری جمال خضر کاکوری اور قاضی تاج ناصحی جون پوری کی وجہ سے فروزاں رہی۔ قاری ناصحی کے بارے میں سید نور الدین نے اپنی تصنیف "تجلی نور" میں لکھا ہے۔

"درجمع علوم مہارت کامل داشتے، حافظِ قرآن وقاری خوش الحان بودند، کلام مجید راچناں لہجہ خوش وباآواز پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دردخواندے کہ سامعان متغیرالحال گشتندے دراوائل بہ درس وتدریس مشغول بودوبالا خرجذب وفراموشی‘‘

تمام علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، قرآن کے حافظ اور خوش الحان قاری تھے۔ قرآن مجید کو ایسے اچھے لہجے اور پُر درد آواز میں پڑھتے کہ سننے والے کا حال دگر گوں ہو جاتا۔ ابتدائی زمانہ میں درس و تدریس کا شغل رہا اور آخری زمانہ میں جذب و فراموشی طاری رہی۔‘‘

مغلیہ عہدِ حکومت میں اس علم نے اپنے قدم اور آگے بڑھائے، اس دور کے مشہور قاری مولانا شعیب دہلوی کے تذکرہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے لکھا ہے۔

’’درزمانے کہ او قرآن خواندے ہیچ کس را مجال عبور ازآں راہ نبودے اگرچہ بار گراں برسرداشتے شد استماع نمودے (اخبارالاخیار)‘‘

’’جب وہ قرآن پڑھتے تو کوئی شخص اس راہ سے گذرنے کی سکت نہیں رکھتا۔ سر پر بار گراں ہوتے ہوئے بھی کھڑا ہو کر سننے لگتا۔‘‘

ان کے علاوہ اس دور میں شیخ القراء شیخ محمد سندھی، قاری محمد ابراہیم، قاری عبدالملک، مقری امیر سیف الدین، مخدوم نظام الدین کاکوروی، ملا محمد اسماعیل، شیخ ابراہیم شطاری، شیخ کمال الدین کاکوروی، مخدوم شہاب الدین، مقری رضی الدین، قاری عبدالباری، عبدالخالق دہلوی، سید عنایت اللہ بالاپوری، قاری عبدالغفور (م ۱۱۲۰ھ)، ملا محمد عتیق بہاری، میر شجاع الدین، ابوبکر لاہوری، شیخ احمد میر سید جعفر اور میر سیف الدین کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ ان حضرات نے بے شمار قرا تیار کیے اور اس فن پر بہت سی کتابیں لکھ کر ایک لائبریری تیار کر دی۔

لیکن مغلیہ حکومت کے زوال کے ساتھ ہی اس علم پر زوال آیا اور لوگوں میں اس علم سے دلچسپی باقی نہیں رہی، اس وقت کے مشہور قاری مولانا کرامت علی صاحب نے اپنے ’’رسالہ معروف مخارج الحروف‘‘ میں ان حالات کا بڑے موثر انداز میں نقشہ کھینچا ہے، لکھتے ہیں:

’’سارے علوم سے افضل قرآن مجید کے حرفوں کی تجوید اور اس کے لفظوں کی تحسین

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

و تصحیح کا علم ہے جو قرآن مجید کے علموں میں سے اصل اور جز ہے۔۔۔۔ مگر اس وقت ہمارے ملک میں اس کا نور بجھ گیا اور اس کا نشان باقی نہیں، ایسے لوگ جو اس علم کی تلاش کریں اور اس کو درست کرنے میں لگے رہیں، گم ہو گئے۔ لوگ پڑھتے ہیں مگر سین و صاد میں فرق نہیں کرتے، اس کی تلاوت کرتے ہیں مگر زا اور ضاد کو جدا نہیں کرتے۔"

قاری کرامت علی نے اسی احساس کے پیش نظر اس علم کی ترویج اور اشاعت کو اپنا نصب العین بنایا، جس کی وجہ سے علم قرات کی تاریخ میں یہ دور کرامت الٰہی دور سے منسوب ہے۔ آپ نے پورے ملک علاقہ اودھ، بہار، اڑیسہ، بنگال اور آسام میں کام کیا، خوش الحان تھے، پُر سوز آواز میں پڑھتے تھے جس سے سننے والے پر خاص اثر ہوتا تھا۔ نورالدین زیدی نے اپنی کتاب "تجلی نور" میں لکھا ہے:

"از علمائے نامورآن دیار واز مشاہیرواعظ ہندوستاں ذات بابرکاتش سرمایئہ ناز جو نپور بود، قاری ہفت قرات بودے۔ کلام مجید بہ آواز خوش لحن وبہ لحن پردرد خواندے۔"

"علاقہ کے نامور علماء اور ہندوستان کے مشہور واعظوں میں تھے، ان کی بابرکت ذات اہل جونپور کے لیے سرمایہ ناز تھی، کلام مجید کو اچھی آواز اور پردرد لحن میں پڑھتے تھے۔"

مولانا کرامت علی صاحبؒ کے بعد جن بزرگوں نے اس علم کو زندہ کیا اس میں دو عبادالرحمٰن کے نام سر فہرست ہیں۔ ان میں سے پہلے شیخ القرا حافظ عبدالرحمٰن انصاری پانی پتی (م ۱۳۱۴ھ) ہیں۔ جنھوں نے دہلی، پانی پت، ٹونک، باندا اور گجرات میں اس علم کی اشاعت کی۔ آپ سے ہزاروں بندگان خدا نے کسب فیض کیا۔

دوسرے شیخ القرا عبدالرحمٰن مکی الٰہ آبادی ہیں جن کی بدولت اُتر پردیش، بہار، اڑیسہ، اور بنگال میں تجوید و قرات کا ذوق عام ہوا۔ فن تجوید میں آپ کی اُردو تالیف "فوائد مکیہ" کو بڑی شہرت ملی۔ آپ کے شاگردوں میں شیخ القرا حافظ ضیاالدین احمد صاحب ضیاالقرات قاری عبدالوحید خاں الٰہ آبادی، استاذ قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند، قاری عبدالخالق و عبدالمالک وغیرہ کے نام سر فہرست ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں حضرات (قاری عبدالرحمٰن پانی پتیؒ اور مکیؒ) کے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد نے علم قرأت کی اشاعت کی مگر اس کے باوجود اس کا اجتماعی فائدہ عرصہ تک سامنے نہیں آسکا، اس کی وجہ یہ تھی کہ مدارس عربیہ کے نصاب میں اس کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ خدا بھلا کرے حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کا کہ انھوں نے وقت کی اس ضرورت کو سمجھا اور مختلف تقریروں و تحریروں میں لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی۔ حضرت نے فرمایا:

"اکثر مدارس عربیہ میں تجوید کا علم و عمل داخل نصاب نہیں۔ اس کمی کا نتیجہ یہ ہے کہ اکثر طلباء بلکہ علماء بھی، افسوس ہے کہ قرآن مجید صحت سے نہیں پڑھ سکتے جس پر عوام تک ہنستے ہیں، کتنا بڑا ظلم ہے کہ امام عالم ہو اور اس کی نماز فقہ کی رو' سے درست نہ ہو، لہٰذا طلباء پر لازم کیا جائے کہ تجوید علماً عملاً حاصل کریں (معارف مئی ۱۹۴۸ء)

حضرت تھانویؒ کے توجہ دلانے سے اکثر مدارس کے ذمہ داروں نے اس طرف توجہ کی جہاں قرأت کی تعلیم نہیں ہوتی تھی وہاں قرأت کے شعبے کھولے گئے اور جہاں شعبہ چل رہا تھا اُسے اور موثر اور فعال بنایا گیا۔ اچھے اچھے اساتذہ رکھے گئے۔ مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد، مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ، دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، شاہی مرادآباد، رام پور، لکھنؤ، کانپور، مئو، بنارس، کلکتہ، گیا، مونگیر، چمپارن اور مظفر پور کے مدارس میں علم قرأت کی تعلیم و ترویج اور اشاعت کے اسباب تلاش کرنے کی کوشش کی جائے گی تو حضرت تھانویؒ کی تحریک اس کی آخری کڑی نظر آئے گی۔

یہ حضرت تھانویؒ ہی کی توجہ کا اثر تھا کہ دارالعلوم دیوبند نے فاضل کی سند کے لیے قرأت کے امتحان میں کامیابی کو شرط قرار دیا۔ مشرقی یوپی میں قاری ریاست صاحب کے جملہ شاگردوں نے عموماً اور قاری محمد مصطفےٰ صاحب مئوی اور قاری ظہیر الدین صاحب، صاحب احیاء المعانی نے خصوصاً اس علم کو پروان چڑھانے میں بڑی جدوجہد کی اور قصبہ قصبہ، گاؤں گاؤں تک اسے پہنچا دیا۔

آزادی کے بعد اس علم کے حاملین کو ایک وسیع اور آزاد میدانِ عمل ملا، چنانچہ وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پورے ہندوستان میں پھیل گئے، ان ہی حضرات کی سعی مسلسل کے نتیجے میں حیدر آباد، مراد آباد، مبارکپور، جونپور، رام پور، سہارنپور، بھاگلپور، مئو، بنارس، لکھنؤ، کانپور، امروہہ، سنبھل، دیوبند، امرتسر، بلند شہر، علیگڑھ، نگینہ، پٹنہ، گیا، سورت، اجین، اڑیسہ اور ڈابھیل وغیرہ اس علم کے بڑے مراکز بن کر سامنے آئے جن میں سابق الذکر دو عباد الرحمٰن کے تلامذہ نے بالواسطہ یا بلاواسطہ اس علم کے ارتقا کے لیے اپنی بساط کے مطابق کوشش کی اور کر رہے ہیں۔

ان مراکز میں مدرسہ فرقانیہ، عرفانیہ لکھنؤ، دارالعلوم مئو، دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، آج بھی اولوالعزمی اور ثابت قدمی سے کام کر رہے ہیں، دارالعلوم دیوبند میں قاری ریاست علی صاحب، خلاصۃ التجوید، اور قاری محمد مصطفیٰ صاحب مئوی کے شاگرد رشید قاری ابوالحسن اعظمی نے نہ صرف اس علم کی نشاۃِ ثانیہ کی، بلکہ اس موضوع پر پندرہ سے زائد کتابیں لکھکر ان حضرات کے لیے اس علم کا حصول آسان کر دیا ہے جو عربی زبان وادب کی ناواقفیت کی وجہ سے قرات سبعہ اور عشرہ کی تکمیل نہیں کر سکتے تھے۔

آخر میں، میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جس نے عصری علوم پر زور دیتے ہوئے بھی ہر دور میں قرات کی تعلیم کے اچھے اساتذہ کی خدمات حاصل کیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان میں علم قرات کی کوئی بھی تاریخ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک یہاں کے اساتذہ تجوید خاص کر استاذ القرا قاری ضیاالدین اور انکے صاحبزادے قاری حسام الدین کی خدمات کا تذکرہ نہ کیا جائے جنھوں نے بڑی مختصر مدت میں یونیورسٹی کے طلباء قرات کی تعلیم کا ایک خاص ذوق پیدا کر دیا، پھر قاری عبدالمالکؒ کے شاگردِ رشید قاری نیاز احمد صاحب نے ۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۵ء تک کے طویل عرصہ میں اس مشغل سے نہ صرف یونیورسٹی بلکہ دور دراز علاقوں کو بھی روشن کیا اور اب یہ خدمت قاری عتیق الرحمٰن اور سعید الاسلام صاحبان انجام دے رہے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن نمبر اہلِ علم کی نظر میں

اسلامیہ یونیورسٹی بھاولپور

(۲) "قرآن کریم کی تفسیر کے محرکات تین رہے ہیں،

۱۔ جذبہ قرآن فہمی کہ قرآن انسانی زندگی سے کن عقائد، اعمال، معاملات اور نظریات کا مطالبہ کرتا ہے۔

۲۔ جذبہ ہدایت طلبی، عصری تحقیقات وانکشافات، ہر دور کے تقاضے Time and space کے پس منظر میں نئے مسائل کا حل۔

۳۔ جذبہ استشہاد طلبی

ہر مکتب فکر چاہے وہ فقہی ہو، اخلاقی ہو یا اصولی تصوفانہ ہر گروہ اپنے رجحانات ومیلانات کے لئے قرآن سے ہی استناد کرتا ہے۔ اس کو وہ مدلول ومرجع قرار دیتا ہے"۔ (انکشاف تحقیق وتنقیدی جائزہ مقدمہ از ڈاکٹر فضل الرحمان علی گڑھ)

ماہنامہ الاشرف کے مدیر اعلیٰ محمد اسعد تھانوی صاحب اور محمد اسلم شیخوپوری صاحب دونوں "صاحبین" مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے درج بالا تین محرکات کو منظر عام پر لانے کی سعی جمیلہ فرمائی ہے۔ الاشرف کا قرآن نمبر جو مختلف حصوں پر مشتمل ہے دیکھ کر مجھے دلی مسرت ہوئی کہ اس مادی دور میں یہ حضرات بغیر کسی منفعت کے قرآن کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے جذبہ اور جدوجہد کو قبول فرمائے۔

والسلام

پروفیسر ڈاکٹر محمد شفیق خان (وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی بھاولپور)

(بقیہ صفحہ نمبر پر ملاحظہ فرمائیں)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندوستانی قراء اور علم قراءت

''آپ سے تراویح میں قرآن پاک سنا تو تحسین کرتے ہوئے یہ کلمات ارشاد فرمائے، کون کہہ سکتا ہے تم ہندی ہو تم تو فخر اہل مدینہ ہو، دقائق تجوید، شدومد اور خوش الحانی کا حق تم جس طرح ادا کرتے ہو کوئی مقابلہ میں نہیں آسکتا حق یہ ہے کہ تم اپنی مثال نہیں رکھتے۔''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قاری محمد صدیق فلاحی
دار العلوم فلاح دارین ترکیسر، گجرات

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان میں جن بندگانِ خدا نے علم قرأت کو رواج دیا ہے ہم نے ان محسنوں کے کام سے کماحقہ استفادہ نہ کیا جس کے نتیجہ میں یہ کہنا دشوار ہو گیا کہ ہندوستان میں سب سے پہلے علم قرأت کو بطور فن کس نے رواج دیا جیسا کہ قاری محی الاسلام پانی پتی اپنی ایک بیش قیمت تصنیف شرح سبعہ قرأت میں تحریر فرماتے ہیں کہ "ہر ملک میں علماء نے قراء کے حالات میں مستقل کتابیں لکھیں جس سے ہمیں وہاں کے قراء و قرأت مروجہ کا حال معلوم ہوتا ہے مگر ہندوستان نے قراء و قرّاء کے بارے میں کچھ نہیں لکھا، سلاطین و امراء کی تاریخیں لکھی گئیں۔ شاعروں، خطیبوں حتّٰی کہ گویّوں تک کے تذکرے تالیف ہوئے مگر خدّام کلام اللہ کا کسی نے نام بھی نہیں لیا۔

یہی وہ کلمات تھے جس نے مہمیز کا کام کیا اور مرحوم کرنل بسم اللہ بیگ حیدر آبادی کو ہندوستان کے طول و عرض کا سفر کرنے پر مجبور کیا جس نے "تذکرہ قاریانِ ہند" لکھی۔ کرنل بسم اللہ بیگ کی تحریر کے مطابق ہندوستان میں تجوید و قراۃ علماء و صوفیاء کرام کی بدولت پھیلی، نیز جن علماء و قرّاء نے اس فن کی اشاعت میں حصّہ لیا وہ بھی کسی نہ کسی سلسلۂ صوفیاء کرام سے منسلک تھے۔ لہٰذا آپ نے ان قراء کرام کے چار دہ ادوار کو سلسلۂ صوفیاء کی ترتیب سے ایک نقشہ کی شکل میں جلد اوّل صفحہ ۱۰۶ پر پیش فرمایا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں ۵۷۵ھ سے علم تجوید و قراۃ کی تعلیم و تعلّم کا سلسلہ باقاعدہ جاری ہوا۔ اس طور پر کہ سلسلہ چشتیہ کے بانی مبانی حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ۵۶۱ھ میں ہندوستان تشریف لائے اور تبلیغ وارشاد کے ساتھ ساتھ آپ نے اجمیر شریف میں ۵۸۶ھ کے بعد ایک اچھی درسگاہ قائم کی جس میں قراۃ قرآن، تفسیر و حدیث، فقہ کی تعلیم ہوتی تھی۔

آپ کے بعد خواجہ بختیار کاکی، شیخ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ علیہما جو کہ نہ صرف قاری بلکہ مقری بھی تھے۔ اپنے اپنے مریدین کو حفظ کے ساتھ ساتھ تجوید سیکھنے کی بھی تاکید فرماتے۔ پھر سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ جنھوں نے بذاتِ خود شادی مقری، شہاب الدین دہلوی، خواجہ فرید الدین رحمۃ اللہ سے تجوید و قراءۃ کی تعلیم حاصل کی۔ نیز اس سے دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ جہاں کہیں اچھے قاری کی تعریف سنتے خود

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تشریف لے جاتے اور ان سے قرآن سنتے۔ چنانچہ اُن کے خلفاء و مریدین میں قراء کی تعداد بکثرت ہے۔ تجوید قراءۃ کا مذکورہ سلسلہ ۹۰۰ھ تک جاری رہا۔

اسی طرح سلسلہ سہروردیہ کے شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ جو اپنے وطن ملتان سے ۵۹۰ھ میں بارہ سال کی عمر میں حصولِ تعلیم کی غرض سے خراسان تشریف لے گئے وہاں دیگر علوم وفنون کے ساتھ قرات متواترہ بھی حاصل کی۔ پھر خوارزم، بلخ، بغداد، مدینہ منورہ وغیرہ گئے۔ ۶۱۴ھ میں ملتان تشریف لائے اور ایک عظیم الشان مدرسہ قائم فرمایا جس میں علوم منقول و معقول کی تعلیم ہوتی تھی۔ بڑے بڑے لائق و فاضل اساتذہ اس میں قرأۃ و حفظ قرآن نیز تفسیر و حدیث، ادب وانشاء، فلسفہ، منطق وغیرہ علوم کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ کے بعد آپ کے بیٹوں اور پوتوں نے اس سلسلہ کو آگے بڑھایا حتی کہ یہ سلسلہ ۷۳۵ھ تک جاری رہا۔

اِدھر بنگال، بہار کے علاقوں میں (شیخ جلال الدین تبریزی سہروردیؒ اور ان کے بعد حضرت جہاں گیر اشرف سمنانیؒ نے تجوید و قرآن کی خدمت انجام دی۔ ان دونوں بزرگوں کے بعد مخدوم جہاں بہاریؒ سے بھی اس فن کی اشاعت ہوئی، لیکن ان علاقوں میں تجوید و قرآن کی خدمت کے لیے حسین شمس بلخی کا نام آتا ہے جن کو والد کے انتقال کے بعد چچا مظفر شمس نے گود لے لیا تھا۔ آپ کی تحصیلِ علم قراۃ کا واقعہ یوں پیش آیا کہ چچا کے ساتھ سفرِ حج پر روانہ ہوئے اور حرمِ مکہ میں چار سال قیام فرمایا۔ اس قیام کے بعد چچا بھتیجا دونوں ہی نے شیخ شمس الدین خوازمیؒ سے حرمِ کعبہ میں تجوید و قراۃ و قصیدۂ شاطبیہ کی تکمیل کی۔

واپسی میں قیام عدن کے دوران چچا مظفر شمس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد حسین شمس بلخی بہار واپس آئے اور یہاں علم و تجوید و قراۃ وسبعہ کا درس دیتے رہے۔ ۸۴۴ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔

ان کے فرزند میاں حسن جنھوں نے اپنے والد ہی سے علم قراۃ حاصل کیا تھا اس خدمت میں مصروف رہے۔ آپ نے ۸۵۵ھ میں وفات پائی۔ ان کے فرزند مخدوم شاہ احمد تھے جن کو تعلیم دادا ہی نے دی تھی تجوید و قراۃ کے اچھے عالم تھے۔ والد کے بعد درس و تدریس کا کام جاری رکھا۔ ان کی وفات ۹۰۱ھ میں ہوئی، اس خاندان نے چار پشت تک

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تجوید و قراۃ کی خدمت انجام دی۔

ان کے علاوہ سیّد برہان الدین قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس فن کی زبردست خدمت انجام دی۔ آپ مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں جو خود تجوید و قراۃ میں مہارت رکھتے تھے۔ آپ کو علاقۂ گجرات میں اس فن شریف کی اشاعت کے لیے اللہ رب العزت نے منتخب فرمایا آپ کے اجداد ملتان سے دہلی تشریف لائے۔ والد کے انتقال کے بعد آپ کی والدہ آپ کو لے کر ۸۰۲ھ میں پٹن آگئیں۔ آپ نے یہاں شیخ رکن الدین سے تعلیم پائی۔ آپ پٹن گجرات میں تھے کہ سلطان گجرات مظفر شاہ اول نے (جو کہ مخدوم جہاں جہاں گشت کا مرید تھا) جب آپ کے متعلق سنا تو آپ کو احمد آباد لے گیا۔ آپ بھی قاری ہفت قراۃ تھے۔ آپ نے اپنی مسجد میں درس کا سلسلہ جاری فرمایا۔ آپ کے فرزندوں میں قاری جیو اور شاہ عالم اور خلفاء میں مقری عبداللطیف نے قرأتِ سبعہ کی تکمیل فرمائی آپ کی تعلیم سے احمد آباد میں تجوید و قرأت کا اچھا ماحول بنتا گیا۔ خصوصاً آپ کے فرزند شاہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں اس فن کی بہت زیادہ اشاعت ہوئی۔ بالخصوص سلطان محمود بیگڑہ کے زمانہ میں جس کو قرآن مجید سے خاصا شغف تھا جہاں اور علوم و فنون کی ترقی ہوئی وہیں علم تجوید و قراۃ کو بھی خاص فروغ حاصل ہوا۔

حضرت شاہ عالمؒ کے خاندان میں بارہ پشت تک یہ سلسلہ تجوید و قراۃ برابر جاری رہا۔ خود حضرت شاہ عالمؒ کے زمانے میں تجوید و قراۃ کے دو مدرسے خاص اہتمام سے چلتے تھے ایک کو قطب عالمؒ کے خلیفہ عبداللطیف چلاتے جو خود قاری ہفت قرأت تھے۔ دوسرے کو شاہ عالم کے خلیفہ سیّد مختاری، حضرت شاہ عالمؒ کی اولاد میں اکثر قاری ہفت قرأت ہوئے ہیں۔ یہ سلسلہ ۸۰۰ھ سے ۱۱۵۰ھ تک جاری رہا۔

اسی طرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جنھوں نے تجوید و قراۃ کی سند شیخ عبدالوہاب متقی سے لی انھوں نے فن کی بڑی خدمت فرمائی۔ حتیٰ کہ آپ نے اس فن میں دو کتابیں (۱) درۃ الفرید فی قواعد التجوید (۲) شرح قصیدۂ جزریہ تصنیف فرمائیں۔

دوسرا زبردست سلسلہ امیر سیف الدین کا کورویؒ کا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شیخ عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ تک بارہ پشت میں سب قاری ہفت قرأت ہوئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور ادھر حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے حضرت نظام الدین ابن امیر سیف الدین تک پارہ پشت میں سب ہی قاری ہفت قراءت ہوئے، یہ قراۃ کا ایسا سلسلہ ہے جس میں چھتیس پشت تک مسلسل قاری ہفت قرات ہوتے چلے گئے یہ ہندوستان میں قراۃ کے تسلسل کا عجیب وغریب نمونہ ہے جس پر ہندوستان بجا طور پر سے ناز کر سکتا ہے۔

امیر سیف الدین کا حلقہ درس اس قدر وسیع تھا کہ دور دراز سے لوگ تحصیل علوم دینیہ اور تحقیق فن قرأۃ کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ آپ نے ۹۶۹ھ میں کاکوری میں وفات پائی۔ شاہ جہاں نے ایسے ہی بزرگوں کو دیکھ کر فخر سے کہا تھا کہ پورب کے قریے علم وفضل کے اعتبار سے بغداد و شیراز پر سبقت لے گئے۔

اس سلسلے کے ایک قاری امیر سیف الدین کے صاحبزادے قاری مخدوم نظام الدین ہیں جن کا یہ عالم تھا کہ جب بغداد سے آئے ہوئے وفد کے سرخیل قاری محمد شریف مدنی نے آپ سے تراویح میں قرآن پاک سنا تو تحسین کرتے ہوئے یہ کلمات ارشاد فرمائے کون کہہ سکتا ہے تم ہندی ہو تم تو فخر اہل مدینہ ہو، دقائق تجوید شد و مد اور خوش الحانی کا حق تم جس طرح ادا کرتے ہو کوئی مقابلہ میں نہیں آسکتا حق یہ ہے کہ تم اپنا مثل نہیں رکھتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قواعد تجوید اس درجہ مدون ہیں کہ جوان پر حاوی ہو جاتا ہے خواہ کہیں کا باشندہ ہو تجوید کا حق ادا کر سکتا ہے۔ یہ سلسلہ ۱۲۹۶ھ تک جاری رہا۔

خاندان عیدروسی کا مولد حضر موت ہے جو عرب کے مشرقی ساحل پر واقع ہے۔ یہ خاندان علم وفضل میں بہت ممتاز اور تجوید و قراءۃ میں ماہر تھا اس خاندان کے کئی بزرگ براہِ راست سورت و بھروچ ہندوستان کے مغربی ساحل پر آئے۔ ان بزرگوں نے گجرات، احمد آباد، سورت، دکن، احمد نگر، گول کنڈہ و بیجاپور مین تجوید و قراۃ، علم تصوف کی اشاعت کی ان میں قابلِ ذکر نام یہ ہیں:

شیخ عبداللہ عیدروسی کا وصال ۹۹۰ھ میں احمد آباد میں ہوا۔ اس سلسلہ کے ایک قاری شیخ محمد عرب ہیں آپ تجوید و قراۃ کے ایسے ماہر تھے کہ لوگ دور دراز سے آپ کی قرات سننے آتے تھے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ عالم گیرؒ نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی تو قراۃ سے اس قدر متاثر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوئے کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش آیا تو حافظ صاحب سے شکایت کی کہ مولانا ایسا نہ پڑھیے کہ نماز میں خلل واقع ہو۔ یہ سلسلہ ۱۰۹۵ھ تک رہا۔

اسی طرح سلسلہ مجددیہ کے بانی شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی بہلول بدخشانی سے علم تجوید و قراۃ حاصل کی۔ آپ کے سبھی صاحبزادے نیز خلفاء ماہر قرات تھے جن میں سے بعض راوی ہفت قرات بھی ہوئے ہیں۔ یہ سلسلہ ۱۰۰۰ھ سے ۱۲۰۰ھ تک جاری رہا۔

شاہ جہاں کے عہد حکومت میں ایک جیّد قاری صاحب عبدالخالق قاری ہفت قرات جو جامعہ ازہر کے فارغ التحصیل اور شمس الدین محمد بن اسمٰعیل المقری کے شاگرد تھے۔ ۱۰۵۰ھ میں دہلی آئے شاہ جہاں نے ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ بادشاہ کی سرپرستی میں دہلی قرات کا مرکز بن گیا۔ متعدد علماء و فضلاً نے شیخ القراء سے تجوید کا درس حاصل کیا۔ پرانے قراء نے تجدید سلسلہ کے لیے آپ کی شاگردی اختیار کی عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک آپ دہلی ہی میں مقیم رہے۔ یہ سلسلہ دہلی اور پانی پت میں تقریباً دو سو سال تک جاری رہا۔ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں مسجدوں، خانقاہوں، مدرسوں اور مکانوں سے صبح کے وقت روزانہ تلاوت ہی کی آوازیں بلند ہوتی تھیں۔ جدھر جایئے خوش الحانی کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ اس سلسلہ کے ممتاز قراء حافظ عبدالغفور دہلوی، حافظ عبدالرسول دہلوی، ان کے بعد آنے والے حافظ محمد غلام گجراتی ثم الدہلوی وغیرہم حضرات جن میں سے حافظ عبدالرسول سے حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے قرات سبعہ سیکھی، یہ سلسلہ ۱۰۵۰ھ تک جاری رہا۔

علماء سندھ میں سے ایک خاندان جو خانوادۂ شطاریہ سے تعلق رکھتا تھا اور جس نے وسطِ ہند میں تجوید و قراءۃ کی بڑی خدمت انجام دی وہ سندھ سے برہان پور منتقل ہوا تھا۔ منجملہ ان کے حافظ قاری مُلا محمد اسماعیل ایلچ پوری ہیں۔ یہ بڑے جیّد قاری اور بے مثل حافظ تھے۔ صاحب تذکرہ اولیاءِ سندھ آپ کی تعریف لکھتے ہیں: "تعلیم قرآن پاک کا فیض پھیلانے میں اس عہد میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ نے مدرسہ شاہی کی خدمت ۹۶۰ھ سے ۹۸۱ھ تک کی۔"

اسی طرح شیخ القراء شیخ ابراہیم مرغ لاہوتی آبائی وطن سندھ ہے)، شیخ لشکر محمد عارف باللہ کے ممتاز خلیفہ تھے۔ تجوید پر حیرت انگیز عبور حاصل تھا۔ دل گداز آواز سے قران مجید پڑھتے جس سے سننے والوں کو عجیب لذت و کیفیت حاصل ہوتی تھی۔ اہلِ طلب کو تجوید

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سکھایا کرتے ۹۹۰ھ میں انتقال ہوا۔ اسی طرح قاری شاہ شکر محمد ۹۲۳ھ میں پیدا ہوئے۔ مرشد ہونے کے باوجود آپ نے تجوید و قراءۃ کی تکمیل اپنے مرید شیخ ابراہیم سے کی وفات ۹۹۳ھ میں ہوئی۔

آپ کی صاحبزادی بی راستی بی قاریہ وعالمہ وفاضلہ تھیں، حدیث کا درس دیا کرتیں کثرت سے لوگ سننے آتے تھے۔ یہ سلسلہ ۱۰۹۵ھ تک جاری رہا۔

اسی طرح شیخ القراء عیسیٰ عبداللہ ایلچ پور میں ۹۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ قاری محمد اسماعیل سے نو سال کی عمر میں تجوید کے ساتھ حفظ کی تکمیل کر لی۔ شیخ قاری محمد عثمان سے علوم عقلیہ ونقلیہ و قرائت سبعہ کی تکمیل کی، نیز شیخ ابراہیم سے تجوید و قراءۃ کی سندلی۔ ستر سال کی عمر میں ۱۰۳۱ھ کو برہان پور مین انتقال ہوا۔ یہ سلسلہ ۱۰۹۵ھ تک جاری رہا۔

ایک اور سلسلہ جس نے پشتہاپشت تک تجوید و قراءات اور طریقہ نقشبندیہ کی خدمت کی جس کے مورث اعلیٰ سید شاہ عنایت اللہ ہیں۔ آپ نے بالاپور، برہان پور، اورنگ آباد میں اس فن کی قابل قدر خدمات انجام دیں۔ اس سلسلہ کے قابل ذکر قاری حافظ نور الہدیٰ صاحب ہیں۔ آپ نے بہت سے قراء تیار کیے۔ ان کی تلامذہ میں سترہ بلند پایہ قاری ہوئے ہیں۔ یہ سلسلہ ۱۱۶۰ھ سے ۱۳۰۰ھ تک جاری رہا۔

۱۰۸۰ھ کی ایک بڑی شخصیت امام المدرسین حافظ محمد حسین صاحب ہیں۔ بچپن ہی میں حفظ و قراءۃ کی تکمیل کر لی۔ اس خاندان کی پندرہ پشتوں نے علمی خدمت انجام دی۔ موصوف نے رسم الخط مین فارسی میں ایک رسالہ لکھا جو کتب خانہ سعیدیہ حیدر آباد میں موجود ہے۔ آپ کے شاگردوں میں ایک جید قاری رکن الدین قربلی تھے جنھوں نے ایک عظیم الشان مدرسہ صرف تجوید و قرات کی اشاعت کے لیے قائم کیا۔

آپ کے فرزند نظام الدین اور پوتے ناصر الدین کا بھی شمار اچھے قراء میں ہوتا ہے۔ مولانا ناصر الدین کے فرزند محمد غوث تھے آپ کے حافظے کی قدرت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ بچپن میں ان کو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے خواب میں پانی کا پیالہ عطا کیا تھا اس وقت سے حافظہ تیز ہو گیا۔ جب آپ نے پہلی مرتبہ علامہ بحر العلوم فرنگی محلی سے پڑھنے کی خواہش ظاہر کی تو حضرت نے انکار فرمایا کہ مجھے بالکل فرصت نہیں۔ اصرار کرنے پر فرمایا کہ جب

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں بادشاہ کے بچوں کو پڑھانے کے لیے میانے میں بیٹھ کر جاتا ہوں اس وقت میرے ساتھ دوڑتے ہوئے چلو تو کچھ بتلادونگا۔ آپ نے قبول کر لیا، چند روز اسی طرح پیدل جا کر پڑھتے رہے۔ جب علامہ کو آپ کے واقعی شوق کا اندازہ ہو گیا تو پھر ساتھ بٹھالیا۔ آپ نے اٹھائیس کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سب سے زیادہ گراں قدر "نثر المرجان فی رسم نظم القرآن" ہے۔ یہ بے مثال وضخیم کتاب سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ ہر جلد ۵۰۰ ۷۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ عشرہ کے اختلافات، ان کی صرفی نحوی ترکیب اور وجوہات رسم پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ یہ کتاب ایک صدی تک غیر مطبوعہ ہی رہی۔ مولوی انوار اللہ صاحب صدر الصدور حیدر آباد دکن نے حکومت کو توجہ دلا کر ۱۳۳۲ھ میں اشاعت العلوم سے طباعت شروع کرائی۔ ۱۳۴۱ھ میں مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی کے زمانہ میں اس کی طباعت ختم ہوئی۔ یہ کتاب ہندوستان کا قابلِ فخر سرمایہ ہے اس لیے کہ اب تک علم رسم الخط پر اس پایہ کی کتاب عرب و عجم میں نہیں لکھی گئی۔ اس وقت بھی عالم اسلام خصوصاً اہلِ عرب کے یہاں جس قدر اعتماد اس کتاب پر ہے کسی اور پر نہیں عرب ممالک میں اس کی بڑی مانگ ہے مگر یہ کتاب اب بالکل نایاب ہے۔

جلد اوّل سے خود احقر کو بھی استفادہ کا موقع ملا اور مکمل ساتوں جلدوں کی زیارت کا شرف جناب قاری کلیم اللہ صاحب حیدر آباد دکن کے کتب خانہ کلیمیہ میں حاصل ہوا۔

۱۱۵۰ھ سے ۱۲۵۰ھ کے دور دہلی میں بڑے بڑے قراء پیدا ہوئے) منجملہ ان کے شاہ ولی اللہؒ کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ جنھوں نے سید راوی ہفت قرات سے تکمیلِ قرات فرمائی۔ الفوز الکبیر کی تمہید میں حضرت شاہ صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ آپ نے قرات روایۃً ودرایۃً حاصل کیں۔ آپ نے ایک قرآن مجید پر سبعہ کا حاشیہ بھی تحریر فرمایا۔ شاہ صاحبؒ کے سب ہی فرزند قاری ہفت قرات ہوئے۔

دکن میں تجوید و قراۃ کا ایک سلسلہ جو ۱۲۰۰ھ سے ۱۳۰۰ھ تک رہا، اس میں بھی اچھے قراء پیدا ہوئے۔ بطورِ خاص قابلِ ذکر شاہ شجاع الدین نے جامع قدیم حیدر آباد میں درس کا سلسلہ شروع کیا اور وہاں حفظ کا پہلا مدرسہ آپ ہی نے جاری کیا جس میں حفظ، تجوید و قراۃ اور فقہ کی تعلیم ہوتی تھی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آج سے تقریباً دو صدی قبل مولانا کرامت علی ۱۲۵۰ھ میں جون پور میں پیدا ہوئے۔ آپ نے علم تجوید قراءۃ شیخ احمد بن دنیل و دیگر قراء سے حاصل کیا۔ منشی امام بخش نے حضرت کے ایماء سے ایک ویران شدہ مسجد میں مدرسہ حنفیہ قائم کیا جس میں تجوید و قراءۃ تفسیر و حدیث کا درس ہوتا تھا جس کے مدرس اول مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی تھے۔

آپ کے بعد کا دور دو عباد الرحمن کی مساعی جمیلہ کا مرہونِ منت ہے۔ ان میں سے پہلے شیخ القراء قاری عبدالرحمن انصاری محدث پانی پتی علیہ الرحمہ ہیں، جنھوں نے دہلی، پانی پت، ٹونک، باندہ اور گجرات میں فیضان پہنچایا۔

دوسرے شیخ القراء قاری عبدالرحمن مکی الہٰ آبادی ہیں جن کا اثر اتر پردیش، بہار، گجرات ہی میں نہیں بلکہ پورے ہندوستان میں ہے۔

قاری عبدالرحمن پانی پتیؒ نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے قرأتِ سبعہ کی تعلیم پائی۔ اسی طرح شاہ امام الدینؒ سے بھی باقاعدہ قرأتِ سبعہ جمع الجمع میں پڑھا۔ پھر شاطبیہ و دیگر کتب قرأت پڑھیں۔ آپ کے زمانہ میں اس فن سے بڑی غفلت تھی آپ نے اس کی اشاعت و ترویج کے لیے بڑی جدوجہد کی اور قرأتِ سبعہ کے اچھے شاگرد تیار کیے۔ پانی پت نے اس فن میں جو مرکزیت حاصل کی وہ آپ ہی کا مرہونِ منت ہے۔ اس وقت ہندوستان میں جو دو سلسلے جاری ہیں ان میں سے ایک پانی پتی سلسلہ ہے۔

دوسرا سلسلہ استاد الاساتذہ حضرت قاری عبدالرحمن مکی علیہ الرحمہ کا ہے آپ نے اور آپ کے بڑے بھائی قاری عبداللہ صاحب نے شیخ ابراہیم سعد مصری سے سبعہ کی تکمیل فرمائی پھر مولانا رحمت اللہ بانی مدرسہ کے ایماء پر ہندوستان پر تشریف لائے اور گولڑہ پنجاب میں قاری محمد غازی سے عشرہ کی تکمیل فرمائی۔ پھر کانپور، الہ آباد اور اخیر میں مولانا عین القضاۃ رحمۃ اللہ کی دعوت پر مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں تادمِ حیات اس فن کی خدمت انجام دی۔ آپ نے فوائد مکیہ اور افضل الدرر شرح عقیلہ تصنیف فرمائیں۔ آسمان تجوید و قرأۃ کے آفتاب سے ہزاروں چاند تارے جگمگائے اور اپنے اطراف و جوانب کو علم تجوید و قراءۃ سے منور کیا۔ منجملہ ان کے چند اسمائے گرامی ہیں: شیخ القراء قاری ضیاءالدین صاحب خلاصۃ البیان، آپ نے حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سبعہ عشرہ کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تکمیل فرمائی۔ پھر امروہہ، سہارنپور، لکھنؤ، جونپور، الہ آباد، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ایک عرصہ تک علم تجوید و قراۃ کی خدمت انجام دی اور ضیاء القرات و خلاصۃ البیان جیسے محقق رسالے تحریر فرمائے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ علم قرات کی تحصیل مکہ معظمہ میں قاری عبداللہ مکی رحمۃ اللہ سے کی۔ آپ کی قرات کا یہ حال تھا کہ جب آپ مدرسہ کی بالائی منزل پر قرات کی مشق کرتے تو راہ گیر آواز کی کشش پر رُک جاتے اور تمیز نہ کر سکتے کہ استاد پڑھا رہا ہے یا شاگرد۔ آپ نے جمال القرآن، وجوہ المثانی، تنشیط الطبع، تسہیل القرآن، اثبات وقف لازم وغیرہ تصنیف فرمائیں۔

قاری ضیاء الدین کے تلامذہ میں سے زیادہ مشہور قاری سلیمان صاحب ہیں۔ جنھوں نے سبع عشرہ کی تکمیل کے بعد طویل عرصہ تک مظاہر علوم سہارنپور میں تدریسی خدمات انجام دینے کے علاوہ خلاصۃ البیان پر ایک حاشیہ اور جواہر ضیائیہ شرح اُردو متن تحریر فرمائیں جو غیر مطبوع ہیں، نیز ضیاء التجوید و فوائد مرضیہ شرح مقدمۃ الجزریہ بھی لکھی جو طبع ہو چکی ہے۔

ایک دوسرے مایۂ ناز شاگرد و فرزند ارجمند رئیس القراء جناب قاری محب الدین احمد صاحبؒ ہیں۔ آپ نے استاد القراءؒ قاری عبدالرحمٰن مکی سے تجوید و قرات سبعہ عشرہ کی تکمیل فرمائی۔ پھر ان کے حکم وارشاد پر اپنے والد سے سند حاصل کی۔ ابتداء الہ آباد پھر لکھنو مدرسہ تجوید الفرقان میں تادم حیات اس فن شریف کے بے مثال خدمت انجام دی اور نیز آپ کے قلم سے تنویر المبرات شرح ضیاء القرات معارف ثلثہ، جامع الوقف ضیاء الارشاد، کاشف الابہام، حواشی مرضیہ وغیرہ بیش بہا کتب حواشی معرض تحریر میں آئیں۔

آپ کے بعد آپ کے صحیح جانشین حضرت الاستاد جناب قاری انیس صاحب دامت برکاتہم ہیں۔ آپ نے سبعہ عشرہ کی تکمیل فرما کر مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں ایک مدت تک اس فن کی خدمت فرمائی، پھر رئیس الجامعہ حضرت مولانا عبداللہ صاحب بابوردروی دامت فیوضہم کی گذارش پر دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر گجرات جو کہ احقر کی مادرِ علمی ہے تشریف لا کر سبعہ عشرہ کی تعلیم کا سلسلہ جاری فرمایا اور اس میں گراں قدر تصنیف فرمائیں۔

جناب قاری عبدالمالک علی گڑھی علیہ الرحمہ۔ آپ نے الہ آباد جا کر قاری عبدالرحمٰن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مکّی سے عشرہ کی تکمیل کی۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں عرصہ تک درس دیا۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف لے گئے۔ آپ نہایت خوش الحان اور بے شمار لحجوں کے ماہر اور جامع تھے۔ حسینی، مصری، عشاقی، ماہیہ وغیرہ لحجوں کے ماہر تھے۔ خصوصیت کے ساتھ ماہیہ لحجہ پڑھتے تھے۔ آپ نے فوائد مکیہ پر ایک نہایت عمدہ حاشیہ "تعلیقات مالکیہ" کے نام سے رقم فرمایا، آپ کے مشہور ترین شاگردوں میں قاری محمد سابق قاری عشرہ کا نام لیا جاتا ہے جنھوں نے مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ نیز قاری احمد تھانوی مدظلہ العالی ہیں جو اس وقت پاکستان میں اس فن کی بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

اسی طرح قاری نیاز محمد صاحب سابق مدرس مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ہیں۔

قاری حفظ الرحمٰن رحمتہ اللہ نے قاری عبدالمالک سے روایت تکمیل کے بعد شیخ القراء قاری عبدالرحمٰن مکّی سے سبعہ عشرہ کی تکمیل کی اور دارالعلوم دیوبند میں شیخ التجوید کے منصب پر رہتے ہوئے برسہابرس اس فن کی قابلِ قدر خدمت انجام دی۔

قاری مرزا کرنل بسم اللہ بیگ علیہ الرحمہ۔ آپ نے تجوید و قراءۃ شیخ سالم سے پڑھی، نیز آپ کے اساتذہ میں قاری میر روشن علی بھی ہیں جنھوں نے آپ کو عماد القراء کا خطاب عطا فرمایا، آپ ہی نے بارہ سال تک ہندوستان کے طول وعرض کا سفر فرما کر "تذکرۃ قاریانِ ہند" کے نام سے ایک عمدہ ترین کتاب تصنیف فرمائی جو قرأ کے حالات جمع کرنے میں آپ کی اوّلین کوشش ہے۔

اب تک جن قراءِ کرام کا تذکرہ بہت ہی اختصار کے ساتھ کیا گیا۔ دو کے علاوہ سب ہی اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ مرحومین کو امت کی جانب سے اپنی شایانِ شان بدلہ عطا فرمائے اور جو موجود ہیں، جن کا تذکرہ ہوا اور ان کے ماسوا سب ہی وہ حضرات جو اس فن شریف کی کسی طرح خدمت انجام دے رہے ہیں ان کی عمروں میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے)

ہندوستان کے قراءِ کرام کی جانب سے اس فن پر لکھی جانیوالی کتب کا تذکرہ کچھ تو آچکا، یہاں مستقل طور پر دیگر چند اہم تصانیف کا تذکرہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۔ القلائد الجوہریہ ۔از مفتی سعید احمد صاحب اجراڑوی۔

۲۔ شرح طیبۃ النشر ۔المعانی الحلیلہ شرح عقلیہ ۔ قاری عبداللہ مراد آبادی

۳۔ ہدیۃ الوحید ۔ قاری عبدالوحید صاحب الہٰ آبادی

۴۔ تیسیر الطبع فی اجزا السبعہ ۔ قاری محمد حسین صاحب مالیگاوں۔

۵۔ ردالطغیان فی اوقاف القرآن ۔حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

۶۔ تحفہ نذریہ ۔فیوض رحمانی ۔ قاری محی الاسلام پانی پتی

۷۔ شرح سبعہ قرات ۔قاری محی الاسلام پانی پتی۔ اندازہ یہ ہے کہ اہل فن کی خدمات کا صدی وار تذکرہ اوّلاً ہندوستان میں آپ ہی نے فرمایا ہے۔

نیز حکیم عبدالحئی نے الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند میں جن کتب کا تذکرہ فرمایا ہے وہ یہ ہیں:

شرح الشاطبیہ، ستر اجزا میں شیخ محمد کاکوری کی ہے۔ مقصود القاری از شیخ قمر الدین، حلیۃ القاری از سیّد احمد الحسینی، نہایات البیان (فارسی میں) از سید محمد دہلوی، تحفۃ الطلاب از قاری ۔سلیمان بن اسماعیل دہلوی، مرزالاصول والفروع از قاری محمد جلال آبادی، رموز القرآن از مولوی حسن علی شاہ جہاں پوری، فوائد القراءۃ از شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ۔

دورِ حاضر میں علم تجوید قراءۃ پر ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں متعدد مقامات پر اچھی توجہ دی جارہی ہے۔ حتیٰ کہ بعض مدارس عربیہ میں سبعہ عشرہ کی تکمیل بھی ہورہی ہے۔ جن کے اسماء اپنی معلومات کے مطابق یہ ہیں:

دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، (تجوید القرآن) دہلی، (مدرسہ عالیہ فرقانیہ) لکھنؤ، مراد آباد، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، حیدر آباد، بنگلور، مدراس، اورنگ آباد، نیز گجرات وغیرہ مقامات میں مدارس عربیہ میں سبعہ عشرہ کی تعلیم کا اچھا انتظام ہے۔ اللہ تعالیٰ اس فن کی خدمت کرنے والوں کی خدمت کو شرفِ قبول بخشے اور اُن کے فیض کو عام و تام فرمائے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عہدِ سلطنت میں علمِ قراءت

''مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ عہد وسطی کے ہندوستان میں علم قراءت وفنِ تجوید میں خاطر خواہ دلچسپی لی گئی اور اس فن میں مہارت رکھنے والوں کی اس وقت کمی نہ تھی بلکہ ایسے ایسے ماہرین فن موجود تھے جنھیں قراءت کے مختلف طریقوں کے مطابق قرآن حفظ تھا''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ڈاکٹر محمد ظفر الاسلام

شعبہ علوم اسلامیہ اے ایم یو، علی گڑھ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

عہد وسطیٰ کا ہندوستان یا مسلم حکومت کا زمانہ سیاسی حیثیت سے اہمیت رکھنے کے علاوہ مختلف علوم وفنون کی ترقی کے لیے معروف ہے۔ علم دوستی و معارف پروری کی جو روشن روایت مسلم حکمرانوں نے تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں قائم کی تھی اسے عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں مسلم سلاطین وملوک نے نہ صرف باقی رکھا بلکہ اسے اس قدر ترقی دیا کہ اس وقت کا ہندوستان بالخصوص دارالسلطنت دہلی پوری اسلامی دنیا کے اہل علم وفن کے لیے مرجع وماویٰ بن گیا اور مختلف علوم وفنون کی ترویج واشاعت کا مرکز قرار پایا۔ معاصر مورخین واضح الفاظ میں اس کی شہادت پیش کرتے ہیں۔(۱) ان علوم وفنون میں یقینی طور پر قرآنی علوم بھی شامل تھے۔(۲) یہ امر محتاج بیان نہیں کہ علوم قرآنیہ میں علم قراءت کو ایک کلیدی واساسی حیثیت حاصل ہے اور عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں اس علم کی ترویج وترقی میں مختلف نوع کی قابل ذکر خدمات انجام دی گئیں جیسا کہ ذیل کی تفصیلات سے واضح ہوگا۔

ناظرہ قرآن اسلامی نظام کا لازمی جز ہے اور اس کا اہتمام ہر دور میں کیا جاتا رہا ہے۔ اس ضمن میں ہندوستان میں مسلم حکومت کا زمانہ کوئی استثنائی حیثیت نہیں رکھتا، لیکن یہ وضاحت اہمیت سے خالی نہیں کہ اس وقت صحت مخارج کے ساتھ قرآن پڑھانے پر خاص زور دیا جاتا تھا۔ اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ مکاتب ومدارس اور انفرادی مراکز میں قرآن پڑھانے کے لیے جو اساتذہ مامور ہوتے تھے وہ قراءت یا فن تجوید کے ماہر ہوتے تھے اور ان کے لیے ”مقری“ کی خاص اصطلاح رائج تھی۔(۳) اسی کے ساتھ ساتھ اس دور میں اچھا قرآن پڑھنے والے کے لیے ایک دوسری اصطلاح ”قرآن خواں“ بھی مستعمل تھی۔ اس زمانہ میں علم قراۃ میں عمومی دلچسپی کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اچھی آواز سے قرآن پڑھنے میں مہارت کی وجہ سے بعض سلاطین وامراء بھی ”قرآن خواں“ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ معاصر تاریخوں میں یہی لقب سلطان قطب الدین ایبک (۱۳۵۱ـ۱۳۸۸ء) کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔(۴) مزید براں عہد فیروز شاہی (۱۳۵۱ـ۱۳۸۸ء) کے ایک ممتاز امیر اور اہم عہدہ دار (سامانہ وبدایوں) کے گورنر ملک قبول بھی اس لقب سے ملقب کیے گئے ہیں۔(۵) اسی نسبت سے ان کی ایما سے ترتیب دیا گیا فتاویٰ کا مجموعہ ”فتاویٰ قرآن خوانی“

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کے نام سے معروف ہوا۔(۶) اگر چہ بعض ذخائر کتب کے فہرست نگار اور جدید اسکالرس اسے "فتاویٰ قراخانی" کے نام سے ذکر کرتے ہیں۔(۷) اچھی آواز یا حسن قراءت کے ساتھ قرآن پڑھنے والے کے لیے مقری و قرآن خواں کے علاوہ ایک تیسر الفظ "خوش خواں" بھی مستعمل تھا جیسا کہ امیر حسن سجزی نے شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے ایک عزیز اور ماہر قراءت مولانا قاسمؒ کے لیے استعمال کیا ہے۔(۸)

معاصر تاریخی کتب اور تذکروں میں "مقری" کے حوالے بہ کثرت ملتے ہیں۔ اس سے ایک جانب یہ اندازہ ہوتا ہے کہ فن قراءت میں مہارت رکھنے والے اس وقت کثیر تعداد میں پائے جاتے تھے۔ دوسری جانب اس سے یہ ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے کہ اس فن کے سیکھنے میں کافی دلچسپی لی جاتی تھی اور اس کی تعلیم کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ حکومت کی جانب سے اس کا اہتمام اس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ جہاں مکاتب میں اساتذہ کی تقرری اور حکومت کے خزانے سے ان کو مشاہرہ دیے جانے کا ذکر ملتا ہے وہاں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ ان اداروں میں ایسے استاذ مقرر کیے جاتے تھے جو بچوں کو قراءت و کتابت سکھاتے تھے۔(۹) اسی طرح سلاطین دہلی ہمت افزائی کے طور پر اہل علم و فن پر جو انعام و اکرام کرتے تھے اس سے متعلق بعض مآخذ میں صاف طور پر اہل قراءت کا حوالہ ملتا ہے۔ سلطان قطب الدین ایبک کے تذکرہ میں تاریخ فخر الدین مبارک شاہ کے الفاظ یہ ہیں "و ادرارات و مشاہرات کہ مستحقان از اہل علم و فقہ و قراءت و زہد و مصلحان داشتند آں ہم بہر حال داشتن فرمود"(۱۰) سلطان غیاث الدین بلبن (۱۲۶۶-۱۲۸۶ء) نے شہزادہ بغرا خاں کو جہاں بہت ساری نصیحتیں کی تھیں وہیں اس نے یہ بھی اس کے گوش گزار کیا تھا کہ وہ اپنی حکومت کے مرکز کو علماء و مشائخ، علم تفسیر و حدیث کے ماہرین، حفاظ قرآن، مقریان اور واعظین و خطباء سے آباد رکھیں گے۔(۱۱)

یہاں ایک اہم سوال یہ ابھرتا ہے کہ عہد زیر بحث ماہرین قراءت کی کثرت اس فن کے استادوں کی بہتات اور اس کے سیکھنے سکھانے کے رواج کے باوجود اس عہد کے نصاب

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تعلیم میں اس مضمون کا ذکر شاذ و نادر ہی ملتا ہے حتیٰ کہ عہد جدید کے بعض علماء و دانشوروں نے اس زمانہ کے نصاب تعلیم اور اس کے عہد بہ عہد ارتقاء پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ان کی پیش کردہ تفصیلات بھی اس مضمون کے ذکر سے خالی ہیں۔ (۱۲) اس کی مختلف توجیہات پیش کی جاسکتی ہیں۔ اول یہ کہ نصاب تعلیم کی تفصیلات بالعموم مدارس کی سطح کی تعلیم یا اعلیٰ درجات سے متعلق ملتی ہیں اور یہ فن مکاتب یا تعلیم کے ابتدائی مرحلہ میں سکھایا جاتا تھا یا مساجد میں حفظ کے ساتھ اس کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ دوسرے یہ کہ اس زمانہ میں مکاتب و مدارس کی بہ نسبت تعلیم کے انفرادی مراکز زیادہ مقبول تھے۔ استادان فن اور ماہرین علم اپنے اپنے مقام پر درس و تدریس کی مجلسیں منعقد کرتے تھے اور تشنگان علم اپنی دلچسپی اور اس وقت کے تقاضے کے مطابق متعلقہ فن کے استاد سے فیضیاب ہوتے تھے اور یہ بات بدیہی ہے کہ اس غیر رسمی لیکن اہم نظام تعلیم کا کوئی باضابطہ یا مقررہ نصاب نہیں ہوتا تھا۔ اسی لیے اس زمانہ کے علماء و فضلاء کے تذکروں میں اس صراحت پر خاص زور دیا جاتا ہے کہ فلاں عالم نے فلاں استاد سے فلاں مضمون یا فن کی تعلیم حاصل کی اور یہ وضاحت کم ملتی ہے کہ فلاں نے فلاں مدرسہ سے فراغت حاصل کی، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس زمانہ کے کسی بھی مدرسہ کی درسیات کے ضمن میں علم قراءت کا ذکر نہیں ملتا۔ کم از کم عہد فیروز شاہی کے سب سے بڑے تعلیمی مرکز مدرسہ فیروز شاہی (۳) میں پڑھائے جانے والے مضامین میں قراءت کا ذکر صاف طور پر ملتا ہے (۱۴) یہاں یہ ذکر بھی بے موقع نہ ہوگا کہ اس مدرسہ کے مہتمم یا پرنسپل مولانا جلال الدین رومیؒ کے بارے میں یہ واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ دیگر علوم و فنون کے ساتھ ساتھ قراءت سبع سے بھی بخوبی واقف تھے۔

راوی ہفت قراءت سند چاردہ علم

شارح پنج سنن مفتی مذہب ہر چار (۱۵)

ان تفصیلات سے بجا طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اس علم کی ترویج و اشاعت میں ماہرین قراءت کی انفرادی کوششوں کے علاوہ اس عہد کے تعلیمی اداروں میں بھی اس کی تعلیم کا اہتمام جاری رہا۔ واقعہ یہ ہے کہ دیگر علوم کے ماہرین کے مثل علم قراءت میں عبور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رکھنے والے بھی قلمرو سلطنت کے مختلف حصوں میں پائے جاتے تھے، اس کی ایک جھلک اس سے ملتی ہے کہ مسلم حکومت کے قیام کے بالکل ابتدائی زمانہ میں بھی صرف عام قاری نہیں بلکہ قراءت سبعہ کے ماہرین بعض غیر معروف مقامات پر بھی دستیاب تھے۔ جیسا کہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی (۱۲۶۲ء) کے تذکرہ میں ملتا ہے کہ انھوں نے کوٹ ارور جیسی چھوٹی جگہ میں سات طرز سے قراءت سیکھی تھی (۱۶) مشہور چشتی بزرگ شیخ حمید الدین ناگوری (م ۱۲۷۶ء) ناگور کے ایک گاؤں سوال میں سکونت پذیر تھے۔ وہاں کی مسجد میں حفظ قرآن کا خاص اہتمام تھا اور فن قراءت پر بھی خاص زور دیا جاتا تھا، وہ اپنے بچوں کو جمعہ کے دن خاص طور پر وہاں بھیجتے تھے تاکہ وہاں کچھ وقت گذاریں اور حفاظ کے طرز قراءت سے روشناس ہو سکیں اور یہ دیکھیں کہ

حافظاں چگونہ قرآں می خوانند

مدو تشدید چگونہ نگاہ می دارند (۱۷)

اس سے بھی اہم یہ کہ شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے بدایوں میں جس شخص سے قرآن شریف پڑھا تھا وہ شادی مقری نام کے نو مسلم غلام تھے اور قراءت سبعہ سے واقف تھے۔ انہوں نے یہ فن خود اپنے آقا سے سیکھا تھا جو لاہور کے رہنے والے تھے اور خواجگی مقری کے نام سے معروف تھے۔ (۱۸)

یہاں یہ ذکر بے موقع نہ ہوگا کہ صوفی لٹریچر میں قراءت سیکھنے سکھانے کے بہ کثرت حوالے ملتے ہیں ان سے یہ صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ صوفیاء کے یہاں اس کی تعلیم و تمرین کا خصوصی اہتمام کیا جاتا تھا وہ اپنی خانقاہوں میں مختلف طریقے سے اس علم کو رواج دینے کی کوشش کرتے تھے۔ اس علم میں شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی اور شیخ حمید الدین ناگوری کی دلچسپی کی جانب اشارہ کیا جاچکا ہے۔ شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کے بارے میں یہ شہادت ملتی ہے کہ وہ اپنے مریدوں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے اور قراءت کے اصول و ضوابط بھی سکھاتے تھے۔ (۱۹)

شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے ملفوظات میں ترتیل اور اچھی آواز کے ساتھ قرآن پڑھنے پر خاص زور ملتا ہے۔ (۲۰) شیخ کے بارے میں یہ مذکور ہو چکا ہے کہ انہوں نے اپنے بچپن میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس فن کے ایک ماہر شادی مقری سے قرآن شریف پڑھا تھا لیکن جب وہ شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کے حلقہ ارادت سے منسلک ہوئے تو مرشد نے اسے کافی نہیں سمجھا اور انہوں نے خود انہیں صحیح تلفظ اور صحت مخارج کے ساتھ قرآن پڑھنا سکھایا اور مکمل چھ پارے فن تجوید کے ساتھ انھیں پڑھایا۔(۲۱) مزید بر آں شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے بیان کے مطابق ان کے مرشد کی خانقاہ حافظوں سے بھری رہتی تھی۔(۲۲)

اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی خانقاہ میں اس علم کی ترویج کا عمومی ماحول قائم تھا۔ اپنے مرشد کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے بھی اپنی خانقاہ میں اس فن کی تعلیم کا اہتمام جاری رکھا، انھوں نے تمام بچوں کے لیے جو ان کی نگرانی میں تھے حفظ قرآن کا انتظام کیا اور اس کے لیے ایک ماہر قراءت مولانا علاء الدین اندپتی کو مامور کیا۔(۲۳) اس کے علاوہ بعض ماخذ کے مطابق سلطان المشائخ کی خانقاہ میں دستر خوان کی یہ روایت بھی جاری ہوئی کہ کھانا شروع ہونے سے قبل کوئی قاری کچھ آیتیں تلاوت کرتا تھا اور حاضرین اس سے محظوظ ہوتے تھے۔ یہ خدمت انھیں لوگوں میں سے کوئی انجام دیتا تھا جو شیخ کے دامن تربیت سے وابستہ ہو کر قراءت میں مہارت حاصل کر لیتے تھے اور یہ مختصر قراءت "قراءت مائدہ" کے نام سے جانی جاتی تھی۔(۲۴) مزید یہ کہ ہندوستان میں علماء و مشائخ کے حلقوں میں وعظ و تقریر سے پہلے تلاوت قرآن پاک اور متلو آیت کو عنوان بنا کر تقریر شروع کرنے کی روایت اسی زمانہ سے جاری ہے۔ اس عمل سے قرآن کریم سے حصول برکت کے علاوہ علم قراءت کو بھی رواج ملتا تھا۔

عہد زیر بحث میں فن قراءت یا تجوید کے جو ماہرین پائے جاتے تھے اور جنہوں نے اس کی ترویج و ترقی کو خواہ انفرادی مراکز کے ذریعہ ہو یا مکاتب و مدارس کی وساطت سے اپنا مشغلہ بنایا۔ ان میں سے چند کا خصوصی تذکرہ یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ ان کے بارے میں مؤرخین و تذکرہ نگاروں کے خیالات و تاثرات سے واقفیت ہو سکے اور یہ اندازہ بھی لگایا جا سکے کہ اس وقت اس علم سے کس حد تک دلچسپی پائی جاتی تھی اور اس فن کے کیسے کیسے ماہرین اس زمانہ میں موجود تھے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان میں مسلم حکومت کے پہلے حصہ میں جو عہد سلطنت کے نام سے جانا جاتا ہے متعدد علماء مقری کے لقب سے معروف ہوئے۔اس عہد کے اولین مقریوں میں مولانا قاسم کا نام ذکر کیا جاتا ہے۔یہ سلطان غیاث الدین بلبن کے ہمعصر شیخ نظام الدین ابو المویہ کے دامن تربیت سے وابستہ تھے۔یہ فن تجوید کی تعلیم دینے کے علاوہ اپنے مرشد کی مجلس میں آغاز وعظ کے وقت حاضرین کو اپنی قراءت سے محظوظ کرتے تھے جیسا کہ شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے اپنے بچپن کے واقعات میں شیخ نظام الدین ابوالمویہ کی تذکیری مجلس اور مولانا قاسم مقری کی قراءت کا خصوصی ذکر کیا ہے۔(۲۵) سلطان علاء الدین خلجی کا زمانہ (۱۲۹۶ـ۱۳۱۶ء) علمی و تمدنی ترقی کے لیے مشہور ہے۔دیگر علوم کے ساتھ علم قراءت کے متعدد ماہرین اس عہد سے تعلق رکھتے تھے۔ان میں کچھ ایسے تھے جو باقاعدہ مقری کے لقب سے معروف ہوئے مثلاً مولانا علاء الدین مقری، مولانا حمید مقری اور مولانا لطیف مقری۔ان کے علاوہ جو حضرات اس فن میں ممتاز ہوئے،ان میں مولانا جمال الدین شاطبی اور خواجہ زکی الدین دہلوی کے نام شامل ہیں۔یہاں یہ ملحوظ رہے کہ یہ عہد علائی کے ان ماہرین قراءت کا ذکر ہے جو دارالسلطنت دہلی کو زینت بخشے ہوئے تھے اور قراءت و دیگر علوم کے میدان میں دوسروں کو مستفید کرتے رہے۔فن تجوید میں ان حضرات کے امتیاز واختصاص کا اندازہ لگانے کے لیے معاصر مورخ ضیاء الدین برنی کا یہ بیان کافی ہے کہ "مثل ایشاں در خراسان و عراق نشان ندادہ اند" (خراسان و عراق میں بھی ان کے ہمسر نہیں پائے جاتے تھے)ان کے علاوہ عہد سلطنت میں اس علم کی اشاعت و ترقی میں حصہ لینے والوں میں خواجگی مقری، شادی مقری، شہاب الدین مقری اور علاء الدین اندپتی قابل ذکر ہیں۔ان میں سے اول الذکر دو مقریوں کا مختصر بیان پہلے گذر چکا ہے۔علاء الدین مقری کے بارے میں بھی یہ وضاحت کی جاچکی ہے کہ وہ شیخ نظام الدین اولیاءؒ کی خانقاہ میں بچوں کو حفظ کراتے و قراءت سکھانے کی خدمت انجام دیتے تھے۔شہاب الدین مقری تغلق سلاطین کے عہد حکومت سے تعلق رکھتے تھے اور شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے ارادت مندوں میں سے تھے اور فن تجوید میں مہارت کے لیے مشہور تھے، صاحب سیر الاولیاء کے بیان کے مطابق ان کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آواز "لحن داؤدی" کا اثر رکھتی تھی اور ان کی قراءت سن کر شیخ نظام الدین اولیاءؒ پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔ ان کی اس خصوصیت کی وجہ سے سلطان المشائخ نے انھیں امامت نماز کی خدمت سپرد کی تھی جو تاحیات جاری رہی۔(۲۷) سلطان فیروز شاہ تغلق کے معاصر سولانا جلال الدین رومی اپنی دیگر خصوصیات کے ساتھ اس فن میں بھی یکتا تھے جیسا کہ ان کے بارے میں یہ تصریح کی جاچکی ہے کہ وہ قراءت سبعہ میں درک رکھتے تھے۔

پندرھویں صدی عیسوی یا لودی خاندان کے زمانہ حکومت (۱۴۵۱ـ ۱۵۱۷ء) میں اس فن کے ماہر محمد بن محمود مقری اور ان کے شاگرد راجح بن داؤد احمد آبادی (م ۱۴۹۸ء) گذرے ہیں۔(۲۸) سولھویں صدی عیسوی کے نصف اول کے دو ماہرین قراءت سلیمان بن عفان مندوی (م ۱۵۲۷ء) اور عبدالمالک غزنوی (م ۱۵۴۹ء) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ اول الذکر بادشاہ ہمایوں (۱۵۳۰ـ ۱۵۵۴ء) کے ہم عصر تھے۔ ان سے فن قراءت میں استفادہ کرنے والوں میں چشتی صابری سلسلہ کے مشہور بزرگ شیخ عبدالقدوس گنگوہی (م ۱۵۳۸ء) شامل تھے۔ صاحب اخبار الاخیار شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے الفاظ میں "وی در فن تجوید قرآن یگانہ عصر بود"(۲۹) (وہ فن تجوید میں یکتائے زمانہ تھے)۔ عبدالمالک غزنوی کا اصل وطن غزنہ تھا جیسا کہ نسبت سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ علم دوست سلطان سکندری لودی (۱۴۸۸ـ ۱۵۱۷ء) کی درخواست پر وارد ہند ہوئے اور اسلام شاہ کے زمانہ (۱۵۴۵ـ ۱۵۵۲ء) تک مختلف علوم و فنون کی اشاعت میں مصروف رہے۔ علم قراءت میں ان کی مہارت سے بھی بہت سے لوگ فیضیاب ہوئے۔(۳۰) اسلام شاہ کے عہد ہی میں میر سید محمد مکی نے فن قراءت میں امتیاز حاصل کیا۔ قراءت کے سات مشہور طرز سے وہ بخوبی واقف تھے۔ ممتاز مورخ اور عالم عبدالقادر بدایونی نے ۱۵۵۱ء میں سنبھل میں انھیں سے قراءت سیکھی تھی۔(۳۰) انھیں کے قریب العصر سندھ کے ایک عالم قاضی قاضن بھکری (م ۱۵۵۱ء) ایک مشہور قاری و عالم گذرے ہیں۔ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ کچھ عرصے کے لیے انھوں نے بھکر کے قاضی کے فرائض بھی انجام دیے۔ بقول صاحب "تذکرہ علماء ہند" "سر آمد علماء وقت بانواع فضائل حفظ قرآن و علم قراءت نیکو آراستہ بود"(۳۲)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عہد اکبری (۱۵۵۶ـ۱۶۰۵ء) میں اس میدان میں نمایاں مقام حاصل کرنے والوں میں شیخ بھیکن کاکوروی (م ۱۵۷۴ء)، سیف الدین کاکوروی، شیخ حمزہ لکھنوی اور عبدالقادر مندوی (م ۱۵۷۷ء) شامل ہیں۔ اول الذکر قراءت کے سات مشہور طریقوں سے حافظ تھے اور فن قراءت کی ایک اہم کتاب "شاطبیہ" کا درس ان کے روزمرہ کے معمول میں شامل تھا۔(۳۳) انھیں کے ہم وطن سیف الدین کاکوروی نے اس فن میں مہارت حاصل کی اور بہت سے لوگ ان سے مستفید ہوئے۔(۳۴) شیخ حمزہ لکھنوی قرآن کریم کی تلاوت سے خصوصی شغف رکھتے تھے اور حسن قراءت کے لیے معروف ہوئے۔(۳۵) عبدالقادر مندوی چشتی سلسلہ کے ایک صوفی تھے اور فن تجوید میں اپنی مہارت کے لیے بھی ممتاز ہوئے۔(۳۶) لیکن اکبر کے معاصرین میں اس فن میں سب سے زیادہ شہرت حاصل کرنے والے شیخ مبارک ناگوری (م ۱۵۹۳ء) اور شیخ منور لاہوری (م ۱۶۰۲ء) ہیں۔ شیخ مبارک ناگوری کے بارے میں بصراحت یہ مذکور ہے کہ انہوں نے قراءت کے دس طریقوں کے مطابق قرآن حفظ کیا تھا اور اس علم سے متعلق امام شاطبی کی مشہور کتاب "حرزالامانی" (معروف بالشاطبیہ) زبانی یاد تھی۔ مزید یہ کہ وہ اس کتاب کا درس بھی دیتے تھے۔(۳۷) ان شواہد سے اس علم میں ان کی گہری دلچسپی کا خوبی اندازہ ہوتا ہے۔ شیخ منور لاہوری قراءت سبعہ کے ماہرین میں سے تھے، علم قراءت کے علاوہ فن تفسیر میں بھی انھیں امتیاز حاصل تھا۔ "درالتنظیم فی ترتیب الآی والسور الکریمہ" نامی ایک تفسیر کی تالیف بھی ان سے منسوب ہے جس میں نظم قرآن کے پہلو پر خاص زور دیا گیا ہے۔(۳۸)

عہد شاہ جہانی (۱۶۲۷ـ۱۶۵۸ء) کے ممتاز علماء قراءت میں شیخ ابوالمعانی (م ۱۶۴۳ء) شامل تھے۔ اس فن میں ان کی مہارت کی شہرت شاہی دربار تک پہنچی تو بادشاہ کی جانب سے دربار میں اس فن کے مظاہرہ کی فرمائش ہوئی۔ حسن اتفاق سے رمضان کا مہینہ تھا اور اس کی مناسبت سے انھوں نے آیت شهر رمضان الذی انزل فیه القران --- کی قراءت کی۔ ان کی قراءت سن کر بادشاہ پر رقت طاری ہو گئی اور اس سے اس قدر محظوظ ہوئے کہ دوبارہ قراءت کی فرمائش کی۔ بادشاہ نے آخر میں انھیں "شمس القراء" کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خطاب سے نوازا اور بلگرام سے ملحق ایک قریہ بطور مدد معاش مرحمت فرما کر انھیں رخصت کیا۔ (۳۹) علم قراءت میں شیخ ابوالمعانی کی مہارت، کے علاوہ اس واقعہ سے یہ ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے کہ سلاطین وملوک کے دربار میں بھی خوش الحان قاریوں کی پذیرائی وقدر افزائی ہوتی تھی۔ یہ یقیناً اس علم کی ترویج واشاعت میں ممد ومعاون ثابت ہوئی ہوگی۔

اورنگ زیب عالمگیر (۱۶۵۸۔۱۷۰۷ء) کے عہد میں علم قراءت کے ماہرین میں خصوصیت سے حافظ ابراہیم اور حافظ ضیاء اللہ بلگرامی (م ۱۶۹۷ء) قابل ذکر ہیں۔ اول الذکر عالمگیر کے استادوں میں سے تھے اور فن تجوید کے ساتھ ساتھ علم تفسیر وحدیث میں بھی ممتاز تھے۔ انہوں نے درس وتدریس کے ذریعہ ان علوم کی اشاعت کی خدمت انجام دی۔ (۴۰) حافظ ضیاء اللہ بلگرام کے سادات اور وہاں کے نامور علماء میں سے تھے۔ حافظ وقاری ہونے کے علاوہ عربی وفارسی زبان کے ماہر بھی تھے۔ ان کا خاص مشغلہ درس وافادہ تھا۔ (۴۱) ان کے لڑکے سید احمد بھی فن تجوید میں مہارت اور حسن قراءت کے لیے معروف تھے۔ (۴۲) بلگرام ہی کے ایک دوسرے عالم سید عبدالواحد (م ۱۷۴۸ء) بھی اس فن کے ماہر گذرے ہیں۔ اٹھارویں صدی عیسوی کے ایک مشہور عالم سید طفیل محمد اترولوی کے شاگردوں میں سے تھے، علم قراءت سے ان کے خصوصی شغف پر اس امر سے واضح شہادت ملتی ہے کہ انہیں "شاطبیہ" زبانی یاد تھی۔ (۴۳)

عہد وسطی کے ہندوستان میں علم قراءت وفن تجوید میں دلچسپی اور اس میدان میں معاصر علماء وقراء کی خدمات صرف اس علم کے سیکھنے سکھانے، اس کی درسیات میں انہماک اور بعض قدیم کتابوں کے ازبر کر لینے تک محدود نہ تھیں بلکہ اس فن کے ماہرین نے اسے تصنیف وتالیف کا موضوع بنا کر اس کی نشر واشاعت کی، لیکن اس ضمن میں یہ امر تعجب خیز ہے کہ اس عہد کے پہلے حصہ (عہد سلطنت) میں کہیں اس موضوع پر کسی تالیف کا ثبوت نہیں مل پایا ہے۔ عہد مغلیہ کے ہندوستان میں اس موضوع پر سب سے پہلی کتاب شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۶۴۲ء) سے منسوب ہے۔ اس کا نام "الدر الفرید فی القراءۃ والتجوید" ہے۔ معاصر تاریخی کتب وتذکروں میں اس کا حوالہ نہیں ملتا۔ لیکن بعد کے تذکرہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نگاروں نے اس کا بصراحت ذکر کیا ہے۔(۴۴)اس عہد میں درسیات کی اہم و مقبول کتابوں کی شرح لکھنے کا عام رواج تھا۔ اس ضمن میں قراءت کی درسیات کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا جیسا کہ اس کے واضح ثبوت ملتے ہیں کہ مذکورہ کتاب کی تالیف سے قبل ہی اکبر کے عہد میں "شاطبیہ" کی فارسی شرح لکھی گئی۔ اس کے لکھنے والے شیخ محمد کاکوروی تھے۔(۴۵) اسی شرح کے بارے میں الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند نے یہ ذکر کیا ہے کہ یہ تقریباً ستر اجزاء (وزھاء سبعین جزء) پر مشتمل ہے۔(۴۶) لیکن انھوں نے اپنے اس بیان کی تائید میں کسی معاصر یا غیر معاصر ماخذ کا حوالہ نہیں پیش کیا ہے۔ یہ بیان کچھ قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا۔ معاصر مورخ بدایونی نے اس شرح کے بارے میں بیان کیا ہے کہ یہ تقریباً ستر جز میں لکھی ہوئی تھی۔ (شیخ محمد شرحی فارسی بر شاطبی نوشتہ قریب ہفتاد جز)۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ بدایونی کی منتخب التواریخ کے انگریز مترجم (سر ڈبلیو ہیگ) نے اس کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ یہ شرح تقریباً ستر دستہ کاغذ پر مشتمل تھی۔(۴۷)

بادشاہ جہانگیر کے زمانہ حکومت (۱۶۰۵۔۱۶۲۷ء) میں نورالدین محمد القاری نے (مقصود القاری) کے نام سے اس موضوع پر ایک کتاب مرتب کی اور اسے بادشاہ کے نام معنون کیا۔(۴۸) اس فن میں عہد شاہ جہانی کی یادگار تالیف "خلاصۃ القراءۃ" ہے جو قاسم جونپوری سے منسوب ہے۔ یہ نو ابواب میں منقسم اور بادشاہ وقت کے نام معنون بھی ہے۔(۴۹) دوسرے دینی علوم و فنون کے مثل علم قراءۃ کے میدان میں بھی تصنیفی و تالیفی خدمات کے اعتبار سے اورنگزیب عالمگیر کا زمانہ خاص امتیاز رکھتا ہے۔ اس موضوع پر اس عہد میں متعدد کتابیں لکھی گئیں جن میں چار خصوصی ذکر کی مستحق ہیں۔ مفید القراء(۵۰)، حلیۃ القاری(۵۱)، نجاۃ القاری(۵۲) اور رسالہ علم تجوید۔(۵۳) ان کے مصنفین بالترتیب نعمۃ اللہ لاہوری (سن تکمیل ۱۰۶۸ء) احمد بن رکن الدین الحسینی (سن تکمیل ۱۰۸۴ء)، میر سید علی الخطلانی اور ملا جیون (م ۱۷۱۸ء) ہیں۔ ان تمام میں "مفید القراء" خاص اہمیت رکھتی ہے۔ یہ چودہ ابواب پر مشتمل ہے اور باب اول میں علم قراءت و قراءات سبعہ سے متعلق مفید معلومات پیش کی گئی ہیں۔ "نجاۃ القاری" اس لحاظ سے اہم ہے کہ یہ اورنگ زیب کے نام

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معنون ہے عہد عالمگیری ہی میں ایک شیعی عالم شیخ احمد بن رضا حیدر آبادی نے بھی اس موضوع پر "رسالہ فی القراءۃ" کے نام سے ایک کتاب لکھی، لیکن ان کا سن وفات یا اس کتاب کا سن تکمیل معلوم نہیں ہو پایا ہے۔ صرف یہ ثبوت ملتا ہے کہ ۱۰۸۵ء میں وہ ہندوستان منتقل ہوئے۔ (۵۴) مصنف کو حدیث و علم اسماء الرجال میں بھی خصوصی درک حاصل تھا اور اس موضوع سے متعلق بھی ان کی کتابیں ملتی ہیں۔ اورنگ زیب ہی کے زمانہ میں "معرفۃ القراء" کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی گئی۔ اس کے لکھنے والے عبدالرحیم بن یوسف تھے۔ (۵۵) مصنف کے بارے میں مزید معلومات فراہم نہیں ہو پائی ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ خوبی واضح ہوتا ہے کہ عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں علم قراءت و فن تجوید میں خاطر خواہ دلچسپی لی گئی اور اس فن میں مہارت رکھنے والوں کی اس وقت کمی نہ تھی بلکہ ایسے ایسے ماہرین فن موجود تھے جنہیں قراءت سبعہ یا عشرہ کے مطابق قرآن حفظ تھا۔ مزید یہ کہ کچھ شائقین و اہل ذوق بھی پائے جاتے تھے جنہوں نے اس فن پر امام شاطبیؒ کی مشہور منظوم کتاب (مشتمل بر ۱۱۷۳ ابیات) اول تا آخر کو ازبر کر لیا تھا۔ اوپر کے مباحث سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس علم کی نشر و اشاعت کے لیے معاصر علماء و فضلاء اور ماہرین قراءت نے مختلف ذرائع (درس و تدریس اور تصنیف و تالیف وغیرہ) اختیار کیے۔ اس کی ترویج میں انفرادی کوششوں کے علاوہ حکومت کی سرپرستی اور سلاطین و ملوک کی معارف پروری کا بھی حصہ رہا ہے۔ اس فن کی درسیات میں "الشاطبیہ" کو اس زمانہ میں سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ متعدد علماء وقت اس کتاب کی تشریح و توضیح کا خصوصی ملکہ رکھتے تھے۔ اور ان میں سے بعض نے اس کے درس کو خصوصی مشغلہ کے طور پر اختیار کر رکھا تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا۔ تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی قراءت و تجوید کا موضوع عہد زیر بحث میں کچھ کم پسندیدہ نہیں رہا ہے۔ اوپر کے مباحث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ معاصر ماہرین فن و اہل قلم نے اس سے متعلق متعدد تصنیفات و تالیفات پیش کیں اور بعض قدیم کتب قراءۃ کی شرح بھی مرتب کیں۔ الشاطبیہ کی مقبولیت کے پیش نظر شرح کے لیے بھی اس ماخذ کو زیادہ ترجیح دی گئی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حواشی ومراجع

۱۔ ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی کلکتہ ۱۸۶۲ء، ص ۳۵۲۔ ۳۵۳، ابن بطوطہ، رحلہ ابن بطوطہ، القاہرہ، ۱۹۵۸ء، ۲/۵، شیخ نور الحق، زبدۃ التواریخ، روٹوگراف ۱۸ (مخطوطہ برٹش میوزیم) ریسرچ لائبریری، شعبہ تاریخ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ورق ۳۰ ب شہاب الدین العمری، مسالک الابصار فی ممالک الامصار (انگریزی ترجمہ، اٹواسپیس) علی گڑھ ۱۹۴۳ء، ص ۲۴، ۲۵، ۳۹، ۴۴۔

۲۔ ملاحظہ ہوں راقم السطور کے مقالات، علم قرآن عہد سلطنت کے ہندوستان میں، عہد اکبری کی تفسیری خدمات، علم قرآن سترہویں صدی کے ہندوستان میں، ششماہی علوم القرآن ۱/۲، ص ۱۱۸، ۱۳۱، ۱/۳، ص ۱۱۲۔ ۱۲۹، ۱/۲، ص ۷۴۔ ۸۹ (بالترتیب)۔

۳۔ برنی، ۳۵۵، امیر حسن سجزی، فوائد الفواد (تصحیح محمد لطیف) لاہور، ۱۹۶۶ء، ص ۲۶۲، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، مطبع محمدی، دہلی، ۱۲۸۳ء، ۴۹، سید محمد کرمانی، سیر الاولیاء، موسسہ انتشارات اسلامی، لاہور، ۱۹۷۸ء، ص ۲۸۸، ۲۸۶۔

۴۔ تاریخ فخر الدین مبارک شاہ (تحقیق و تصحیح ڈینی سن راس)، کلکتہ ۱۹۲۷ء، ص ۲۱، تاریخ ہندوستان کے مصنف مولانا ذکاء اللہ نے سلطان قطب الدین ایبک کے تذکرہ میں لفظ "قرآن خواں" سے یہ مفہوم نکالا ہے کہ وہ حافظ تھا (تاریخ ہندوستان، شمس المطابع، دہلی، ۱۸۹۸ء ۱/۲۷۳)۔ لیکن "قرآن خواں" سے حافظ قرآن مراد لینا صحیح نہیں معلوم ہوتا، بلکہ اس کی تعبیر اچھی آواز سے قرآن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پڑھنے والے سے کرنا زیادہ موزوں و قرین قیاس ہے جیسا کہ پروفیسر خلیق احمد نظامی کا خیال ہے۔ (سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۸۱ء، ص ۸۶)

۵۔ یحییٰ سرہندی، تاریخ مبارک شاہی، کلکتہ ۱۹۳۱ء، ۱۳۴، ۱۳۵ برنی ص ۵۲۷، شمس سراج عفیف، تاریخ فیروز شاہی، کلکتہ، ۱۸۹۰ء، ص ۴۵۴۔ ۴۵۵۔

۶۔ فہرست مخطوطات شیرانی، لاہور، ۱۹۶۹ء، ۲/ ۲۹۶، شیخ جلال الدین تھانیسری، رسالہ دربیع آراضی، مخطوطہ (مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) شیفتہ کلکشن، ۲۴/ ۲۶ ورق ب۔

۷۔ فہرست مخطوطات فارسیہ ایشیاٹک سوسائٹی، بنگال (انگریزی)، مرتبہ ایونو. کلکتہ، ۱۹۲۴ء، ص ۴۹۸۔ ۴۹۹، فہرست مخطوطات فارسیہ انڈیا آفس (انگریزی) مرتبہ ایتھ، آکسفورڈ ۱۹۳۷ء/ ۱۶۱۰، نمبر ۲۹۷۱، نیز دیکھیے راقم کا انگریزی مقالہ "فتاویٰ فیروز شاہی عہد سلطنت کی سماجی و معاشی تاریخ کے ایک ماخذ کی حیثیت سے" اسلامک کلچر (حیدرآباد)، ۶۰/ ۲ (اپریل، جون ۱۹۸۶ء)، ص ۹۸۔ ۱۰۔

۸۔ فوائد الفواد، ص ۲۲۳، مناظر احسن گیلانی "ہندوستان میں مسلمان کا نظام تعلیم تربیت"، ندوۃ المصنفین دہلی، ۱۹۴۴ء، ۱/ ۱۷۰۔

۹۔ شہاب الدین العمری، محولہ بالا، ص ۳۹

۱۰۔ تاریخ فخر الدین مبارک شاہ، ص ۳۵

۱۱۔ برنی، تاریخ فیروز شاہی (تصحیح شیخ عبدالرشید)، علی گڑھ، ۱۹۵۷ء ص ۱۲۰ (برنی کی اس کتاب کے باقی تمام حوالے کلکتہ ایڈیشن سے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۲۔ سید عبدالحئی الحسنی، الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، دمشق، ۱۹۵۸ء ص ۱۱۰۔۱۷، ابوالحسنات ندوی، ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، ۱۹۳۶ء، ص ۸۹۔۱۰۰ G.M.D. Sufi, Al-Mirtaj (Being the evolution of Curruculam in the Muslim Educational Institutions of India, Idara Adabiat-e-Dilli, Delhi, 1977, PP. 1-88.

۱۳۔ اس مدرسہ پر تفصیلی مطالعہ کے لیے ملاحظہ کریں: Khaliq Ahmad Nizami ch.VI-A Mediral Indian Madrasa, Allahabad, 1966, PP.73-79.

۱۴۔ سیرت فیروز شاہی نقل مخطوطہ اورنٹیل پبلک لائبریری بانکی پور) یونیورسٹی کلکشن نمبر ۱۱۱، ص ۱۴۰۔

۱۵۔ ڈاکٹر وحید مرزا، دیوان مطہر اورینٹل کالج میگزین (لاہور) ۱۱/ ۳ (مئی ۱۹۳۵ء)، ص ۱۳۶۔۱۳۷۔

۱۶۔ مولانا جمالی، سیر العارفین، مطبع رضوی، دہلی ۱۳۱۱ھ، ص ۱۰۳، پروفیسر خلیق احمد نظامی، ہندوستان میں علوم قرآن کا نشوونما اور اسلامی معاشرہ میں اس کا اثر"، معارف ۱۴۴/ اجولائی ۱۹۸۹ء، ص ۵۰۔

۱۷۔ سرور الصدور (ملفوظات شیخ حمید الدین ناگوری)، مخطوطہ، ورق ۶۵ (حوالہ پروفیسر خلیق احمد نظامی کا مذکورہ مقالہ، معارف، ۱۶۳/ ۶، جون ۱۹۸۹ء، ص ۴۲۰۔

۱۸۔ فوائد الفواد، ص ۲۶۱۔۲۶۲۔

۱۹۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی، مقالہ محولہ بالا، معارف، جون ۱۹۸۹ء، ص ۴۲۰

۲۰۔ فوائد الفواد ص ۱۲۰، سیر الاولیاء ص ۲۶۶

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۲۱۔ فوائد الفواد، ص ۲۷۵۔۲۷۶؛ سیر الاولیاء، ص ۱۱۶، فقیر محمد جھملی۔ حدائق الحنفیہ، لکھنؤ ۱۹۰۶ء ص ۲۷۷۔۲۷۸۔

۲۲۔ سیر الاولیاء، ص ۱۱۷

۲۳۔ حوالہ مذکورہ، ۳۲۶، مناظر احسن گیلانی ۲/ ۱۶۰۔۱۶۱۔

۲۴۔ سیر الاولیاء، ص ۲۰۹۔

۲۵۔ فوائد الفواد ص ۳۲۳۔

۲۶۔ برنی ص ۳۵۵

۲۷۔ سیر الاولیاء، ورق ۳۰۰۔۳۰۱، محمد غوثی شطاری، گلزار ابرار، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)، حبیب گنج کلکشن، ۵۰/ ۲۲ اوراق ۴۶۔ نزھۃ الخواطر، ۲/ ۵۹

۲۸۔ رحمان علی، تذکرہ علماء ہند، نول کشور لکھنؤ ۱۹۱۰ء، ص ۶۲، نزھۃ الخواطر، ۴/ ۱۱۱۔

۲۹۔ اخبار الاخیار، ۲۱۲، نزھۃ الخواطر، ۴/ ۱۲۹۔

۳۰۔ نزھۃ الخواطر، ۴/ ۲۱۷

۳۱۔ عبدالقادر بدایونی، منتخب التواریخ، کلکتہ ۱۸۶۵ء، ۲/ ۲۱۔

۳۲۔ تذکرہ علماء ہند، ص ۱۶۶، نزھۃ الخواطر ۴/ ۲۶۵۔۲۶۶

۳۳۔ بدایونی، ۳/ ۲۴

۳۴۔ نزھۃ الخواطر ۴/ ۱۳۱۔۱۳۲۔

۳۵۔ بدایونی ۳/ ۶۳

۳۶۔ نزھۃ الخواطر ۴/ ۱۹۷۔

۳۷۔ بدایونی ۳/ ۷۴، تذکرہ علماء ہند، ۱۷۴، غلام علی آزاد بلگرامی، ماثر الکرام آگرہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۹۱۰ء، ص ۱۹۷۔۱۹۸۔

۳۸۔ گلزار ابرار، اوراق ۲۳۰۔۲۳۲، نزہۃ الخواطر، ۵ / ۴۱۱۔۴۱۲، راقم السطور کا محولہ بالا مقالہ، عہد اکبری کی تفسیری خدمات، ص ۱۲۲۔

۳۹۔ مآثر الکرام، ص ۲۶۔۲۷، مناظر احسن گیلانی نے مولانا آزاد بلگرامی کے حوالہ سے ان کا نام "ابو المعالی" لکھا ہے۔ (ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت، ۱ / ۳۶۲) جب کہ مولانا آزاد نے شاہ جہاں کے ہم عصر اس قاری کا نام "ابو المعانی" ذکر کیا ہے۔

۴۰۔ بختاور خاں، مرآۃ العالم، مخطوطہ ورق ۳۰۱ (حوالہ ڈاکٹر شبیر احمد قادر آبادی، عربی زبان وادب عہد مغلیہ میں، لکھنؤ ۱۹۸۲ء، ص ۲۲۱)

۴۱۔ مآثر الکرام، ص ۲۳۹۔۲۴۰، تذکرہ علماء ہند، ص ۸۵

۴۲۔ مآثر الکرام ص ۲۴۱۔

۴۳۔ مآثر الکرام، ص ۲۸۹۔۲۹۰، نزہۃ الخواطر ۶ / ۱۷۳

۴۴۔ الثقافۃ الاسلامیہ فی السند، محولہ بالا ص ۱۷۴، نزہۃ الخواطر ۵ / ۲۰۶۔

۴۵۔ بدایونی ۳ / ۲۴۔۲۵، الثقافۃ الاسلامیہ فی الھند میں (ص ۱۷۴) میں شیخ محمد کے لڑکے شیخ سعدی کا سن وفات (۱۰۰۲ / ۹۴۔۱۵۹۳ء) غلطی سے شیخ محمد سے منسوب کر دیا ہے۔ ملاحظہ کریں بدایونی ۳ / ۲۵۔

۴۶۔ الثقافۃ الاسلامیہ فی السند، ص ۱۷۴

۴۷۔ بدایونی ۳ / ۲۴۔۲۵، نیز دیکھئے انگریزی ترجمہ، پٹنہ، ص ۱۹۷۳ء، ۳ / ۴۲

۴۸۔ ڈی این مارشل، مغلس ان انڈیا (ببلوگرافیکل سروے)، بمبئی ۱۹۶۷ء، ۳۸۲، نمبر ۱۴۲۶، فہرست مخطوطات فارسی کرزن کلکشن، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، (مرتبہ ایوانو) ۲۴۸، ۳۴۱، فہرست مخطوطات عربی فارسی، اردو آصفیہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لائبریری، حیدر آباد ۱۹۰۰ء ۱/۳۰۸، الثقافۃ الاسلامیہ فی السند، ۱۷۴ا۔

۴۹۔ مارشل، محولہ بالا، ص ۳۹۶، ۱۴۸۰، فہرست مخطوطات فارسی کرزن کلکشن، محولہ بالا ص ۲۴۹، نمبر ۳۴۲۔

۵۰۔ مارشل ص ۳۷۶، نمبر ۱۴۰۷، فہرست مخطوطات فارسی، انڈیا آفس، محولہ بالا، ۱۴۷۰/۱، نمبر ۲۷۰۵، فہرست مخطوطات آصفیہ لائبریری، محولہ بالا ۳۰۸/۱۔

۵۱۔ مارشل، ص ۴۸، نمبر ۱۵۴، فہرست مخطوطات، آصفیہ لائبریری، ۳۰۶/۱، اسٹوری، پرشین لٹریچر لندن، ۱۹۲۷ء ۴۳/۱، فہرست مخطوطات فارسی کرزن کلکشن، ص ۲۴۹، نمبر ۳۴۳، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری، ضمیمہ سبحان اللہ ص ۱۱۱، ۲۹۷، نمبر ۵، الثقافۃ الاسلامیہ فی السند، ۱۷۴ا۔

۵۲۔ مارشل ص ۵۸، نمبر ۱۹۸، اسٹوری، ۴۴/۱

۵۳۔ اس رسالہ کا ذکر ڈاکٹر شبیر احمد قادر آبادی نے اپنی کتاب "عربی زبان وادب عہد مغلیہ میں" (نظامی پریس، لکھنؤ، ۱۹۸۲ء، ص ۲۵۲) میں کیا ہے، کسی ماخذ یا دوسری کتاب سے اس کی توثیق نہیں ہوپائی ہے۔

۵۴۔ نزھۃ الخواطر، ۳۹/۵۔

۵۵۔ مارشل، ص ۲۲، نمبر ۲۴، اسٹوری ۴۳/۱، معرفۃ القراءۃ کا ایک مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کے سبحان اللہ کلکشن (ضمیمہ سبحان اللہ کلکشن (ضمیمہ سبحان اللہ ص ۱۱۱۔ ۲۹۷، نمبر ۷) میں محفوظ ہے۔ علی گڑھ مخطوطہ میں مصنف کا نام عبدالرحیم بن یوسف لکھا ہوا ہے، جب کہ مارشل اور اسٹوری نے عبدالرحمٰن بن یوسف ذکر کیا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم
میں وقف وابتداء کا مسئلہ

قرآن کریم کے قاری کے لئے تجوید یعنی حروف کے مخارج وصفات کے جاننے کے بعد سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ مسائل وقف وابتداء سے آگاہ ہو۔ علم الوقف والابتداء ایک نہایت ہی عظیم الشان علم ہے، کیونکہ اسکا تعلق براہ راست قرآن کریم کے مفاھیم ومطالب کے ساتھ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تحریر:
مولانا قاری ڈاکٹر مفتی مسعود احمد سید
فاضل قراءات وتجوید مدینہ یونیورسٹی

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یہ علم قرآن مجید کے معنی اور مراد کے سمجھنے میں جتنا معاون ومددگار ہے، کوئی اور نہیں، جبکہ غیر مناسب وقف یا غیر مناسب ابتداء انسان کو غلط مفہوم میں ڈال دیتا ہے اور کبھی کبھی تو یہ غلطی موجب کفر بھی ہوسکتی ہے، اگر قصداً اور عمداً ایسا کیا گیا ہو۔

سورۃ بقرہ کی آیت نمبر (۲۰۸) میں حضرت ابراہیمؑ اور کافر بادشاہ کے درمیان جو مکالمہ نقل کیا گیا ہے، اسکے آخر میں ہے "فبهت الذی کفر، والله لایهدی القوم الظالمین" یعنی کافر حیران ومبہوت رہ گیا اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس میں صحیح اور مناسب تو یہ ہے کہ سب کو ایک ہی سانس میں پڑھے، اور اگر ایسا نہیں کرسکتا تو "الذی کفر" پر ٹھہرے، اور "والله لایهدی" سے ابتداء کرے، تاکہ مفہوم میں کوئی خلل نہ آئے۔ لیکن خدانخواستہ اگر کوئی شخص انجانے میں "اللہ" پر ٹھہرے یعنی "فبهت الذی کفر والله" تو آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ مفہوم کیا سے کیا ہو جائیگا اور اگر قصداً ایسا کرے تو پھر اس کے کفر میں کیا شبہ رہ جاتا ہے؟

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جہالت کی وجہ سے یا بے توجہی کی وجہ سے وقف وابتداء کی رعایت نہ کرنے سے مامورات منہیات میں داخل ہو جاتے ہیں اور منہیات مامورات میں۔ جیسا کہ عام طور پر جمعہ میں سورہ نحل کی آیت "ان الله یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینهی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون" کی تلاوت کے دوران آپ نے سنا ہوگا کہ اسمیں عام طور سے خطیب حضرات دو جگہوں پر غلطی کرتے ہیں ایک "والاحسان" پر وقف کرکے اور پھر "وایتاء ذی القربی" سے ابتداء کر کے "والبغی" پر وقف کرتے ہیں، جسکی وجہ سے وہ "وایتاء ذی القربی" جو کہ مامورات سے ہے، اسے منہیات میں داخل کر دیتے ہیں۔ اور پھر "والبغی" سے ابتداء کر کے "تذکرون" پر ٹھہرتے ہیں، (گویا اللہ تعالیٰ ظلم وبغی کی نصیحت اور دعوت دے رہا ہے!!! اعوذ باللہ من ذلک) یہ ساری خرابیاں مسائل وقف وابتداء کی عدم رعایت کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں۔

چاہیے تو یہ تھا، کہ یا تو ایک ہی سانس میں پوری آیت پڑھ لیتے اور اگر ایسا نہیں کر سکے تو پھر "وایتاء ذی القربیٰ" پر ٹھہر کر "وینہی" سے ابتداء کرتے اور آخر آیت پر ٹھہرتے تاکہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مفہوم میں کسی قسم کا کوئی خلل پیدا نہ ہوتا۔ یہاں پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ جی ہماری نیت تو یہ نہ تھی کیوں کہ سامع متکلم کے کلام کو دیکھتا ہے نہ کہ اسکی نیت کو اور پھر اسکے کلام کے مطابق ہی وہ مفہوم متعین کرتا ہے نیت تو ایک مخفی چیز ہے، اس تک رسائی تو بندے کے لیے ممکن ہی نہیں۔

اس سلسلے میں اردو میں جو مثال دی جاتی ہے، نہایت ہی واضح ہے کہ مثلاً اگر کوئی شخص اٹھنے کا حکم دینا چاہتا ہے اور بیٹھنے سے منع کرنا چاہتا ہے تو یوں کہے گا "اٹھ، مت بیٹھ" یعنی "اٹھ" پر وقف کرے گا۔ اور پھر "مت" سے ابتداء کرے گا لیکن اگر اس نے "مت" پر وقف کیا تو مفہوم بالکل بدل جائیگا اور یہ سارا کرشمہ وقف وابتداء کا ہے۔ نیت سے ا۔ کا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی خلاف ظاہر اسکی نیت کو تسلیم کیا جائیگا۔

بات جب امامت وخطابت کی چل نکلی ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند اور مقامات کی بھی نشاندہی کر دی جائے کہ جن میں ہمارے ائمہ حضرات عام طور سے مبتلا ہیں اور ۔نکے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایسا جان بوجھ کر یا جہالت کی وجہ سے نہیں کرتے بلکہ لاپرواہی اور بے توجہی کی وجہ سے ان سے ایسا سرزد ہو جاتا ہے۔ مقصد ان تمام باتوں کا یہی ہے کہ وقف وابتداء کی طرف توجہ دیجائے اور دوران تلاوت انکی بھرپور رعایت کی جائے۔

مثلاً خطبے میں ایک غلطی سننے میں آتی ہے کہ خطیب صاحب جب "من یطع اللہ ورسولہ فقد رشدو اھتدی ومن یعصھما فقد غوی" پڑھتے ہیں تو "ومن یعصھما" پر وقف کرتے ہیں یعنی عاصی اور مطیع کو ایک ہی زمرے مین شامل کر دیتے ہیں، جو کہ بہت بڑی غلطی ہے۔ اسی وجہ سے اس پر حضور ﷺ سے نکیر وارد ہوئی ہے اور آپ نے فرمایا ہے "بئس الخطیب انت"، مگر ان تمام چیزوں کے باوجود بعض حضرات ان چیزوں کا خیال نہیں کرتے۔

اسی سے ملتی جلتی قرآن کریم میں بھی ایک آیت ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں ارشاد ہے "فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانك غفور رحیم" یہاں تبع

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور عاصی دونوں کے الگ الگ احکام ذکر کئے گئے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص "ومن عصانی" پر وقف کرے تو متبع اور عاصی دونوں کا ایک حکم ہو جائے گا، جو کہ خلاف مقصود ہے۔ ایک عام بیماری جو کہ تقریباً اکثر ائمہ حضرات میں پائی جاتی ہے وہ سورہ قیامۃ کے آخری حصہ "فلاصدق ولاصلی" سے تلاوت کی ابتداء کرنا ہے، حالانکہ یہاں سے ابتداء کی کوئی گنجائش سمجھ میں نہیں آتی۔ کیونکہ ان آیات میں جہنمیوں کی بعض صفات قبیحہ کا ذکر ہے، جنکا ذکر "ووجوہ یومئذ باسرۃ" سے شروع ہو رہا ہے اور مسلسل انکی باتیں کی جا رہی ہیں۔ اب موصوف کے ذکر کئے بغیر صرف بعض صفات کا ذکر کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک مہمل بات کی جائے، جسکا نہ کوئی سیاق ہو اور نہ کوئی سباق، لہٰذا ایسی مہمل ابتداء سے بچنے کے لیے بہتر یہ ہے کہ "ووجوہ یومئذ باسرہ" سے تلاوت شروع کی جائے اور اس سے بہتر یہ ہے کہ "ووجوہ یومئذ ناضرہ" سے تلاوت شروع کی جائے تاکہ مکمل بات سامنے آجائے اور دونوں فریقوں کا ذکر ہو جائے کبھی کبھی اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز صورت سامنے آجاتی ہے مثلاً ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک امام صاحب "سورہ والنازعات" کی تلاوت کر رہے تھے جب "فاذا جاء ت الطامۃ الکبری" پر پہنچے تو رکوع میں چلے گئے، یعنی تلاوت ختم کر دی یہ وقف قبیح کی ایک مثال ہے، کہ شرط ذکر کی اور جزاء کے ذکر سے پہلے تلاوت ختم کر دی۔ اگرچہ "الکبری" کے راس آیت ہونے کی وجہ سے وقف تو صحیح تھا کیونکہ رؤس الآی پر مطلقاً وقف مسنون ہے، لیکن تلاوت ختم تو اس وقت کی جائے جب بات مکمل ہو جائے۔

کبھی ایسا بھی سننے میں آیا ہے کہ امام صاحب نے "یغفر لکم ذنوبکم" سے تلاوت شروع کر دی جو کہ فعل مجزوم ہے اور ظاہر ہے کہ اسکا تعلق ماقبل کے ساتھ ہے لہٰذا "یغفر لکم" سے ابتداء کرنے کا کوئی جواز ہی نہیں بنتا۔

ایسی مہمل ابتداء اور ایسے مہمل وقف سے قرآن کا مفہوم بدل تو سکتا ہے، سدھر نہیں سکتا، لہٰذا ہم سب کو اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اسی وجہ سے امام شعبیؒ (جو کہ کبار تابعین میں سے ہیں)، فرماتے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"أذاقرات" کل من علیها فان "/٢٦ فلاتسکعت حتی تقرا" ویبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرام/٢٧" یعنی تلاوت "فان" پر نہ ختم کریں اگر کرنی ہے تو "والاکرام" پر کریں۔ تاکہ غلط مطلب نہ لیا جائے۔(النشر۔ا ۲۲۵)

درمنثور (ج ۸ / ۳۱۴) میں حضرت علیؓ سے منقول ہے : "ان رسول الله ﷺ سئل عن قول الله": ورتل القرآن ترتيلا*قال: بینه تبیینا، ولاتنثره نثرالدقل، ولاتهذه هذالشعر، قفواعند عجائبه، وحرکوابه القلوب، ولایکن هم احدکم آخرالسورة" یعنی حضور ﷺ سے جب آیت کریم "ورتل القرآن ترتیلا" کا مطلب پوچھا گیا، تو فرمایا کہ قرآن کریم کو خوب ٹھہر ٹھہر کر اور وضاحت کے ساتھ پڑھو ہر ہر جملے کو دوسرے سے جدا کر کے پڑھو (تاکہ مفہوم میں کسی قسم کا کوئی التباس نہ پیدا ہو) کھجوروں کی طرح نہ بکھیر دو کہ اچھے اور ردی کی کوئی تمیز نہ ہو۔ اور نہ ہی اشعار کی طرح جلدی جلدی پڑھو جس سے یہ سمجھا جائے، کہ صرف سورت ختم کرنا ہی مقصد ہے، سمجھنا نہیں، بلکہ سمجھ کر تلاوت کرو، عجائبات قرآن پر ٹھہرو اور اپنا ایمان تازہ کرو"۔

خلاصہ یہ کہ تلاوت کا مقصد تدبر و فہم ہونا چاہئے اور یہ اسی وقت ہوگا جب مناسب جگہ وقف کیا جائے اور مناسب جگہ سے ابتداء کی جائے۔

امام ابو جعفر النحاس اپنی عظیم الشان کتاب "القطع والائتناف/٩٧" میں فرماتے ہیں : "فقدصارفی معرفة الوقف والائتناف التفریق بین المعانی فینبغی لقاری القرآن اذاقرا ان یتفهم مایقراہ، ویشغل قلبه به، وتنفقد القطع والائتناف، ویحرص علی ان یفهم المسمعین فی الصلاة وغیرها، وان یکون وقفه عندکلام مستغن، اوشبیه، وان یکون ابتداء ہ حسنا".

یعنی صحیح وقف وابتداء ہی ایک معنی کو دوسرے معنی سے جدا کرتی ہے۔ لہذا قاری کو چاہئے، کہ دوران تلاوت وقف وابتداء کی خوب رعایت کرے، تاکہ قرآن کو سمجھے، جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ دل قرآن ہی کی طرف متوجہ رہے گا ادھر ادھر نہیں بھٹکے گا۔ اور وقف وابتداء کی رعایت سے دوسرا فائدہ یہ بھی حاصل ہوگا کہ دوسرے سننے والے بھی قرآن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سمجھیں گے، عام ہے کہ نماز میں ہوں یا خارج نماز اور اس بات کا خاص خیال رکھے، کہ مکمل یا شبہ مکمل بات پر تلاوت ختم کرے اور تلاوت شروع کرتے وقت بھی اس بات کا خاص خیال رکھے، کہ مناسب جگہ سے ابتداء کرے، یعنی قبیح ابتداء سے بچے"۔

بلکہ حقیقت تو یہ ہے، کہ وقف وابتداء کا تعلق جہاں قرآن سے ہے، وہاں اعجاز قرآن سے بھی ہے۔ کیونکہ اگر قرآن ہی نہ سمجھے اتو اعجاز کیا خاک سمجھے گا، اسی کو ابن الجزری النشر۔ ۲۲۴/ ا میں یوں بیان فرماتے ہیں:

"لمالم يكن للقارى ان يقرا السورة، اوالقصة فى نفس واحد، ولم يجز التنفس بين كلمتين حالة الوصل بل ذلك كالتنفس فى اثناء الكلمة وجب حينئذ اختيار وقف للتنفس والاوتحتم ان لايكون ذلك ممايخل بالمعنى، ولايخل بالفهم، اذاستراحة ذلك يظهر الاعجاز، ويصل القصد"۔

جب قاری کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ پوری سورت یا پورا قصہ ایک سانس میں پڑھ لے، اور اسکے لیے حالت وصل میں دو لفظوں کے درمیان سانس لینا جائز نہیں، جیسے ایک لفظ کے اجزاء کے درمیان۔ لہٰذا مجبوراً استراحت اور سانس لینے کے لئے کسی مناسب جگہ کا اختیار کرنا ضروری ہے اور یہ بات بھی حتمی طور پر ثابت ہے کہ ایسی جگہ وقف نہ کرے کہ جسکی وجہ سے معنی میں خلل واقع ہو بلکہ مناسب جگہ وقف کرے تاکہ مطلب صحیح ادا ہو اور قرآن کا اعجاز پورے طور پر ظاہر ہو سکے۔

البتہ باقی رہی ان اماکن وقف وابتداء کی تحدید و تعیین تو اسکے لیے مختلف علوم جیسے قرأت و تفسیر، نحو ولغت، بلاغۃ و معانی جیسے علوم کا جاننا بہت ضروری ہے۔ پھر جاکر صحیح وقف اور صحیح ابتداء کی جاسکتی ہے۔

لیکن چونکہ یہ ایک اجتہادی چیز ہوگی، اس لیے اسمیں علماء کا اختلاف بھی ممکن ہے اور فعلاً یہ اختلافات پائے بھی گئے ہیں اور کتب وقف وابتداء پر جن کی نظر ہے وہ میری اس بات کی تصدیق کرینگے۔ البتہ احادیث کی روشنی میں علماء قراءت کی یہ تصریح موجود ہے کہ فواصل یعنی رؤس الآیات پر ٹھہرا جائے، اس اعتقاد کے ساتھ کہ درمیان آیت میں بھی ٹھہرنا جائز ہے،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بغیر طیکہ ٹھہرتے وقت اور ابتداء کرتے وقت معنی کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔
یہی پسندیدہ ہونے کی وجہ حضرت ام سلمہؓ کی مشہور حدیث ہے، جس میں آپؐ حضور ﷺ کی تلاوت کی کیفیت بیان فرمارہی ہیں، فرماتی ہیں: "كان اذا قرا قطع قراء ته آية آية" (ترمذی، ابواب القراءات ۲۰۹۵، وابوداؤد کتاب الحروف والقراءات، رقم ۴۰۰۱)
اس میں 'کان اذا' کا صیغہ استمرار اور دوام کو بتلارہا ہے، کہ اگر یہ عمل صرف تعلیم کے لیے ہوتا تو ایک مرتبہ بتلادینا کافی تھا، لیکن بار بار اس عمل کو دہرانا اس بات کی طرف اشارہ کررہا ہے، کہ یہ عمل تعلیماً نہیں بلکہ تعبداً تھا۔
لہٰذا راجح قول یہ ہے کہ ہر آیت پر ٹھہرنا مسنون ہے، لیکن اعراض عن التلاوۃ یعنی تلاوت اس وقت ختم کی جائے جب بات مکمل ہو چکی ہو، چاہے نماز میں ہو یا غیر نماز میں۔
یہی پسندیدہ قول ہے۔
اور آیتوں کے علاوہ درمیان آیت میں جو وقف کرنا جائز ہے، اس میں اس بات کا پورا پورا خیال رکھا جائے کہ معنی مکمل ہو چکا ہو یا شبہ مکمل ہو، تاکہ مفہوم میں کسی قسم کا کوئی خلل نہ آئے۔
اسی بات کو بتلانے کے لیے علماء وقف یہ کہتے ہیں، کہ وقف کی چار قسمیں ہیں۔ تام، کافی، حسن اور قبیح۔
تام اس وقف کو کہتے ہیں، جہاں بات مکمل ہو چکی ہو اور مابعد کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق باقی نہ ہو، نہ لفظی اور نہ ہی معنوی، جیسے "مالك يوم الدين" پر وقف کرنا۔
اور اگر مابعد کے ساتھ معنوی تعلق باقی ہو تو پھر وقف کافی کہلائے گا جیسے "في قلوبهم مرض" پر وقف کرنا۔
اور اگر یہ تعلق لفظی ہو تو "وقف حسن" کہلائے گا، جیسے "هدى للمتقين" پر وقف کرنا، جبکہ "الذين يؤمنون" کو "للمتقين" کی صفت کہا جائے۔
اور وقف قبیح اس وقف کو کہتے ہیں، جس میں مابعد کے ساتھ تعلق باقی ہو لفظی بھی اور معنوی بھی۔ اور چونکہ ایسی جگہ پر وقف کرنے سے معنی پورے طور پر سمجھ میں نہیں آسکے گا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس لیے مفہوم مین خلل پیدا ہو جانے کا قوی احتمال ہے۔ اس لیے وقف قبیح سے بچنا بہت ضروری ہے۔ البتہ سابقہ تینوں وقفوں پر ٹھہرنے کی اجازت ہے۔

علماء کرام نے وقف کی تمام اقسام کو خوب کھول کھول کر بیان فرمایا ہے۔ اور وقف کے اعتبار سے اماکن قرآن کی تحدید فرمائی ہے، یعنی اس پہلو سے بھی انہوں نے قرآن کریم کی بڑی خدمت کی ہے، البتہ انکی ان خدمات مبارکہ کو ہم دو قسموں پر تقسیم کر سکتے ہیں۔

ایک تو یہ کہ ان اماکن وقف وابتداء کو علماء نے علمی شرح وبسط کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ جیسے ابو جعفر النحاس نے اپنی کتاب "المکتفی" میں (وغیر ذلک)۔

دوسری قسم یہ ہے کہ ان اماکن وقف وابتداء کو علماء نے بجائے شرح وبسط کے حرفی رموز کے ذریعے مقید فرمایا ہے۔ جیسا کہ آجکل اپنے مصاحف میں دیکھتے ہیں۔

پہلا عمل مقدم اور پرانا ہے، جبکہ دوسرا عمل یعنی استخدام الرموز والا عمل متاخر اور نیا ہے۔

تتبع اور تلاش کے بعد جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ کام یعنی استخدام الرموز سب سے پہلے شیخ محمد ھبطیؒ (متوفی ۹۲۰ھ) نے شروع کیا تھا۔ اس لیے انہوں نے صاد کے سر یعنی (ص) کو بطور علامت وقف کے استعمال کیا تھا، جو کہ بظاہر عربی کے "صہ" بمعنی "اسکت" کا مخفف ہے۔ www.kitabosunnat.com

اس سے یہ تو پتا چل جاتا تھا، کہ یہاں وقف کرنا ہے، لیکن یہ نہیں پتا چلتا تھا کہ اسکی کیفیت کیا ہو گی آیا یہ وقف لازم ہو گی یا وقف جائز؟

اس لیے ہم دیکھتے ہیں، کہ بعد کے علماء نے اس علامت کو چھوڑ کر دوسری علامات کو اختیار کیا، جیسا کہ ۱۳۰۹ھ میں ترکی میں جو مصاحف سید مصطفیٰ بقدور کی زیر نگرانی شائع ہوئے، ان میں ان علامات کو بطور رموز استعمال کیا گیا یعنی لا، ط، ج، م، (" ")ز، ع، ص، پھر ۱۳۵۷ھ بمطابق ۱۹۳۹ میلادی محمد بن خلف الحسینیؒ شیخ القاری المصریۃ کی سربراہی میں جو مصاحف شائع ہوئے ان میں یہ علامتیں ملتی ہیں:

م، لا، ج، صلی، قلی، اور (" ")

یعنی انہوں نے سابقہ علامات میں ردوبدل کر کے بعض علامتیں برقرار رکھیں اور بعض

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حذف کر کے دوسری نئی علامات کا اضافہ کیا، یعنی سابقہ علامتوں میں سے "ط، ز اور غ" کو حذف کر کے "صلی، قلی" کا اضافہ کیا۔

اس کے بعد ۱۳۶۵ھ میں شیخ عبدالجواد بن غازی کی سربراہی میں "مصحف ورش" کے نام سے جو قرآن کریم تونس سے شائع ہوئے، ان میں صرف تین علامتیں ملتی ہیں اور بس، یعنی "م، ح اور ک" اور غالباً "م سے وقف تام" اور ح سے وقف حسن" اور "ک سے وقف کافی" کی طرف اشارہ ہے۔

ان کے بعد مصاحف کی طباعت میں ایک اور رنگ نظر آتا ہے، جن میں علامات ورموز کی بھرمار نظر آتی ہے۔ اس سلسلے میں بغداد سے سن ۱۳۷۰ھ میں شائع ہونے والے مصاحف کو دیکھا جاسکتا ہے، جن میں "علامہ سجاوندیؒ" کی وقوف پر اعتماد کرتے ہوئے پندرہ ۱۵ رموز قرآن کریم میں داخل کیے گئے اور وہ یہ ہیں :

"م، ط، ج، ز، ص، ق، قف، لا، ک، س (" ") ع، ہ، ی، ص لا"۔

پاکستان اور ترکی میں اس وقت جو مصاحف نظر آتے ہیں وہ بھی اسی طرز کے ہیں، گویا کہ انہوں نے بھی بغدادی مصاحف پر اعتماد کیا ہے۔

پھر شیخ عبدالفتاح قاضیؒ کی سربراہی میں مکہ مکرمہ سے ۱۳۹۵ھ میں جو مصاحف شائع ہوئے، انہوں نے بھی علامات ورموز کے سلسلے میں "مصحف مصری" پر ہی اعتماد کیا (جیساکہ ذکر پہلے آچکا ہے) سوائے ایک علامت "س" کے جس کا انہوں نے مصحف مصری پر اضافہ کیا "سکتات حفص" کو بتلانے کے لیے۔

اس کے بعد ۱۴۰۵ھ سے تاحال "مصحف المدینۃ النبویۃ" کے نام سے جو مصاحف مدینہ منورہ سے شائع ہورہے ہیں، ان میں نگراں کمیٹی (جس کے سربراہ ڈاکٹر عبدالعزیز بن عبدالفتاح قاری تھے) نے علامات ورموز کے سلسلے میں مصحف مصری ہی پر اعتماد کرتے ہوئے انہیں باقی رکھا۔ البتہ مصحف مکرمہ میں جو علامت "س" سکتات حفص کے لیے بڑھائی گئی تھی، اسے بھی برقرار رکھا، لیکن اماکن وقف کی تعیین میں ان سے زبردست

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختلاف کیا اور بہت ساری جگہوں سے علامات کو حذف کر دیا جن کی تعداد پانچ سو پچپن (۵۵۵) بنتی ہے۔

یہ ہے وہ اجمالی خاکہ، جس میں مختلف ادوار میں مختلف رموز و علامات اختیار کیے گئے اور اماکن وقف کی تعین میں بھی ہر شخص نے اپنے اپنے اجتہاد سے کام لیا، کیونکہ وقف کا تعلق معنی کے ساتھ ہے اور معنی کے سمجھنے میں ہر شخص کا فہم مختلف ہو سکتا ہے۔ اس لیے ان اختلافات کا پایا جانا ایک طبعی اور فطری امر ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو اقسام پہلے ذکر کیے گئے: یعنی تام، کافی، حسن وغیر ان میں بھی درجے کے لحاظ سے بہت تفاوت پایا جاتا ہے۔ بعض وقف تام ہوتا ہے جیسے "وبالاخرۃ ھم یوقنون" پر وقف، اور بعض اتم ہوتا ہے۔ جیسے "واولئک ھم المفلحون" پر وقف۔ وعلی ھذا القیاس وقف کافی، اور وقف حسن میں بھی تفاوت ملحوظ ہے۔ لہذا اماکن وقف کی تحدید میں اختلاف پایا جانا کوئی مستبعد نہیں۔

پاکستانی مصاحف پر ایک نظر

گزشتہ تفصیلات کو سامنے رکھتے ہوئے، جسکا خلاصہ یہ نکلتا ہے، کہ یہ علامات و رموز اجتہادی چیزیں ہیں کوئی توقیفی نہیں، اس لیے اس میں ردوبدل کی بڑی گنجائش باقی ہے۔ لہذا جو اصلح اور مناسب ہو، اسے اختیار کرنا چاہیے اور جو غلط ہیں انہیں ترک کر دینا چاہیے۔

اس تمہید کے بعد اس میدان کا ایک ادنی طالبعلم ہونے کی حیثیت سے پاکستانی پریس اور پاکستان کے مذہبی امور کے ذمہ داران کی خدمت میں چند تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں:

۱۔ حدیث ام سلمہؓ کی روشنی میں جسکا ذکر پہلے آ چکا ہے کہ ہر آیت پر وقف کرنا مسنون ہے۔ ان تمام آیتوں سے جنکے اوپر رمز "لا" لگایا گیا ہے، حذف کر دیا جائے۔

۲۔ دوسری اہم بات جسکا ذکر میں نے اپنی کتاب "کتاب التجوید" میں بھی کیا ہے، کہ ہمزہ وصلی پر (جبکہ وہ علامت وقف جائز کے بعد یا آیت کی ابتداء میں آئے) زبر ڈال دیا گیا ہے یہ اصول رسم کے بالکل خلاف ہے، کیونکہ رسم میں وصل کا اعتبار کیا جاتا ہے، نہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ وقف کا۔ لہٰذا ان حرکات کو فوراً ختم کر دیا جائے اور ان پر "ص" (یعنی صاد کا سر) بطور علامت وصل لگایا جائے۔ جبکہ اس سے اتنا نقصان ہو رہا ہے، کہ اچھے اچھے قاری اور بڑے بڑے عالم بھی قرآن کریم غلط پڑھتے ہیں، لہٰذا اسے فوراً ختم کیا جائے۔ تاکہ لوگوں کو غلط قرآن پڑھنے سے بچایا جا سکے۔

۳۔ پورے قرآن کریم میں حفص سے چار جگہوں پر سکت بطور وجوب مروی ہے۔ جیسے "سورہ کہف" "سورہ یس"، "سورہ قیامہ" اور "سورہ مطففین" میں (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: کتاب التجوید) لیکن ان کے علاوہ اور جگہوں پر بھی لفظ "سکتہ" کی علامت موجود ہے، جو کہ غلط ہے۔ لہٰذا انہیں بھی حذف کیا جائے، جس سے کہ ایک غلط تاثر پیدا ہو رہا ہے۔

۴۔ اسی طرح رکوع کے لیے جو "ع" کا نشان ہمارے مصاحف میں موجود ہے، اس کی بھی چنداں ضرورت نہیں۔ بلکہ اس سے تو لوگ غلط ابتداء کا شکار ہو رہے ہیں۔ جیسے "سورہ واقعہ" اور "سورہ قیامۃ" کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں، کہ ایک جگہ "ثلۃ من الاولین" سے ابتداء ہو رہی ہے جبکہ اسکا تعلق ماقبل کے ساتھ ہے۔ اور ایک جگہ "فلاصدق" سے ابتداء ہو رہی ہے جبکہ اسکا تعلق بھی ماقبل کے ساتھ ہے، گویا کہ جنہوں نے انہیں واضع کیا ہے، انہوں نے معنی کا بالکل خیال نہیں رکھا۔ اسی طرح اگر غور کیا جائے تو نظر آئے گا کہ اسکے وضع میں تناسب مقدار کا بھی کوئی خیال نہیں رکھا گیا اور پھر یہ کہ جس مقصد یعنی تراویح کے لیے یہ وضع کیے گئے تھے، کوئی بھی اسکا التزام نہیں کرتا لہٰذا اسکا کوئی فائدہ نہیں۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ ایسی غیر ضروری چیزیں بھی دفتین سے نکال دی جائیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ وصحبہ اجمعین.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعارف و تبصرہ

پاکستان میں علم تجوید و قرأت، ماضی حال اور مستقبل

(ایک غیر مطبوعہ پی ایچ ڈی مقالہ)

مقالہ نگار :	قاری محمد طاہر
مقام تحقیق :	ادارہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور
سن تکمیل :	۱۹۹۶ء
صفحات :	۸۰۴
تبصرہ نگار :	ظفر الاسلام اصلاحی

"مراجع و مصادر کی فہرست پر نظر ڈالنے اور مشتملات کے مطالعہ سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اس پی ایچ ڈی مقالہ کے مآخذ کا دائرہ بہت وسیع ہے اور صاحبِ مقالہ نے مختلف ذرائع سے اس کے لئے مواد اکٹھا کرنے میں بڑی محنت و مشقت اٹھائی ہے"

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علم قرآن کو یقینی طور پر جملہ علوم پر فوقیت حاصل ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے "افضلکم من تعلم القرآن وعلمہ" (سنن ابن ماجہ، باب فضل من تعلم القرآن وعلمہ) (تم میں افضل وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور اسے دوسروں کو سکھایا) در حقیقت علم قرآن اپنے وسیع مفہوم میں ان تمام علوم کو شامل ہے جو قرآن پڑھنے و سمجھنے، اس کے معنی و مفہوم کو واضح کرنے اور اس کے علوم و معارف کی اشاعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کا سب سے پہلا و ضروری مرحلہ تلاوت ہے جس کی بحسن و خوبی انجام دہی کچھ اصول و آداب کی پابندی پر منحصر ہے تلاوت قرآن میں انہی اصول و آداب کو عملی طور پر برتنے کو تجوید یا قرأت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسے تلاوت کا زیور اور قرآن کی زینت بھی کہا گیا ہے۔ اس لئے کہ اس کے ذریعہ صحت مخارج کے ساتھ اس طرح قرآن پڑھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی جس سے نہ صرف اس کے الفاظ صحیح طور پر ادا ہو جاتے ہیں بلکہ اس کا صوتی حسن بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔ تجوید و قرأت نے بتدریج ترقی کر کے باقاعدہ فن اور علم قرآن کی ایک مستقل شاخ کی حیثیت اختیار کی۔ اس علم کے فضل و شرف کے لئے یہ بات کافی ہے کہ اس کی نسبت براہ راست قرآن کریم سے ہے اور اس کی نشو و نما نزول قرآن کے عہد مسعود میں ہوئی۔ بعد کے ادوار میں اس نے ارتقاء کے مختلف مراحل طے کیے۔ اسلام کی اشاعت کے ساتھ اسلامی ریاست کے حدود کو بھی وسعت نصیب ہوئی اور جن جن ملکوں اور علاقوں میں مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہوئیں وہاں اس علم کو رواج ملا۔ اہل علم نے اس کی اشاعت کے مختلف ذرائع (تدریس و تمرین اور تصنیف و تالیف) اختیار کیے۔ اسی کے ساتھ اہل حکومت کی دلچسپی و سرپرستی سے اس کے فروغ کی راہیں مزید ہموار ہوئیں۔ برصغیر ہند و پاک میں مسلم عہد حکومت بھی قرآنی علوم (بشمول علم قرأت) کی اشاعت کے لئے معروف رہا ہے اس عہد کے ابتداء ہی سے اس بنیادی علم کے فروغ میں دلچسپی ظاہر ہوئی اور علماء، مشائخ و ماہرین قرأت نے مختلف طور پر اس کی اشاعت میں حصہ لیا۔ مدارس کے علاوہ انفرادی مجالس میں بھی اس کی مشق و تمرین کا سلسلہ جاری رہا اور اہل قلم نے اسے تصنیف و تالیف کا بھی موضوع بنایا۔ مزید براں بعض سلاطین و امراء نے بھی اس علم کی ترویج میں خصوصی دلچسپی کا مظاہرہ کیا جیسا کہ راقم کے مضمون "عہد وسطی کے ہندوستان میں علم قرأت" (ششماہی علوم القرآن ۵، ۱/، جنوری، جون ۱۹۹۰ء صفحہ ۱۰۸-۱۲۶) میں اس کی تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں۔ در حقیقت ہندوستان میں مسلم حکومت کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قیام اور ایک طویل عرصہ تک اس کے بقا کی ایک بہت بڑی دین یہ بھی ہے کہ اس عہد میں مختلف سطح پر دینی علوم کی اشاعت کے لئے جو خدمات انجام دی گئیں ان کے فیوض و برکات بعد کے زمانہ میں بھی جاری رہے اور آج برصغیر ہندو پاک اس باب میں (بلکہ دوسرے میدانوں میں بھی) عہد وسطیٰ کے ہندوستان کا مرہون منت ہے۔اس عہد کی دینی و علمی خدمات میں اہل علم کی دلچسپی پہلے ہی سے قائم تھی اور خوشی کی بات یہ ہے کہ ادھر اس میں مزید اضافہ ہو رہا ہے۔اب جدید جامعات میں ان پر ریسرچ و تحقیق کا سلسلہ بھی بڑھ گیا ہے بالخصوص اس عہد کی قرآنی خدمات یا اس دور میں قرآنی علوم کے ارتقاء سے متعلق کسی موضوع کو پی ایچ ڈی کے لئے منتخب کرنا بہت ہی خوش آیند ہے اس لئے کہ پہلے اس طرح کے موضوعات پر بہت کم توجہ دی جاتی تھی۔اب ماشاء اللہ ہندو پاک کی مختلف یونیورسٹیوں میں (بالخصوص شعبہ اسلامیات و عربی میں) قرآنیات یا قرآنی علوم پر ریسرچ و تحقیق کی داد دینے والوں کی کمی نہیں محسوس ہوتی۔زیر مطالعہ تحقیقی مقالہ (پاکستان میں علم تجوید و قرأت۔ماضی، حال اور مستقبل) اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے جس پر پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے ۱۹۹۸ء میں پی ایچ ڈی کی سند تفویض ہو چکی ہے۔مقالہ نگار پاکستان کے معروف عالم، ممتاز مصنف و ماہر قرأت پروفیسر قاری محمد طاہر (مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد) ہیں، جنھوں نے پنجاب یونیورسٹی کے ادارہ علوم اسلامیہ سے پروفیسر جمیلہ شوکت صاحبہ کی زیر نگرانی یہ تحقیقی کام مکمل کیا۔مقالہ نگار کا ایک بہت بڑا وصف یہ ہے کہ وہ بذات خود اس فن میں امتیازی شان رکھنے کے ساتھ زبان و قلم کے ذریعہ اس کی ترویج و اشاعت میں مسلسل معروف رہتے ہیں۔انہی کی ادارت میں "التجوید" کے نام سے ایک ماہانہ رسالہ بھی شائع ہوتا ہے جس کے ہر شمارہ کا بیشتر حصہ علم قرأت کے ساتھ مختص ہوتا ہے۔

پیش نظر تحقیقی مقالہ ۸۰۴ صفحات اور دو جلدوں پر مشتمل ہے اس کے مشتملات ۶ ابواب میں منقسم ہیں جن کی تفصیلات حسب ذیل ہیں:۔

باب اول	تجوید و قرأت کا تعارف
باب دوم	تجوید و قرأت کی ضرورت
باب سوم	علم القرأت ، آغاز و ارتقاء
باب چہارم	تجوید و قرأت پاکستان میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب پنجم مشہور مدارس قرأت

باب ششم تحریص وترغیبات

گر چہ یہ مقالہ خاص طور سے پاکستان میں علم قرأت کے آغاز وارتقاء کے سیاق میں لکھا گیا ہے لیکن ابتدائی ابواب کے مباحث نے اسے علم قرأت کی نشوونما اور مختلف ادوار میں اس کے ارتقاء کی تاریخ کا مستند مرقع بنادیا ہے۔ نزول قرآن کے عہد مبارک سے لے کر ائمہ قرأت عشرہ اور ان کے رواۃ کے زمانہ (تیسری صدی ہجری کا اختتام) تک کی تاریخ علم قرأت ان ابواب میں زیر بحث آگئی ہے۔

اولیں باب (تجوید و قرأت کا تعارف) میں مقالہ نگار نے لفظ "تجوید" کی لغوی واصطلاحی تشریح پیش کی ہے اور تجوید و ترتیل کا فرق بھی واضح کیا ہے "تجوید" کی تشریح میں اہل لغت اور "ترتیل" کی وضاحت میں مفسرین کے اقوال بکثرت نقل کئے گئے ہیں بلکہ موخر الذکر لفظ پر بحث کا بیشتر حصہ قرآن کریم کی مشہور آیت "ورتل القرآن ترتیلا" (المزمل-۴) کی تفسیر پر مبنی ہے اور اس ضمن میں متعدد قدیم وجدید مفسرین کی آراء سے تعرض کیا گیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں برصغیر کے کئی ایک مفسرین کا حوالہ ملتا ہے لیکن عہد وسطی کے کسی مفسر کا قول مذکور نہیں ہے دوسرے مفسرین کے اقوال نقل کرنے میں ترتیب زمانی (یا اور کوئی ترتیب) مفقود نظر آتی ہے۔

مقالہ نگار نے ان مفسرین سے اتفاق کیا ہے جو "ترتیل" کو تجوید کے ہم معنی یا قریب المعنی تصور کرتے ہیں اور ترتیل میں مخارج کی درستگی و وقوف کا لحاظ، حرکات اور تشدید ومدات کی رعایت، خوش آوازی، تھوڑی سی بلند آوازی اور مضامین خوف ورجاء پر طلب پناہ ودعا کو شامل سمجھتے ہیں۔ مقالہ نگار نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ لفظ تجوید اصطلاحی معنی میں قرآن میں استعمال نہیں ہوا ہے لیکن ترتیل سے بخوبی اس کا مفہوم واضح ہوتا ہے۔ مقالہ نگار اس باب میں کسی قطعی نتیجہ تک پہنچنے میں قاصر رہے ہیں کہ تلاوت قرآن کی نسبت سے لفظ تجوید کب سے اصطلاحی معنی میں مستعمل ہونا شروع ہوا اور یہ کہ کس نے سب سے پہلے اسے اس معنی میں استعمال کیا (۱/۱۳، ۴۸، ۴۹)۔

اس باب میں تجوید وترتیل کے ساتھ لفظ "قرأت" کے لغوی واصطلاحی پہلو پر بھی بحث بہت مفید ہوتی۔ یہ بحث اس باب میں اس لحاظ سے اور زیادہ بامعنی کہی جاسکتی ہے کہ آج کل لفظ قرأت اپنے اصطلاحی مفہوم میں اردو میں زیادہ معروف و مستعمل ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسرے باب (تجوید و قرأت کی ضرورت) میں تجوید و قرأت کی اہمیت حدیث نبوی ﷺ اور اقوال فقہاء کے حوالہ سے واضح کی گئی ہیں۔اس سلسلہ میں سب سے پہلے ۱۴۴ احادیث کا متن مع اردو ترجمہ منقول ہے۔یہ احادیث خاص طور سے تلاوت قرآن میں ترتیل، حسن صوت کی فضیلت واہمیت، نبی کریم ﷺ کے انداز قرأت اور بعض آیات کی تلاوت میں قرأت کے اختلاف سے تعلق رکھتی ہیں ان تمام احادیث کو نقل کرنے کے بعد ان کا تجزیہ واخذ نتائج اِس مبحث کا ایک اہم حصہ ہے۔ لیکن قرأت کی اہمیت کے باب میں سب سے پہلے موخر الذکر نوع کی احادیث کا بیان محل نظر ہے۔مقالہ نگار نے "سبعۃ احرف" کے مطابق تلاوت قرآن والی روایات سے اختلاف قرأت کا جواز ثابت کیا ہے اور یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ تمام قرائتیں رسول اکرم ﷺ سے منقول ہیں اور ان تمام منقول قرأت کے مطابق تلاوت کرنا صحیح ہے (۲/۱۲،۹۶-۹۷)۔اسی ضمن میں انھوں نے اس نکتہ پر خاص زور دیا ہے کہ تلاوتِ قرآن میں تحسین صوت یعنی اچھی آواز پیدا کرنے کی کوشش کرنا مستحسن عمل ہے جس کا ثبوت رسول اکرم ﷺ کے قول و عمل دونوں سے ملتا ہے آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کو اس کی ترغیب دیتے تھے کہ وہ تلاوت میں حسن صوت کا مظاہرہ کریں اور ترتیل کے اصول کا خیال رکھیں۔مزید براں آپ ماہرین قرأت صحابہ سے قرآن پڑھوا کر سننے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔

اس باب کے مباحث کا ایک بہت ہی قیمتی حصہ ان غلطیوں کی نشاندہی ہے جو اصول تجوید کی خلاف ورزی سے پیدا ہوتی ہیں۔مقالہ نگار نے قریب المخرج حروف کو چھ گروپ (ا+ع، ء+ت، ط+ث، س، ص+ح، ہ+ذ، ز، ض، ظ+ق، ک) میں تقسیم کرکے ہر گروپ کے حروف کے صحیح مخرج اور ان کی ادائیگی کے طریقے کو الگ الگ واضح کیا ہے اور پھر قرآن کریم سے مثالیں دے کر یہ بیان کیا ہے کہ ہر گروپ کے حروف کے مخارج کو ایک دوسرے سے گڈمڈ کرنے یا تبدیل کرنے سے کیسے کیسے معنوی وسمعی تغیرات پیدا ہوتے ہیں۔جو بعض صورتوں میں آیات کے معنی و مفہوم کو بالکل بدل دیتے ہیں اور بعض اوقات ان کے صوتی حسن کو متاثر کرتے ہیں (۲/۱۰۱-۱۲۴)مزید براں اعراب و وقف کی تبدیلی سے جو معنوی وسمعی تغیرات رونما ہوتے ہیں وہ بھی اس باب میں زیر بحث آئے ہیں۔اس بحث کے آخر میں مقالہ نگار نے فقہی نقطہ نظر سے بھی اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے کہ مخرج، اعراب اور وقف میں تبدیلی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ تلاوت کرنا جائز ہے یا ناجائز اور اس نوع کی اغلاط کے ساتھ نماز کی ادائیگی درست ہو گی کہ نہیں؟ اس سلسلہ میں مقالہ نگار نے مختلف فقہاء و علماء کی آراء سے بہت تفصیل سے بحث کی ہے اور ان کی روشنی میں یہ نتائج پیش کئے ہیں کہ تلاوت قرآن میں مخارج کی درست ادائیگی متفقہ طور پر واجب ہے۔ جو شخص پوری محنت و مشقت کے باوجود حروف کی صحیح ادائیگی پر قادر نہ ہو وہ معذور ہے۔ البتہ اس کے لئے مسلسل کوشش جاری رکھنی چاہئے۔ لیکن صحت مخارج پر قدرت کے باوجود لاپرواہی برتنا یا انہیں صحیح طور پر ادا نہ کرنا سخت گناہ ہے ایسے شخص کی نماز درست نہ ہو گی اور نہ اس کی امامت صحیح ہو گی۔ (۱۳۳-۱۳۲/۲)

زیر مطالعہ تحقیقی مقالہ کا تیسرا باب (علم القرأت۔ آغاز و ارتقاء) اس لحاظ سے کافی اہم ہے کہ اس سے علم قرأت کی نشو ونما اور ابتدائی صدیوں میں اس کے ارتقاء کی پوری تاریخ سامنے آجاتی ہے۔ یہ باب چار حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصہ میں عہد رسالت اور اوّلین دو خلفاء راشدین کے زمانہ میں علم قرأت کا فروغ، قرأت کا معروف طریقہ، اس باب میں نبی اکرم ﷺ کا منہج تعلیم و تربیت، اس علم میں صحابہ کی رغبت، اس کی اشاعت میں ان کی دلچسپی اور اس دور کے ماہرین قرأت کا تذکرہ ملتا ہے

زیر بحث باب کے دوسرے حصہ میں عہد عثمانی کے حوالہ سے تدوین قرآن اور اس کی غرض و غایت پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسی کے ساتھ کتابت قرآن کی نسبت سے علم الرسم و علم الضبط کے مسائل پر بھی بڑی مفید بحث ملتی ہے اس بحث میں اسے بھی قرآن کریم کا ایک اعجاز بتایا گیا ہے کہ صدیاں گذر جانے کے بعد بھی اس کے رسم (یا لکھنے کے مخصوص طریقے) میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔ قرآن مجید کے ہر نسخہ یا مصحف کی کتابت رسم مصحف عثمانی کے مطابق بدستور جاری ہے۔ اسی ضمن میں مقالہ نگار نے یہ صراحت بھی کی ہے کہ علم الضبط (حروف قرآنی پر زیر، زبر، پیش جزم، تشدید وغیرہ کا استعمال) بہت بعد میں وجود میں آیا اور اس کا خاص مقصد ایسے لوگوں کے لئے تلاوت میں آسانی پیدا کرنا تھا جو عربی زبان و اس کے قواعد سے نابلد ہوں۔ اسی لئے مختلف مقامات کے علم الضبط میں اختلاف رہا جیسا کہ مشاہدہ میں آتا ہے کہ عرب میں طبع ہونے والے نسخوں کی علامات ضبط برصغیر ہندو پاک کے نسخوں سے مختلف ہوتی ہیں اسی اعتبار سے افریقہ، یورپ اور ایشیا کے مطبوعہ نسخوں میں فرق پایا جاتا ہے۔ (۲۲۹-۲۲۸/۳) اسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ذیل میں علم الضبط پر کتابوں کا ذکر کرتے ہوئے صاحب مقالہ نے یہ تحریر کیا ہے کہ تلاش بسیار کے باوجود انہیں اس موضوع پر اردو میں کوئی کتاب نہ مل سکی۔ یہاں یہ وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ کتابت مصاحف اور علم الضبط کے عنوان سے حافظ احمد یار مرحوم کا بہت ہی مبسوط و محققانہ مقالہ سہ ماہی فکر و نظر، اسلام آباد (۲۳/۲ اکتوبر۔ دسمبر ۱۹۸۷ء صفحہ ۷۱-۱۴۸) میں شائع ہوا ہے۔ ۷۸ صفحات پر مشتمل یہ مقالہ کسی بھی نوعیت سے اس موضوع پر کسی کتاب سے کم نہیں ہے۔ اس باب کے آخری حصہ میں عرب کے مختلف قبائل کے لہجات و لحن، اختلاف قرأت اور سبعۃ احرف کا مفہوم و مدلول جیسے اہم مسائل پر بھی مفصل بحث کی گئی ہے سبعۃ احرف پر قرآن کریم کا نزول اور ان کے مطابق تلاوت کی اجازت کا ذکر مختلف احادیث میں ملتا ہے لیکن خود اس لفظ کے معنی و مفہوم کی تعیین میں علماء میں کافی اختلاف رہا ہے اور یہ ان کے درمیان بحث کا ایک اہم موضوع بھی رہا ہے امام سیوطی کے بیان کے مطابق اس سے متعلق علماء کے چالیس اقوال ملتے ہیں اس ضمن میں معروف اقوال کے ناقدانہ جائزہ کے بعد مقالہ نگار نے اس قول کو زیادہ قوی قرار دیا ہے جس کے مطابق ابتداء اسلام میں عرب کے مختلف قبائل کی آسانی کے لئے یہ اجازت دی گئی تھی کہ وہ اپنے علاقائی زبانوں کے مطابق مترادف الفاظ کے ساتھ قرآن کی تلاوت کر لیا کریں۔ لیکن حضور اکرم ﷺ نے عرضۂ اخیرہ میں (جبکہ اہل عرب قرآن کی زبان کے پوری طرح عادی ہو چکے تھے) جب جبرئیل امین علیہ السلام سے قرآن کا دورہ کیا تو اس اجازت کو منسوخ فرمادیا اور تلاوت کے لئے صرف وہی طریقہ جس پر قرآن نازل ہوا تھا یعنی لغت قریش کو باقی رہنے دیا۔ گویا سات حروف والی اجازت اس پہلے زمانہ ہی سے متعلق تھی (ص ۲۸۳-۲۸۴، ۲۸۵-۲۸۶) تدوین علم قرأت اس باب کا سب سے آخری حصہ ہے جس میں قراءات سبعۃ و عشرہ، ان کے ائمہ و رواۃ کی حیات و خدمات اور فن قرأت و تجوید پر مولفہ اہم کتب کا تذکرہ ملتا ہے باب سوم کے یہ تمام مباحث بڑے قیمتی واہم ہیں جو علم قرأت کے آغاز وارتقاء پر مستند دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن مقالہ کے اصل موضوع کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر ان میں اختصار سے کام لیا گیا ہوتا تو زیادہ مناسب ہوتا۔

پیش نظر مقالہ کا چوتھا باب "تجوید و قرأت پاکستان میں" ہے۔ اصلاً یہیں سے مقالہ کا اصل مبحث شروع ہوتا ہے۔ اس باب میں برصغیر پاک وہند میں علم قرأت کے اشاعت کی مختلف

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جہات کا جائزہ لیا گیا ہے جن میں مدارس وانفرادی مراکز کی خدمات، ماہرین قرأت کی تدریسی وتحریری سرگرمیاں اور اس موضوع پر اہل علم کی نگارشات زیر بحث آئی ہیں۔اس باب میں سب سے پہلے مقالہ نگار نے برصغیر کے ان مدارس ومراکز کی سرگرمیوں کا جائزہ لیا ہے جو تقسیم سے قبل علم قرأت کی اشاعت کے لئے معروف تھے اور جن کے توسط سے مختلف علاقوں میں اس علم کی ترویج ہوئی ان مدارس واداروں میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بھی شامل ہے۔مقالہ نگار کی تحقیق کے مطابق بانی ادارہ سرسید احمد خاں خود قاری تھے اور انہوں نے شاہ مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین سے قرأت کی سند حاصل کی تھی۔ان کے بیان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مسلم یونیورسٹی میں قرأت کی تعلیم کے لئے مستقل شعبہ ۱۹۳۱ء میں قائم ہوا اور اس میں اوّلین تقرری قاری ضیاء الدین احمد کی عمل میں آئی (ص ۳۶۴)۔انسٹی ٹیوٹ گزٹ علی گڑھ شمارہ ۶ر جنوری ۱۹۱۵ء ، ۳ر فروری ۱۹۱۵ء) کے حوالہ سے ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی مولانا محمد سعود عالم قاسمی صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی بننے سے قبل ہی ایم اے او کالج میں قرأت کی تعلیم کا باقاعدہ نظم نواب محمد اسحاق خاں کی سکریٹری شپ کے زمانہ (۱۹۱۴-۱۹۱۸) قائم ہو چکا تھا اور اس کے لئے سب سے پہلے قاری احمد میاں مقرر ہوئے تھے۔اس باب میں غیر منقسم ہندوستان میں علم قرأت کی اشاعت کے ضمن میں عہد وسطی کے ہندوستان کی خدمات کا مختصر جائزہ، بہت موزوں و بر محل ہوتا بلکہ اس مبحث کی ضرورت وافادیت ایک علیحدہ باب کی طالب ہے واقعہ یہ ہے کہ درو جدید کے بر صغیر میں علم کی کسی شاخ (بالخصوص دینی علوم سے متعلق) کی ترقی کا مطالعہ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسے اس خطہ میں مسلم عہد حکومت سے مرتبط نہ کیا جائے۔اس لئے کہ آج اس علاقہ میں مختلف علوم وفنون کی ترقی کے جو مظاہر نظر آرہے ہیں ان سب کے سوتے اگر بغور دیکھا جائے تو اس دور سے مل جائیں گے۔علم تجوید وقرأت کے میدان میں بھی اس دور کی خدمات کچھ کم اہم نہیں ہیں معاصر وغیر معاصر مآخذ میں اس سے متعلق وافر مواد موجود ہے اس کا کچھ اندازہ راقم کے محولہ بالا مضمون (عہد وسطی کے ہندوستان میں علم قرأت) سے لگایا جاسکتا ہے۔

علم قرأت کی نسبت سے دیوبند، سہارن پور، پانی پت، لکھنؤ، علی گڑھ اور حیدر آباد کے مدارس وعلمی مراکز کے تذکرہ میں ان ماہرین قرأت کی تدریسی وتالیفی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے جوان سے منسلک تھے۔ہر مدرسہ یا ادارہ کا مختصر تعارف بھی اس بحث کا ایک مفید حصہ ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حیدر آباد کے ضمن میں ۱۹۴۷ء میں قائم ہونے والی آندھرا پردیش سوسائٹی کی سرگرمیوں کا ذکر برمحل نہیں معلوم ہوتا (۲۷/۳، ۳/۴) اس لئے کہ یہ پوری بحث ما قبل تقسیم کے زمانہ سے تعلق رکھتی ہے۔ برصغیر میں رواج پانے والے قرأت کے دو مخصوص مکاتب (مصری، پانی پتی) کا تعارف، ان کے امتیازی پہلو کی وضاحت اور ان سے نسبت رکھنے والے قراء کی خدمات کا تفصیلی مطالعہ اس باب کا ایک نہایت اہم حصہ ہے۔ مکتب مصری اہل عرب بالخصوص مصری قراء کے لب ولہجہ کی نمائندگی کرتا ہے جب کہ پانی پتی خالص عجمی طرز قرأت ہے جو پانی پتی قراء سے منسوب ہے دونوں مکاتب اصلاً تقسیم ہند سے قبل ظہور میں آئے اور دونوں کے سرخیل بالترتیب عبدالرحمٰن مکی و عبدالرحمٰن پانی پتی ہیں۔ انہی مکاتب قرأت کے حوالہ سے اس باب میں دس ایسے ممتاز قراء کی حیات و خدمات سے متعلق مفید معلومات بھی جمع کی گئی ہیں جو پاکستان سے تعلق رکھتے تھے یا تقسیم سے قبل وفات پاچکے تھے لیکن علم قرأت پر ان کی تصانیف پاکستان میں معروف و متداول ہیں۔ اس تذکرہ میں موجودہ پاکستان کے کسی قاری کے احوال و آثار نہیں ملتے جب کہ مقالہ کے عنوان میں "ماضی، حال اور مستقبل" سب شامل ہے اس کے پیش نظر دور جدید کے کم از کم ممتاز پاکستانی قراء کا ذکر ضروری تھا۔

پاکستان میں علم تجوید و قرأت پر تصنیفی و تالیفی کاموں کا جائزہ بھی اسی باب کا ایک حصہ ہے۔

اس کے تحت عربی کتب کے تراجم و حواشی، قرأت و تجوید پر مستقل تصانیف اور قراء کی سوانح کا احاطہ کیا گیا ہے۔ علم تجوید و قرأت پر مختلف نوع کی تقریباً ۹۰ کتابوں کا تعارف کرا یا گیا ہے ان کے خاص خاص مباحث کی وضاحت کے ساتھ مقالہ نگار نے اہم کتابوں کے مشتملات کا تنقیدی جائزہ بھی پیش کیا ہے۔ لیکن ان کتابوں کی تعارف میں ایک بہت بڑی کمی یہ پائی جاتی ہے کہ بیشتر کے ضمن میں ان کا مقام و سن اشاعت درج نہیں ہے۔ مزید براں مصنف کا یہ بیان بھی تحقیق طلب ہے کہ "۱۹۵۴ء تک اردو زبان میں علم قرأت پر صرف چار معتبر کتب لکھی گئیں" (۴/۴۵۰) یہاں یہ ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ "اردو میں قرآنی مطبوعات۔ کتابیات" (مرتبہ ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی) کی پانچویں قسط (شائع شدہ علوم القرآن ۱۰/۱۔۲ جنوری۔دسمبر ۱۹۹۵ء) علم قرأت و تجوید سے متعلق ہے اس میں ۱۹۵۴ء سے قبل شائع ہونے والی ۳۰ کتب مندرج ہیں اور اس میں بہت سی کتب "بدون تاریخ" بھی ذکر کی گئی ہیں اور ان میں بھی ۱۹۵۴ء سے قبل شائع ہونے والی کتابوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی شمولیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ بہر حال ان کتابوں کے دیکھنے کے بعد ہی یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان میں کتنی معیاری ہیں اور کتنی غیر معیاری۔ اس باب کی آخر میں پاکستان کی مختلف لائبریریوں میں اس موضوع پر دستیاب مخطوطات و قلمی نسخوں کی نشاندہی کی گئی ہے اور جدید ٹکنالوجی کے ذریعہ قراء کی آواز محفوظ کرنے اور ابلاغ عامہ کے نئے ذرائع سے علم قرأت کے فروغ پر بھی مختصر بحث ملتی ہے۔ آخر میں اس خیال کا اظہار بھی مناسب معلوم ہوتا ہے اس باب میں علم قرأت پر تصنیفی و تالیفی کاموں کا جائزہ تقریباً ۱۳۵ صفحات میں پھیلا ہوا ہے بہتر ہو تا کہ اس کے لئے ایک مستقل باب مختص کیا جاتا۔

پانچواں باب (مشہور مدارسِ قرأت) علم قرأت کی اشاعت میں پاکستان کے موجودہ مدارس کی خدمات کے مفصل مطالعہ پر مشتمل ہے۔ پاکستان کے چار صوبوں (بلوچستان، لاہور، سرحد، سندھ) کے مدارس کے بارے میں ضروری تفصیلات اکٹھا کر کے مقالہ نگار نے ان مدارس کو ان کے نصاب میں علم قرأت کی حیثیت یا ان میں قرأت کے معیارِ تعلیم کے اعتبار سے ۶ حصوں میں منقسم کیا ہے۔ (۱) مختص بالقرأت جہاں سبعہ و عشرہ تک تعلیم دی جاتی ہے (۲) مختص بالقرأت جہاں سبعہ کی تدریس و تمرین کا اہتمام ہے۔ (۳) مختص بالقرأت جہاں روایت حفص پڑھائی جاتی ہے (۴) ایسے مدارس جہاں دیگر علوم کے ساتھ سبعہ و عشرہ کا درجہ بھی ہے (۵) ایسے مدارس جہاں دیگر علوم کے ساتھ سبعہ کی تعلیم بھی ہوتی ہے۔ (۶) ایسے مدارس جہاں دیگر علوم کے ساتھ روایت حفص پڑھائی جاتی ہے۔ مقالہ نگار کی تحقیقات کے مطابق ۱۹۹۵ء تک پاکستان میں مدارس کی تعداد تقریباً تین ہزار تھی لیکن ان میں سے صرف ۳۴ ہی ایسے مدارس ہیں جو ان کی قائم کردہ اقسام میں سے کسی نہ کسی ایک پر منطبق ہوتے ہیں۔

یہاں اس جانب اشارہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مکمل سبعہ و عشرہ قراءات کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے مقالہ نگار نے یہ تحریر کیا ہے "راقم نے ایسے مدارس کی تلاش میں پورے ملک کے شہروں و قصبوں کا سفر کیا اور مدارس کے حالات و کوائف جمع کیے۔ ان معلومات کی بنیاد پر یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ پورے پاکستان میں اس قسم کا ایک بھی مدرسہ نہیں ہے جسے مختص بالقراءات کہا جا سکے۔ جہاں سبعہ و عشرہ قراءات تا حد کمال پڑھائی جاتی ہو" (۵/۵۹۷)۔ مقالہ نگار کا یہ بیان صوبہ پنجاب کے مدارس سے متعلق ان کی پیش کردہ تفصیلات

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے میل نہیں کھاتا جس کے مطابق اس صوبہ میں کم از کم چار مدارس ایسے ہیں جو مختص بالقراءات سبعہ وعشرہ کے زمرہ میں آتے ہیں (ص ۶۰۹-۶۱۸، ۶۶۱، ۶۸۲)۔ یہ بڑی اہم بات ہے کہ ان مدارس کے بارے میں مقالہ نگار کی فراہم کردہ معلومات ان کے ذاتی سفر، اہل مدارس سے ملاقات، مدارس کے ریکارڈ کے معائنہ اور ان سے متعلق سرکاری و غیر سرکاری ریفرنس کتب کے مطالعہ پر مبنی ہیں جن سے مواد کے اکٹھا کرنے میں مقالہ نگار کی جانفشانی و دیدہ ریزی کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

آخری باب (تحریص وترغیبات) میں علم قرأت کے فروغ کے ان غیر روایتی ذرائع پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے جو موجودہ پاکستان میں اختیار کیے جا رہے ہیں۔ ان میں قراء کی تنظیموں کی سرگرمیاں، محافل قرأت کا اہتمام، مقابلہ حسن قرأت کا انعقاد، جدید ذرائع سے دنیا کے ممتاز ترین قراء کی قرأت کی ریکارڈنگ اور الیکٹرانک میڈیا کی ذریعہ ان کی نشر و اشاعت شامل ہے۔ اس باب میں قرأت سے متعلق جن تنظیموں اور مجالس کا خاص طور سے تعارف کرایا گیا ہے وہ ہیں:۔ مجلس حسن قرأت ملتان، تنظیم القراء پاکستان، لاہور مجلس خدام القرآن، لائل پور، اتحاد القراء، لاہور، انٹر نیشنل قرآن ریسائٹرس ایسوسی ایشن (اقرا)، بزم ندائے مسلم پاکستان، لاہور، انجمن صوت القراء پاکستان، لاہور جمعیۃ القراء پاکستان، لاہور، جمعیۃ القراء پاکستان، ملتان، تعلیم القرآن ٹرسٹ، لاہور، تعلیم القرآن خط وکتابت اسکول لاہور۔ ان میں موخر الذکر تنظیم (جسے مراسلاتی کورس کا ادارہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا) اس لحاظ سے خصوصی ذکر کی مستحق ہے کہ یہ عیسائیت کی تبلیغ کے لئے بائبل سوسائٹی کی جانب سے جاری کردہ مراسلاتی کورس کے رد عمل میں قائم کیا گیا۔ اس کا خاص مقصد خط وکتابت اور دوسرے ذرائع سے مختلف علاقے کے لوگوں میں تعلیم قرآن کی سہولتیں بہم پہنچانا اور انہیں اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانا تھا۔ لیکن بعد میں اس تنظیم نے اپنی بیشتر توجہات جیل کے قیدیوں کی تعلیم کے لئے مرکوز کرلیں۔ خط وکتابت کے ذریعہ قرآن کی تعلیم دینے کے علاوہ اس اسکول کے زیر اہتمام مختلف جیلوں میں ان کے لئے قاری و معلم مقرر کئے گئے جو انہیں ناظرہ، حفظ و قرأت کی تعلیم دیتے تھے مقالہ نگار کی تحقیق کے مطابق بیس سال کے عرصہ (۱۹۷۴ء-۱۹۹۳ء) میں تقریباً پچاس ہزار قیدی تعلیم قرآن کے اس نظم سے مستفید ہوئے (۷۰۶/۷۰۸-۷۱۰)۔

"ترغیبات" کے ضمن میں مقالہ نگار نے کچھ ایسے سرکاری اقدامات سے بحث کی ہے جو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پاکستان میں علم قرأت کی ترویج میں معاون ثابت ہوئے۔ان میں خاص طور سے انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی،اسلام آباد کی فیکلٹی آف اصول الدین میں بی اے کی سطح پر قرأت کو داخلِ نصاب کرنا اور اس کے شعبۂ تفسیر و حدیث میں اسے لازمی مضمون کی حیثیت دینا اور مختلف اسکولوں میں طلبہ کو اس فن کی تعلیم وتربیت کے لئے قراء مقرر کرنا قابل ذکر ہے۔اس سلسلہ میں صاحب مقالہ نے سابق صدر پاکستان جناب محمد ضیاء الحق مرحوم کے قرآن کریم سے گہرے تعلق اور علم قرأت میں ان کی دلچسپی کا خصوصی ذکر کیا ہے ان کے دور صدارت سے ہر سرکاری اجلاس کی کاروائی کی ابتداء قرآن کریم کی تلاوت سے ہونے لگی۔انھوں نے ریڈیو ٹی وی پر قوم سے خطاب کا آغاز تلاوت قرآن سے کرنے کی روایت قائم کی اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں بھی اپنے خطاب سے قبل قرأت قرآن کا اہتمام کیا۔انہی کے دور میں قرأت کی اعلیٰ تعلیم کے لئے بعض قراء حکومت کے خرچ پر جامعہ ازہر مصر بھیجے گئے۔مزید براں سرکاری سطح پر مقابلہ تجوید و قرأت کا انعقاد اور تعلیمی اداروں میں داخلہ وغیرہ کے وقت حفاظ کو ۲۰ اضافی نمبروں کی رعایت بھی انہی کے زمانہ کی یادگار ہے۔(۷۵۵/۶-۷۵۹)۔

پیش نظر آخری باب کا ایک حصہ پاکستان سے شائع ہونے والے ان دینی جرائد و مجلات کے تعارف سے تعلق رکھتا ہے جن میں تجوید و قرأت کی موضوع پر مضامین شائع ہوئے ہیں۔ یہ حصہ بھی بہت معلوماتی ہے لیکن اس میں بعض ایسے رسائل کا تعارف غیر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جن میں زیر بحث موضوع پر ایک بھی مضمون شائع نہیں ہوا ہے۔(۷۲۶/۶-۷۲۷، ۷۳۱-۷۳۲، ۷۳۳-۷۳۹، ۷۴۰)۔مزید براں اس حصہ کو چوتھے باب (جس میں تجوید و قرأت پر مطبوعہ کام کا احاطہ کیا گیا ہے) کے ساتھ ملحق کیا جاتا تو زیادہ بہتر ہوتا۔

تجوید و قرأت سے مقالہ نگار کا والہانہ لگاؤ اور اس کی اشاعت وترویج میں ان کی گہری دلچسپی ان معروضات و تجاویز سے بخوبی عیاں ہوتی ہے جو مقالہ کے آخر میں پیش کی گئی ہیں۔یہ اہل مدارس ارباب حکومت، ماہرین قرأت اور ان تمام لوگوں کے لئے لائق توجہ و قابل غور ہیں جو پاکستان میں علم تجوید و قرأت کے مزید فروغ کے خواہاں ہیں اور اس علم کو اس بلند مقام پر دیکھنا چاہتے ہیں جس کا وہ صحیح معنوں میں قرآن کی نسبت سے مستحق ہے۔

حب روایت مسلمہ زیر مطالعہ مقالہ کے آخر میں مراجع و مصادر کی ایک طویل فہرست

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ملتی ہے جس میں کتابوں کے علاوہ متعلقہ رسائل و جرائد، مدارس، علمی مراکز و تنظیموں کے تعارف نامے و ریکارڈ، مجالس قرأت و مقابلہ جاتی پروگراموں کی رودادیں، قلمی دستاویزات اور سرکاری ریکارڈ بھی شامل ہیں۔ کتابوں کے ضمن میں عربی، فارسی و اردو کتب کی علیحدہ علیحدہ فہرست دینا زیادہ مفید ہوتا۔ رسائل کے تحت صرف ایک ہندوستانی رسالہ (معارف اعظم گڑھ) کا اندراج ملتا ہے۔ جب کہ ہندوستان سے شائع ہونے والے ایسے رسائل کی کمی نہیں جن میں علم تجوید و قرأت پر مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں اس کا کچھ اندازہ علوم القرآن میں چھ قسطوں میں شائع شدہ (جلد ۱/۲ تا ۲/۴) "اشاریہ قرآنی مضامین" (مرتبہ ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی) سے لگایا جاسکتا ہے پاکستانی رسائل میں سہ ماہی فکر و نظر، اسلام آباد اور ہندوستانی مجلات میں ششماہی علوم القرآن کا مراجع و مصادر میں عدم ذکر تعجب خیز ہے یہاں علوم القرآن کی نسبت سے یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ جولائی ۱۹۸۵ء سے اس کی اشاعت بدستور جاری ہے اس کے متعدد شماروں میں مضامین، تعارف و تبصرہ، اشاریہ و خبرنامہ کی صورت میں علم تجوید و قرأت پر کافی مواد دستیاب ہے۔ بہر حال اس کمی کے باوجود مراجع و مصادر کی فہرست پر نظر ڈالنے اور مشتملات کے مطالعہ سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اس پی ایچ ڈی مقالہ کے مآخذ کا دائرہ بہت وسیع ہے اور صاحب مقالہ نے مختلف ذرائع سے اس کے لئے مواد اکٹھا کرنے میں بڑی محنت و مشقت اٹھائی ہے اور اس میدان میں ان کی طلب و جستجو صرف کتب تک محدود نہیں رہی ہے بلکہ اسفار، ملاقات و مراسلات کے نیک سلاسل بھی انھوں نے قائم کئے۔ واقعہ یہ کہ جس طرح پاکستان میں علم تجوید و قرأت کے فروغ کے جائزے کے لئے فاضل مقالہ نگار نے اس کی اشاعت کے قدیم و جدید تمام ذرائع کا استقصار کیا اسی طرح اس کے لئے مواد جمع کرنے میں روایتی و غیر روایتی تمام مآخذ کو استعمال کر کے تحقیق و ریسرچ کا حق ادا کیا جو بجا طور پر لائق تحسین و قابل تقلید ہے۔

آخر میں اس جانب بھی اشارہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ زبان و بیان، مواد اور حوالہ کے اعتبار سے پیش نظر مقالہ کو مزید بہتر و معیاری بنانے کی بہت کچھ گنجائش موجود ہے۔ چوتھے باب میں غیر منقسم ہندوستان میں علم قرأت سے متعلق کافی مواد ہے۔ اگر اس سے قبل عہد وسطی کے ہندوستان میں علم قرأت پر ایک باب کا اضافہ کر دیا جائے تو مقالہ کا دائرہ اور وسیع ہو جائے گا۔ اور اس کے عنوان کو بآسانی اس طور پر تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ "برصغیر پاک و ہند میں علم تجوید

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وقرأت"۔ امید کہ مقالہ کی اشاعت کے وقت اس پر بھر پور نظر ثانی کی جائے گی تاکہ یہ اور اچھے انداز میں قارئین کے سامنے آسکے اور علمِ قرأت کی اشاعت میں اس کی افادیت مزید بڑھ جائے۔

اللہ تعالی ہمیں علم قرآن کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیں "افضلکم من تعلم القرآن وعلمہ" کا مصداق بنادے (آمین ثم آمین)

(بشکریہ: ششماہی، علوم القرآن. علیگڑھ)

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیْلًا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علماء دیوبند کی خدماتِ تجوید وقرأت

(تحقیقی تجزیہ مع فہارسِ کتب)

”دار لعلوم دیوبند علوم دینیہ کی یونیورسٹی تھی اس کی وجہ سے پورے برصغیر میں عربی ادب، حدیث اور تفسیر کے ساتھ ساتھ تجوید اور قرأت کی بھی زبردست گرم بازاری ہوئی، درالعلوم دیوبند سے منسلک قراء کرام نے تصنیفی میدان میں وہ کام کیا کہ شاید دنیا کے کسی ملک میں اتنا عظیم الشان کام نہ ہوا ہو بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ برصغیر کے حوالہ سے عصر حاضر میں فنِ تجوید و قرأت کو فروغ صرف تلامذہ دیوبند کے ذریعہ ہو رہا ہے تو مبالغہ نہ ہوگا“۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تحریر:

مقالہ نگار ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

(استاد قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج)

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

۱۸۶۶ء میں تلامذہ خانوادہ ولی اللہ نے برٹش امپائر کے ناپاک عزام کو خاک میں ملانے کیلئے یو پی کے ضلع سہارنپور کے قصبہ دیوبند میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی دنیا اسکے بانی کو حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے نام سے یاد کرتی ہے اور اس مدرسہ کو دارالعلوم دیوبند کے نام سے جانتی ہے اس دارالعلوم کے اساتذہ طلباء و متعلقین کو اسی مناسبت سے دیوبندی کہا جاتا ہے اھلسنت والجماعت کے اس عظیم ادارہ نے اسلام کی نشاط ثانیہ میں بہت اھم تاریخی رول ادا کیا اور آج بھی یہ مرکز امت مسلمہ کی امیدوں کا محور ہے۔

جب علماء دیوبند کہا جاتا ہے تو اس سے دیوبند کے صرف فارغ التحصیل علماء مراد نہیں ہوتے بلکہ مکتبہ فکر مراد ہوتا ہے یعنی وہ تمام افراد جو نظری و فکری اعتبار سے صحیح العقیدہ اھلسنت والجماعت ہوں اور اس ادارہ کے ہراول دستہ سے ذہنی ہم آہنگی رکھتے ہوں خواہ وہ دنیا کے کسی بھی خطہ میں آباد ہوں اور سلسلہ تلمذ کے کسی بھی درجہ میں ہوں۔

علماء دیوبند نے اسلام کے ہر پہلو پر علمی، عملی، نظریاتی و تصنیفی کام کیا ہے خواہ تفسیر قرآن کا میدان ہو یا علم تجوید و قراءت ہو یا فقہ و اصول فقہ ہو یا فلسفہ و علم کلام ہو یا ادب و تاریخ ادب ہو یا تاریخ، سیاست و سیر ہو یا حدیث و اصول حدیث ہو بچوں کا اسلامی ادب ہو یا جوان اور بوڑھوں کا خواتین کا اسلامی ادب ہو یا غیر مسلموں سے متعلق احکامات ہر راستہ پر ان کے نقش پا منزل کی جانب رھنمائی کرتے ہوئے ملیں گے۔

ان علماء نے علمی خدمت ہر انداز میں کی جسمیں تصنیفی خدمات بھی شامل ہیں بالخصوص قرآن کریم جو کہ مرکز ھدایت ہے (اور جسکی خدمت کا موقع بھی اسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو ملتا ہے جو راہ ھدایت پر ہو) اس کے کئی سو تراجم و تفاسیر لکھے اور علوم القر آن کے متعدد موضوعات پر کتب کا تخمینہ بھی سینکڑوں میں ہے۔ یہاں صرف تجوید و قراءت کے حوالہ سے علماء دیو بند کی خدمات کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

لیکن پہلے یہ وضاحت کر دوں کہ تجوید و قراءت کیا ہے؟ اور کس فن کا نام ہے؟

علم تجوید کی تعریف

تجوید کی تعریف کرتے ہوئے علامہ جزریؒ نے اپنی کتاب النشر میں لکھا ہے تجوید تلاوت کا زیور ہے قراءت کی زینت ہے اور حروف کے حقوق ادا کرنا ہے اور ان کے مراتب و ترتیب کا لحاظ رکھنا ہے۔ حروف کو ان کے مخارج اور اصل مقام سے ادا کرنا ہے (۱)

علم قراءت کی تعریف

قراءت اس علم کو کہتے ھیں جس سے کلمات قرآنیہ میں قرآن مجید کے ناقلین کا وہ اتفاق و اختلاف معلوم ہو جو نبی کریم ﷺ سے سن لینے کی بنا پر ہوا پنی رائے کی بنا پر نہ ہو

قراءت کا موضوع کلمات قرآنی ھیں کیوں کہ اس علم میں ان کلمات ھی کے تلفظ کے حالات سے بحث ہوتی ہے۔ (۲)

مولانا قاری ابو الحسن اعظمی صاحب لکھتے ھیں قراءت کا سیکھنا سکھانا واجب علی الکفایہ ہے یعنی اگر لوگ اسے سیکھنا سکھانا چھوڑ دیں تو سب گناہ گار ہوں گے۔ (۳)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قاری کی تعریف

قاری کی تعریف اس طرح کی گئی ہے وہ شخص جو ایک یا دو یا تین روایت سنداً و مشافہتاً حاصل کر لے اسے قاری کہا جاتا ہے اور جو قراءات سبعہ کو سنداً و مشافہتاً حاصل کر لے اسے مقری کہا جاتا ہے (۴)

علامہ جزریؒ نے عہد حاضر کے قاریوں پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے۔

تجوید یہ نہیں کہ زبان کو توڑا اور مروڑا جائے یا منہ کو پھاڑا جائے یا جبڑوں کو ٹیڑھا کیا جائے یا آواز کو کپکپایا جائے یا آواز میں زیر و بم پیدا کیا جائے۔ بلکہ تلاوت کرتے ہوئے ادائیگی الفاظ اور خشوع و خضوع کا خیال رکھنا چاہیے (۵)

قراء کرام کی سوانح عموماً کم ملتی ہیں کرنل مرزا بسم اللہ کے حوالہ سے ابو الحسن اعظمی صاحب نے اس کی تین وجوھات واقسام بیان کی ہیں۔

قراء کی اقسام

قراء تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) پہلے وہ جو صحت کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور بقدر ما یجوز بہ الصلوۃ کسی استاد سے تجوید سیکھ لیتے ہیں ایسے قاری کوئی شہرت حاصل نہیں کرتے اسی طرح بعض علماء و مشائخ علم و فن کے کسی خاص موضوع کو اپنا لیتے ہیں جیسے فقہ یا تصوف تو باوجود یکہ وہ قاری بھی ہوتے ہیں لیکن لوگ ان کا شمار اس خاص موضوع کے افراد میں کرتے ہیں ایسے دونوں طبقوں کا ذکر قراء کی فہرست میں نہیں ملتا ہے۔

(۲) دوسرے وہ ہیں جو تجوید و قراءت کی تعلیم کسی مستند قاری سے مشافہتاً حاصل کر کے اسکی اشاعت میں عمر کا کچھ حصہ صرف کرتے ہیں ان کو مقری کہا جاتا ہے یہ حضرات کچھ شہرت حاصل کرتے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۳) تیسرے وہ هیں جو بڑی محنت اور تحقیق سے یہ علم حاصل کرتے هیں سنداور مشافھتاً پڑھنے پر اتنا زور دیتے هیں کہ متعدد اساتذہ سے یہ علم حاصل کرتے هیں پھر نشرواشاعت میں مصروف ہو جاتے هیں تدریس و تالیف کے ذریعہ انھیں شیخ القراء کہا جاتاہے مورخین ایسے لوگوں کا ذکر عموماً قراء میں کرتے ہیں(۶)

بر صغیر میں تجوید و قراءت کا رواج

علمائے دیوبند نے عصر جدید کے پھیلتے ہوئے الحاد کے آگے ہر ممکن بند باندھنے کی کوشش کی ہے اس باب میں سب سے پہلا مرحلہ یہ تھا کہ قرآن کریم کو نئی نسلوں کے سامنے اس انداز سے پیش کیا جائے کہ روایات کے کسی قسم کے الجھاؤ کے بغیر نفس مراد نہایت آسان پیرایہ میں ادا ہو جائے اور جہاں جہاں دشمنان اسلام مورچے بنائے ہوئے ہوں وہاں ایسی تعبیر اختیار کی جائے کہ نفس اختلاف میں اترے بغیر تمام پیدا ہونے والے یا پیدا کیئے گے شبہات از خود دور ہو جائیں۔

(۷)اس مقصد کے لئے تعلیمی نصاب میں باقاعدہ دورہ تفسیر اور تجوید و قرأت کا اجراء کیا گیا- آج دیوبند مسلک کے وفاق المدارس پاکستان کے نصاب میں بھی تجوید لازمی سبجکٹ کی حیثیت سے داخل نصاب ہے-

قرآن پاک ہمیشہ مسلمانوں کیلئے غور و فکر کا مرکزی نقطہ رہا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جن علوم کو بھی مسلمانوں نے ترقی دی وہ کسی نہ کسی طرح قرآن ہی سے متعلق تھے۔

ھندوستان میں مسلمان بچوں کی تعلیم کی ابتداء ہمیشہ قرآن پاک سے ہوئی ہے اور اس کے حفظ کرنے اور قراءت کیلئے بڑے اہتمام کئے گئے ہیں علوم قرآن کے جس حصہ نے سب سے زیادہ ترقی کی ہے وہ علم قراءت ہے عرب میں قرآن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پڑھنے کے سات طریقے زیادہ رائج تھے (۸) ہندوستان میں شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ نے سات طرح کی قراءت سیکھی تھی لکھا ہے۔

حضرت شیخ حفظ قرآن باہفت قرآۃ از بر داشت (۹) ضیاء الدین برنی نے عہد علائی کے تین ماہرین قرآءت کے نام گنوانے کے بعد لکھا ہے کہ شہر کے سیکڑوں حافظ ان سے اپنی قراءت درست کرتے تھے اور لکھا ہے۔

مثل ایشاں در خراسان و عراق نشان نداوہ اند (۱۰) یعنی ان کے مثل خراسان و عراق میں کوئی نہیں ہے۔

ان کے علاوہ نام یہ ہیں :

مولانا جلال الدین شاطبی

مولانا علاء الدین مقری

خواجہ زکی کے خواہر زادہ

فیروز شاہ کے مدرسہ کے پرنسپل مولانا جلال الدین رومیؒ ہفت قراءت کے ماہر تھے۔

گلزار ابرار میں شیخ عبدالمالک قاریؒ کا حال اس طرح لکھا ہے۔

آپ کلام ربانی کو سات قراءت اور چودہ روایت پڑھتے تھے اور ہمیشہ سب کو خواہ درویش ہو یا تونگر حسبۃاللہ قرآن اور قراءت سکھایا کرتے تھے اسی پسندیدہ طریقے کے ساتھ ایام عمر پورے کر دیئے اور دارالخلافہ آگرہ میں انتقال ہوا (۱۱) صوفیاء میں شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ قراءت کے ماہر تھے اور اپنے اعلیٰ مریدین و خلفاء کو قرآن بہت دلکش انداز میں پڑھاتے تھے (۱۲) شیخ نظام الدین اولیاؒ کے امام شیخ شہاب الدینؒ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ کی خوش الحانی سے پرندے اور چرندے تک مدہوش ہو جاتے تھے (۱۳) جیسا کہ لحن داودی کے حوالہ سے منقول ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آخری زمانہ کے علماء میں شیخ عبدالوہاب متقیؒ فن قراءت اور تجوید کے ماہر استاد تھے۔

شیخ محدثؒ نے ایک بزرگ شیخ سلیمان مندویؒ کے متعلق لکھا ہے کہ "در تجوید قرآن یگانہ عصر بود" (۱۴) یعنی تجوید میں اپنے زمانے کی تنہا بہترین شخصیت تھے شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کو ان سے تلمذ تھا

ماہرین قراءت کے یہ نام بلا کسی تلاش اور کوشش کے پیش کر دیئے گئے ہیں اگر مذہبی تذکروں اور ملفوظات سے ان بزرگوں کے نام جمع کے جائیں جن کو اس فن سے دلچسپی تھی تو یقیناً طویل فہرست مرتب ہو سکتی ہے ہمارا مقصد صرف یہ دکھانا تھا کہ علوم قرآنی کی یہ شاخ قدیم ہندی مسلمانوں کی خاص توجہ کا مرکز رہی ہے۔(۱۵)

عصر حاضر میں تجوید و قراءت کا رواج

متحدہ ہندوستان میں تجوید و قرآن کی ۳/ درسگاہیں تھیں ایک دارالعلوم دیوبند ،دوسرے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تیسرے پانی پت اول الذکر یعنی دارالعلوم دیوبند کو یہ امتیازی حیثیت حاصل رہی کہ وہاں تجوید و قراءت کے فنون سے علماء کو مزین کیا گیا۔ علوم عربیہ سے منسلک ہر قسم کے طلباء کیلئے تجوید کے شعبہ میں استفادہ لازم رہا کیونکہ دارالعلوم میں ہمیشہ تجوید میں استفادہ لازم رہا ہے پانی پت میں تجوید و قراءت پر علمی و تصنیفی کام زبردست ہوا بڑی مایہ ناز کتابیں تصنیف ہوئیں۔ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب محدث پانی پتی فن قراءت کے امام تھے انہوں نے تجوید پر بھی بے نظیر رسائل لکھے دور حاضر میں حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحبؒ پانی پتی تجوید کے فن پہ بہترین کتابوں کے مئولف و شارح ہیں ان کے شاگرد جناب قاری رحیم بخش استاذ خیر المدارس کا وجود بھی دنیاء تجوید و قرات میں مغتنم تھا موصوف نے بڑا زبردست علمی کام کیا ہے اپنے استاد صاحب کی طرح اردو کے دامن کو علوم تجوید و قراءت سے خوب بھاری بھر کم کر دیا ہے پانی پت میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس تمام کام پر مستزاد وہاں حفظ کلام اللہ کا چرچا تھا نہایت جید اور عمدہ حفاظ کی محلّہ در محلّہ فوج ظفر موج ہوتی تھی رمضان شریف میں ہر مسجد پانی پت پڑھنے والے حافظوں سے پر رونق ہوتی خصوصاً اخیر عشرہ میں تو تمام راتیں تلاوتوں سے زندہ رہتی تھی حفظ قرآن مجید کا شغل جوانوں کے ساتھ عورتوں میں بیحد تھا شرفاء کے گھرانوں میں بچیوں کو حفظ کرانے کا رواج بڑے زور شور سے تھا چار آبادیوں کی مستورات میں مسلم گھرانوں میں دینداری قابل رشک تھی (۱) کاندھلہ (۲) تھانہ بھون (۳) دیوبند اور (۴) پانی پت میں حافظ عورتوں کی وجہ سے اسکا پلہ بھاری تھا۔ کاندھلہ میں دینیات اور عربی کی تعلیم زیادہ تھیں، مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تجوید و قراءت کا بر صغیر میں بے مثال ادارہ تھا اس ادارہ کو ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے عروج و ترقی سے مالا مال کیا تھا اس ادارہ کے بانی حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب مجددی قادری (محشی میبذی) تھے (۱۶) دیگر علوم مروجہ کے علاوہ بڑا اور بنیادی کام تجوید و قراءت کی تعلیم تھی چوٹی کے ماہر اساتذہ تدریس کا کام انجام دے رہے تھے

قاری عبدالمالک صاحبؒ نے کم و بیش پچیس سال پڑھایا جو اپنے وقت کے امام تھے فن اداء فن قراءت کے ساتھ انکو عربی لہجوں میں کامل مہارت حاصل تھی موصوف کے علاوہ مولانا قاری نذر محمد صاحب قاری محمد صدیق صاحب اور قاری عبدالمعبود صاحب قاری ضیاء الدین صاحب سب یگانہ روزگار تھے یہ سب ہستیاں دار رحمت کی طرف منتقل ہو چکی ہیں اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے۔ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں خوش گلو حدر و ترتیل میں بے تکان خوبصورت آوازوں میں پڑھنے والے جس کثرت سے پیدا ہوئے پورے بر صغیر کے لئے تاریخ میں سرمایہ فخر ہیں نوجوان قاریوں کے لشکر تھے ایک سے ایک بڑھ کر عمدہ پڑھنے والا اور جب پڑھتے تو بارش کی طرح نور برستا سننے والوں کے ٹھٹ لگ جاتے ہر سال بہت بڑی تعداد علماؤ عارفین کی فارغ ہوتی حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ ممتحن ہوتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند اگر علوم دینیہ کی یونیورسٹی تھی تو مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ اور مدارس پانی پت اس کے ملحقہ کالج تھے اور علماء دیوبند ہی کی سرپرستیاں تھیں کہ عربی ادب حدیث اور تفسیر پورے بر صغیر میں پھل پھول رہی تھی اسی کے ساتھ تجوید اور قراءت کی بھی زبردست گرم بازاری ہوئی دارالعلوم دیوبند سے منسلک قراء کرام کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حالات و کارناموں کے بیان کے لئے ایک دفتر چاہئے تصنیفی میدان میں ان حضرات نے وہ کام کیا کہ شاید دنیا کے کسی ملک میں اتنا عظیم الشان کام نہ ہوا ہو (۱۷) بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ بر صغیر کے حوالہ سے عصر حاضر میں فن تجوید و قراءت کو فروغ صرف تلامذہ دیوبند کے ذریعہ ہو رہا ہے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ اس کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ موجودہ صدر المدرس شعبہ تجوید و قراءت دارالعلوم دیوبند قاری ابوالحسن اعظمی صاحب نے اس موضوع پر ۱۵ سے زائد کتب لکھی ہیں اسی قدر تصنیفی کام قاری فتح محمد اور قاری رحیم بخش، قاری محمد شریف اور حضرت تھانوی رحہم اللہ کا ہے۔

علماء دیوبند کی خدمات کا جائزہ پیش کرنے سے قبل مختصراً تاریخی ارتقاء پیش خدمت ہے۔

پہلی صدی تا چودھویں صدی ہجری

کتب تجوید و قراءت کا مختصر جائزہ

قرون اولی (یعنی پہلی اور دوسری صدی ہجری) میں حفاظت قرآن و قراءت قرآن کا تعلق خالصتاً حافظہ پر تھا دوسری صدی تک وجوہ قراءت لکھنے کا دستور نہیں تھا فقط حافظہ پر زور دیا جاتا تھا لیکن جب غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا جانے لگا قراء نے غلطیاں کرنا شروع کیں تو ائمہ فن نے وجوہ قراءت کی تدوین ضروری سمجھی اور تیسری صدی سے تصانیف کا سلسلہ شروع ہو گیا (۱۸)

۳۔ تیسری صدی ہجری میں سات کتابیں لکھی گئیں جسمیں ابو عبید قاسم بن سلام کی "کتاب القراءات" قاضی اسماعیل کی "کتاب القراءت" ابو حاتم سھل سجستانی کی "کتاب القرأت" ثعلب ابو العباس کی "کتاب القراءات" اور "کتاب الشواذ" احمد بن جبیر کوفی کی "کتاب القراءات" اور عبداللہ ابن مسلم نحوی (۱۹) کی "آداب القراءت" شامل ہیں (۲۰)

۴۔ چوتھی صدی ہجری میں پچیس سے زائد کتب لکھی گئیں (۲۱)

۵۔ پانچویں صدی ہجری میں پچاس سے زائد کتب لکھی گئیں (۲۲)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۶۔ چھٹی صدی ہجری میں تیس کتابیں لکھی گئیں (۲۳)

۷۔ ساتویں صدی ہجری میں بھی تیس کتابیں لکھی گئیں (۲۴)

۸۔ آٹھویں صدی ہجری میں پچاس سے زائد کتب لکھی گئیں لیکن یہ کتب زیادہ تر سابقہ کتب کی شروحات ہیں (۲۵)

۹۔ نویں صدی ہجری میں تیس سے زائد کتب لکھی گئیں لیکن بغداد و اندلس جو اس فن کے مرکز تھے وہاں سے یہ کام مصر و شام منتقل ہو گیا (۲۶)

۱۰۔ دسویں صدی ہجری میں علماء مصر نے پندرہ سے زائد کتب لکھیں (۲۷)

۱۱۔ گیارہویں صدی ہجری اس فن کے زوال کی صدی ہے اس میں صرف دو کتب لکھی گئیں شرح شاطبیۃ ملا علی قاری اور المنح الفکریہ شرح مقدمۃ الجزریہ (۲۸)

۱۲۔ بارہویں صدی میں بھی صرف دو کتب لکھی گئی پہلی احمد بن محمد الدمیاطی کی اتحاف فضلاء البشر فی القراءات اربعۃ عشر اور دوسری سید علی نوری الصفاقسی کی غیث النفع فی القراءت السبع ہے (۲۹)

۱۳۔ تیرہویں صدی ہجری میں صرف تین تصانیف کے لکھے جانے کا ذکر ملتا ہے اور یہ تینوں ایک مصنف محمد بن احمد شمس متولی مصری کی۔ وجوہ المسفرہ۔ الفوائد المعتبرۃ اور نظم قول الثائن ہیں (۳۰)

۱۴۔ چودہویں صدی ہجری میں لکھی گئی کتب کی تعداد بقول قاری فتح محمد پانی پتی کے ۴۶ ہیں (۳۱) اور بقول قاری ابو الحسن اعظمی کے ۵۰/ سے زائد ہیں (۳۲) لیکن حقیقت یہ ہے کہ کتب کی تعداد اس سے بہت زیادہ ہے (۳۳)

علماء نے تجوید پر جدا اور قراءت پر جدا کتابیں لکھی ہیں قاری فتح محمد صاحب نے تجوید پر عربی فارسی میں لکھی گئی ۳۱/ کتب اور اردو میں لکھی گئی ۶۰/ کتب کی فہرست پیش کی ہے (۳۴)

اسی صدی میں دیوبند سے قراء و مجودین کی بڑی جماعت تیار ہوئی جس نے برصغیر میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تجوید و قراءت کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا اور اس موضوع پر اہم لٹریچر تیار کیا ایسے علماء اور ان کی تصانیف کی فہرست بہت طویل ہے جسکے احاطہ کے لئے مضمون ناکافی ہے لہذا اختصار کی خاطر بطور نمونہ و مثال دیوبندی مکتبہ فکر کی اہم ترین شخصیت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تصانیف کی توضیحی کتابیات پیش خدمت ہیں

سوانح مولانا اشرف علی تھانویؒ

مولانا اشرف علی تھانویؒ ۵ / ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ مطابق ستمبر ۱۸۶۳ء یوپی کے ضلع مظفر نگر کے قصبہ تھانہ بھون میں پیدا ہوئے۔ قرآن کریم اخون جی پھر حافظ حسین علی سے پڑھا دس سال کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے درس نظامی کی تکمیل ۱۲۹۵ھ میں دارالعلوم دیوبند سے ہوئی تجوید و قراءت کی مشق مکہ مکرمہ کی حاضری کے موقع پر شیخ القراء قاری عبداللہ مہاجر مکی سے کی زندگی بھر درس و تدریس اور تبلیغ اسلام میں مصروف رہے بیاسی سال کی عمر میں ۱۶ / رجب ۱۳۶۲ھ بمطابق ۲۰ / جولائی ۱۹۴۳ء کو تھانہ بھون میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے بیعت و ارشاد کا تعلق حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے تھا حضرت تھانویؒ نے اپنے بعد ۶۶ / چھیاسٹھ مجازین صحبت ۹۸ / اٹھانوے مجازین بیعت (خلفاء) اور ایک اندازہ کے مطابق ۸۰۰ / آٹھ سو سے ایک ہزار تک تصانیف چھوڑی ہیں (۳۵)

مولانا تھانویؒ تجوید و قراءت سے شغف کے بارے میں لکھتے ہیں

اخیر زمانہ میں پانی پت کے قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتیؒ کی برکت سے قراءت سے ایک خاص مناسبت حاصل ہو گئی تھی مولانا ایک دفعہ جب پانی پت گئے تو لوگوں نے ان کو کسی جہری نماز میں امام بنا دیا مولانا نے بے تکلف کسی تصنع کے بغیر ایسی قرآت فرمائی کہ قاریوں نے تعریف کی کہ صحت مخارج کے ساتھ تکلف کے بغیر اس قدر موثر قراءت نہیں سنی ۔ مولانا کی قراءت کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں مخارج کی پوری صحت ہوتی تھی لیکن لب میں عام قاریوں کی طرح بناوٹ نہ تھی اور نہ تحسین آواز کے لئے متکلف اتار چڑھاؤ ہوتا تھا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بلکہ فطری آواز بلا تکلف حسب موقع تحقیق بر حق ربتی تھی اور تاثیر میں ڈوب کر نکلتی تھی کہ ۔

ہر چہ از دل خیزد بر دل ریزد (۳۶)

علوم القرآن میں سے یہ پہلا فن ہے مولانا تھانوئیؒ نے اس فن پر حسب ذیل کتابیں تصنیف فرمائیں جنکی توضیحی کتابیات پیش خدمت ہے تا کہ قارئین کو اندازہ لگانے میں سہولت ہو

تصانیف

ا۔ ضیاء الشمّس فی اداء الھمس (اردو)

تجوید میں یہ رسالہ صفت ھمس کی ادائیگی کے بارے میں ہے (۳۷) اور غالباً غیر مطبوعہ ہے۔

۲۔ تجوید القرآن (اردو)

اس مختصر منظوم رسالہ میں بچوں کے یاد کرنے کیلئے تجوید کے عام مسائل لکھے ہیں

۳۔ رفع الخلاف فی حکم الاوقاف۔ (اردو)

اوقاف قرآنی کے بارے میں قاریوں میں جو اختلافات ہیں اس رسالہ میں اس کی توجیہ و تطبیق کی صورت بیان کی گئی ہے (۳۸)

۴۔ جمال القرآن (اردو)

فن قرأت و تجوید کے میدان میں مولانا تھانوی کی کتاب جمال القرآن سب سے اہم تصنیف ہے۔ اس کا نام اور فصول کے عنوانات بہت دلچسپ بھی ہیں اور مناسب بھی "جمال القرآن" دراصل فن تجوید اور تحسین قرأت کی طرف اشارہ ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے سے اس فن میں کمال اور کتاب اللہ کو سنوار کر پڑھنے کا جمال میسر آتا ہے۔

فصول کو لمعات کا نام دیا گیا ہے کل چودہ لمعات یا چودہ فصول ہیں جس طرح چودہویں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا چاند اپنی آن بان اور آب و تاب سے کمال و جمال دکھاتا ہے گویا جمال القرآن کا مطالعہ بھی اسی طرح زیب و زینت اور تحسین و تجوید میں کمال و جمال کا وسیلہ ہے چنانچہ جمال القرآن کے مصنف خود فرماتے ہیں۔ چاند کا پورالمعہ بھی چودھویں رات کو ہوتا ہے اور یہاں بھی چودھویں لمعہ کے ختم پر سب مضامین پورے ہوگئے اسلئے یہاں پہنچ کر رسالہ کو ختم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اسکو نافع اور مقبول فرماوے طالب علموں سے خصوصی بچوں سے خصوصی قدوسیوں سے رضائے مولیٰ کا طالب ہوں۔

جیسا کہ کتاب کے آخر میں صراحت موجود ہے یہ کتاب پانچ ماہ میں صفر ۱۳۳۳ھ کو پایۂ تکمیل کو پہنچی قاری اظہار احمد تھانوی کے مطابق یہ کتاب جمال القرآن کامل کے نام سے غالباً پہلی مرتبہ مطبع مجیدی کانپور سے شائع ہوئی۔ (۳۹)

کتاب نہایت عمدہ جلی واضح دیدہ زیب ہے تاہم سال اشاعت کا ذکر نہیں ملتا۔ شاید سال تصنیف و سال اشاعت ایک ہی ہو۔

مولانا تھانویؒ نے یہ کتاب مولوی حکیم محمد یوسف صاحبؒ مہتمم مدرسہ گنگوہ کی فرمائش پر تصنیف فرمائی اسکے ماخذ (یعنی جن کی مدد سے یہ کتاب لکھی گئی) میں قاری عبدالوحید صاحب کا رسالہ ھدیۃ الوحید سرفہرست ہے بلکہ مصنف کی صراحت کے مطابق جمال القرآن کافی حد تک "ھدیۃ الوحید" کی تسہیل ہے (۴۰)

جمال القرآن کا سندھی (۴۱) پشتو اور بنگالی سمیت متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے مأخذات کی نشاندھی پوری دیانت داری سے حضرت تھانوی نے خود کی ہے۔ لکھتے ہیں!

پس جہاں کسی کتاب کا نام نہ ہو وہ یا تو رسالہ "ھدیۃ الوحید" کا مضمون ہے اگر اسمیں موجود ہو ورنہ احقر کا مضمون ہے رسالہ "ھدیۃ" کے علاوہ جمال القرآن میں مولانا تھانوی نے جن ماخذ کی صراحت کی ہے ان میں حقیقۃ التجوید، درۃ الفرید، جہد المقل، اور تعلیم الوقف بہت نمایاں مأخذمیں خصوصاً "حقیقۃ التجوید" سے تو جابجا استفادہ کیا گیا ہے جمال القرآن اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تنشیط الطبع کا عام فہم اور آسان اسلوب بیان یہ ظاہر کرتا ہے کہ مولانا تھانوی خود فن قراءت و تجوید پر کامل عبور رکھتے تھے کیونکہ سہولت وروانی اور اختصار و جامعیت جہاں اسلوب بیان کی امتیازی خوبیاں موجود ہوں تو اس کا شمار ممتاز قراء میں ہوتا ہے (۴۲) اور یہ بات بھی ریکارڈ پر ہے آپ نے مدرسہ صولتیہ کے قاری عبداللہ مہاجر مکی سے قراءت و تجوید کے فن میں کمال حاصل کیا (۴۳)

۵۔ الزیادات علی کتب الروایات (اردو)

اسمیں قراءت کی غیر مشہور روایتوں کی سندیں ہیں یہ وجوہ المثانی کے اخیر میں بطور ضمیمہ ملحق ہے (۴۴)

۶۔ ذنابات لمانی الروایات (اردو)

یہ بھی روایات قراءت کے سلسلہ کا کتابچہ ہے اور "یادگار حق القرآن کا ضمیمہ بن کر شائع ہوا ہے (۴۵)

۷۔ یادگار حق القرآن (اردو)

اس میں قرآن مجید کے آداب اور تجوید کے مسائل کا مختصر بیان ہے یہ "تجوید القرآن" کا اختصار اور ضمیمہ ہے۔ (۴۶)

۸۔ متشابہات القرآن للتراویح۔ (اردو)

رمضان میں قرآن پاک کے حفاظ کو تراویح میں قرآن سنانے میں بعض مشہور مقامات پر جو متشابہات لگتے ہیں ان سے بچنے کے لیے ان میں چند قواعد کلیہ یعنی گر ضبط کئے گئے ہیں (۴۷)

۹۔ وجوہ المثانی فی توجیہ الکلمات والمعانی (اردو)

یہ بھی فن قراءت پر مشتمل ہے۔ (۴۸)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ تنشیط الطبع فی اجراء السبع (اردو) (۴۹)

اس کتاب کا تعلق بھی قراءات سبعہ سے ہے

۱۱۔ آداب القرآن۔

مصنف حکیم الامت مولانا قاری حافظ محمد اشرف علی تھانوی نے ۱۳۲۸ھ میں یہ کتاب مکمل کی اور ۱۳۴۰ھ میں احسن المطابع دہلی سے شائع ہوئی۔ اس پر قاری محمد عبدالوحید سابق صدر المدرس شعبہ تجوید و قراءات دیوبند نے قواعد ضروریہ کا اضافہ کیا ہے

حضرت تھانویؒ نے اس میں علماء اور عوام کو قرآن کی اہمیت اور پڑھنے کے طریقوں سے آگاہ کیا ہے اور بعض غلط خیالات کی تردید کی مثلاً یہ خیال کہ بچوں کو قرآن پڑھنے کیلئے نہیں بٹھانا چاہیے اسلئے کہ قرآن کی بے ادبی ہونے کا امکان ہے آپ نے اسکی سختی سے تردید کی اور وہ لوگ جو اس قسم کے نظریات رکھتے تھے یعنی ڈپٹی نذیر وغیرہ وہ بھی زندگی کے آخر میں اس نظریہ کے حامی ہو گئے تھے ہو سکتا ہے یہ اثر اسی کتاب کا نتیجہ ہو۔ بہر حال یہ کتاب عوام اور علماء دونوں کیلئے انتہائی مفید ہے آخر میں "ضمیمہ" تجوید کے بنیادی قواعد مخارج و صفات وغیرہ کے بیان میں ہے۔ (حضرت تھانویؒ کی ایک اہم خصوصیت ہے کہ آپ نے دیگر علماء دیوبند کی طرح اپنی تمام کتابوں کے حقوق محفوظ نہیں رکھے (۵۰) اور اس کا تذکرہ بھی کتاب میں کر دیا ہے تاکہ استفادہ عام ہو جائے

حضرت تھانوی کی کتب کے بعد علماء دیوبند کی تجوید و قراءات کی فہرست کتب پیش خدمت ہے اس موضوع پر تاریخ تجوید و قراءات یا قراء کے حوالہ سے جو کتب لکھی گئی ہیں وہ شامل نہیں ہیں۔

☆☆☆☆☆

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست
کتب تجوید و قراءت قرآن

	کتاب کا نام	مصنف۔ مترجم۔ شارح کا نام	زبان	مطبع
۱	آداب القرآن	اشرف علی تھانوی	اردو	احسن المطابع دھلی ۱۳۴۰ھ
۲	ابراز المعانی	قاری فتح محمد	اردو	مطبوعہ ملتان
۳	اتحاف البررۃ بالمتون	حافظ ابو الحسن اعظمی	عربی	صوت القرآن دیوبند
۴	التبیان شرح خلاصۃ البیان	محمد ایوب	اردو	مطبوعہ
۵	التبیان فی ترتیل القرآن	قاری محمد شریف	اردو	مطبوعہ
۶	التحفۃ المرضیہ	محمد عاشق الٰہی	اردو	مطبوعہ
۷	التنویر فی شرح التیسیر	رحیم بخش فتح محمد پانی پتی	اردو	مطبوعہ ادارہ نشر و اشاعت ملتان
۸	الجواہر النقیہ فی شرح المقدمۃ الجزریہ	اظہار احمد تھانوی	اردو	مطبوعہ اشاعت التجوید لاہور اور قرأت اکیڈمی لاہور
۹	الدرۃ المضیۃ	قاری طاہر رحیمی	اردو	....
۱۰	اسہل الموارد	قاری فتح محمد	اردو	دار العلوم کراچی
۱۱	اشرفی قرآنی قاعدہ	قاری محمد شریف	اردو	مطبوعہ لاہور
۱۲	اعلام العباد فی مسئلۃ الضاد	عبد الکریم ذیروی	اردو	مطبوعہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۳	الفاظ القرآن الوصل والفصل الاکرمیہ بالا اسمیۃ والاعلیہ	اشرف علی تھانوی	اردو	مطبوعہ
۱۴	الفرقان فی قرأۃ ام القرآن	اشرف علی تھانوی	اردو	مطبوعہ
۱۵	القرأۃ المرضیہ فی شرح الدرۃ المضیہ	قاری فتح محمد	اردو	دارالعلوم نانکواڑہ کراچی ۱۹۶۰ء
۱۶	الفوائد الدریہ ترجمہ مقدمہ الجزریہ	ابوالحسن اعظمی	اردو	مطبوعہ صوت القرآن انڈیا
۱۷	القلائد الجواھریہ فی مقدمۃ الجزریہ	سعید احمد اجراڑوی	اردو	مطبوعہ
۱۸	المرأۃ النیرہ فی حل الطیبۃ	قاری رحیم بخش پانی پتی	اردو	نشرواشاعت ملتان
۱۹	المقدمۃ الجزریۃ مع رسالہ تحفۃ الاطفال	محمد شریف	اردو	مطبوعہ
۲۰	المقدمۃ الشریفیۃ فی شرح المقدمۃ الجزریۃ	محمد شریف	اردو	مطبوعہ
۲۱	الھدیۃ فی وجوہ الطیبۃ	رحیم بخش پانی پتی	اردو	نشرواشاعت اسلامیات ملتان
۲۲	التحفۃ العمبریۃ شرح مقدمۃ الجزریۃ	حافظ ابوالحسن اعظمی	اردو	صوت القرآن دیوبند
۲۳	ایضاح البیان حاشیہ جمال القرآن	قاری محمد شریف	اردو	مطبوعہ

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

۲۴	بستان التجوید	مولانا ابوالاکام بستوی	اردو	مطبوعہ
۲۵	تحفۃ الاخوان فی بیان احکام تجوید القرآن	محمد زکریا کاندھلوی	اردو	اشاعت العلوم سہارنپور انڈیا
۲۶	تحفہ حفاظ المعروف متشابہات القرآن	قاری رحیم بخش	اردو	مسجد سراجان حسین آگاہی ملتان ادارہ مطبوعات ۱۳۷۷ھ
۲۷	تحقیق حرف ضاد	مفتاح الدین	اردو	
۲۸	تجوید القرآن	اشرف علی تھانوی	اردو	مطبوعہ
۲۹	تجوید القرآن	امین الحق محمودی	بنگلہ	مطبوعہ
۳۰	تجوید القرآن اور یادگار قرآن	اظہار احمد تھانوی	بنگلہ	مطبوعہ
۳۱	تسہیل التجوید	صدیق احمد باندوی	اردو	مطبوعہ
۳۲	تعلیم التجوید	رضوان نسیم احمد دیوبندی	اردو	مطبوعہ انڈیا ۱۳۹۶ھ
۳۳	تکملۃ لاجرنی القرآت العشر	رحیم بخش پانی پتی	اردو	نشر واشاعت اسلامیات ملتان
۳۴	تکمیل العشر فی القراء العشر	رحیم بخش پانی پتی	اردو	نشر واشاعت اسلامیات ملتان
۳۵	تلاوۃ القرآن	شاہ وصی اللہ الہ آبادی	اردو	مطبوعہ انڈیا
۳۶	تنشیط الطبع فی اجراء السبع	اظہار احمد تھانوی	عربی	قرآت اکیڈمی لاہور
۳۷	توضیح المرام فی وقف حمزہ وھشام	اظہار احمد تھانوی	اردو	قراءت اکیڈمی لاہور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۳۸	توضیحات شرح فوائد مکیہ	محمد شریف	اردو	مطبوعہ
۳۹	تیسیر التجوید	اظہار احمد تھانوی	اردو	قراءت اکیڈمی لاہور
۴۰	تیسیر التجوید	عبدالخالق	اردو	مطبوعہ ہندوستان
۴۱	تیسیر القراء ات فی السبع المتواترات	حافظ ابوالحسن اعظمی	اردو	صورت القرآن دیوبند
۴۲	جدید قرآنی قاعدہ	فیوض الرحمن	اردو	مطبوعہ
۴۳	جدید قرآنی قاعدہ برائے اسکول	فیوض الرحمن	اردو	مطبوعہ
۴۴	جمال القرآن	مولانا اشرف علی تھانوی	اردو	مطبوعہ۔مطبع مجیدکانپور
۴۵	جمال القرآن	محشی اظہار الحق تھانوی	اردو	مطبوعہ
۴۶	جمال القران	اشرف علی تھانوی مترجم نامعلوم	سندھی	مطبوعہ
۴۷	جمال القران	اشرف علی تھانوی مترجم مفتاح الدین	پشتو	غیر مطبوعہ
۴۸	جمال القران	امین الحق محمودی	بنگلہ	مطبوعہ
۴۹	جمال القران مع شرح اکمال الفرقان	اشرف علی تھانوی شارح محمد طاھر رحیمی	بنگلہ	مطبوعہ۔کتب طاھریہ مسجد باب رحمت ملتان
۵۰	جواھر ضیائیہ شرح اردو شاطبیہ	محمد سلیمان دیوبندی	اردو	غیر مطبوعہ
۵۱	حاشیہ التیسیر	رضوان احمد تسیم	اردو	مطبوعہ
۵۲	حاشیہ خلاصۃ البیان	محمد سلیمان دیوبندی	اردو	مطبوعہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۵۳	حاشیہ عنایت رحمانی	مصنف فتح محمد - محشی طاہر رحیمی	اردو	مطبوعہ
۵۴	حرز الامانی ووجہ التہانی المعروف شاطبیہ کی شرح امانیہ	قاری اظہار احمد تھانوی	اردو	مطبوعہ
۵۵	حرز الامانی ووجہ التہانی فی القراءت السبع	قاری اظہار احمد تھانوی	عربی	قراءت اکیڈمی لاہور
۵۶	حواشی تجوید القرآن	عتیق احمد صدیقی	اردو	مطبوعہ - دارالعلوم دیوبند
۵۷	حواشی شاطبیہ	عبدالمالک	اردو	مطبوعہ - پاکستان بک سینٹر اردو بازار لاہور
۵۸	حواشی قرآن فی اختلاف قراءت	عنایت اللہ	اردو	مطبوعہ
۵۹	خلاصۃ التجوید	اظہار احمد تھانوی	اردو	مطبوعہ - قراءت اکیڈمی لاہور
۶۰	دلائل وجوب التجوید	عبدالکریم ڈیروی	اردو	مطبوعہ
۶۱	زنبات لمانی الروایات	اشرف علی تھانوی	اردو	مطبوعہ
۶۲	رسالہ در احوال قراء سبعہ	محمد زکریا کاندہلوی	اردو	غیر مطبوعہ
۶۳	رفع الخلاف فی حکم الاوقاف	اشرف علی تھانوی	اردو	مطبوعہ
۶۴	زیادات علی کتب الروایات	اشرف علی تھانوی	اردو	مطبوعہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۶۵	رہنمائے تجوید المعروف بہ میزان التجوید	محمد سلیمان	اردو	مطبوعہ۔ سلیمانیہ مظاہر العلوم سہارنپور ۱۳۶۶ انڈیا
۶۶	سبیل الرشاد فی تحقیق تلفظ الضاد	محمد سلیمان	اردو	مطبوعہ
۶۷	سراج الاحسان لقاری القرآن	رحمان الدین پشاوری	اردو	مطبوعہ
۶۸	سراج الغایات فی عدالایات	فتح محمد پانی پتی	اردو	مطبوعہ۔ آفسٹ دارالعلوم اکوڑہ
۶۹	سلک اللآلی والمرجان شرح نظم امکان آلآن	قاری طاہر رحیمی	اردو	مطبوعہ
۷۰	شاطبیہ	اظہار احمد تھانوی	اردو	مطبوعہ۔ کشمیری بازار لاہور ۱۹۶۵
۷۱	شرح افضل الدرر	اظہار احمد تھانوی	اردو	مطبوعہ قراءت اکیڈمی لاہور
۷۲	شرح مقدمہ الجزریہ	رحیم بخش پانی پتی	اردو	مطبوعہ نشرواشاعت اسلامیات ملتان
۷۳	شرح جزری	محمد زکریا کاندہلوی	عربی	غیر مطبوعہ
۷۴	شرح خلاصۃ البیان	سعید احمد اجراڑوی	اردو	مطبوعہ
۷۵	شرح خلاصۃ البیان	عاشق الٰہی	عربی	مطبوعہ
۷۶	شرح شاطبیہ	سعید احمد اجراڑوی	عربی	مطبوعہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۷۷	شرح شاطبیۃ العتر یعنی الرا ءۃ والمیرہ	رحیم بخش	اردو	مطبوعہ۔نشر واشاعت ملتان
۷۸	شرح عقیلۃ اطراف القصائد	موسیٰ جاراللہ	عربی	مطبوعہ
۷۹	صریح النص فی روایۃ حفص	رضوان احمد نسیم	اردو	مطبوعہ انڈیا
۸۰	ضروری مسائل قراءت	سلطان مسعود	اردو	مطبوعہ
۸۱	ضیاء التجوید	سلیمان صاحب	اردو	مطبوعہ۔مکتبہ نسیمیہ ۱۳۵۵ھ انڈیا
۸۲	ضیاء الشمس فی اداء الخمس	اشرف علی تھانوی	اردو	مطبوعہ
۸۳	عربی کا آسان قاعدہ	عاشق الٰہی	اردو	مطبوعہ
۸۴	عریضہ اضعف العباد فی مسئلۃ الضاد	عبدالکریم ڈیروی	اردو	مطبوعہ
۸۵	عمدۃ البیانی	فتح محمد پانی پتی	اردو	مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم کراچی
۸۶	علاج الحیران بتلاوۃ القرآن	محمد ذاکر عبیدی	اردو	مطبوعہ
۸۷	علم التجوید	فضل الحق بنگالی	اردو	مطبوعہ
۸۸	عنایات رحمانی (تین جلد) شرح قصیدہ شاطبیہ	قاری فتح محمد پانی پتی	اردو	اشاعت القرآن مسجد باب رحمت ملتان ۱۹۸۳ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۸۹	فوائد مرضیہ شرح مقدمہ الجزریہ	محمد سلیمان دیوبندی	اردو	مطبوعہ
۹۰	فوائد مکیہ محشی	سعید احمد اجراڑوی	اردو	شرکت علمیہ ملتان
۹۱	فوائد مکیہ محشی	قاری عبدالمالک صدیقی	اردو	مطبوعہ
۹۲	فیض العزیز	سعید احمد اجراڑوی	اردو	مطبوعہ
۹۳	قاعدہ اردو	نور محمد صاحب	اردو	مطبوعہ
۹۴	قواعد التجوید	ابوالحسن اعظمی	اردو	مطبوعہ مکتبہ صوت القرآن دیوبند
۹۵	قواعد هجاء القرآن مع طریقہ تعلیم للصبیان	قاری محمد شریف	اردو	مطبوعہ مکتبہ القراء ماڈل ٹاؤن لاہور ۱۹۸۷ء
۹۶	کاشف العسر شرح فاطمیہ الزہر	قاری فتح محمد	اردو	مکتبہ دارالعلوم کراچی
۹۷	کتاب مصاحف الامصار	موسیٰ جاراللہ	عربی	مطبوعہ
۹۸	مجمع البحر تعلیقات علی حرز الامانی	قاری طاہر رحیمی	اردو	مطبوعہ
۹۹	مظاہر التجوید	محمد ابراہیم	اردو	مطبوعہ
۱۰۰	معارف التجوید	حبیب اللہ	اردو	مطبوعہ
۱۰۱	معلم التجوید	محمد ابراہیم	اردو	مطبوعہ
۱۰۲	معلم التجوید المستفید	قاری محمد شریف	اردو	مطبوعہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور
۱۰۳	معلم القراءت	عبدالکریم ڈیروی	اردو	مطبوعہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۰۴	مکمل قرآنی قاعدہ	قاری محمد شریف	اردو	مطبوعہ
۱۰۵	موضح القراءات فی سبع المتواترات	سراج الاسلام حنیف	اردو	مطبوعہ ۱۳۸۳ھ
۱۰۶	میزان التجوید	محمد منشاء دیوبندی	اردو	مطبوعہ ۱۳۶۲ھ
۱۰۷	نصاب برائے قراء	فیوض الرحمٰن	اردو	مطبوعہ
۱۰۸	نورانی قاعدہ	فتح محمد پانی پتی	اردو	مطبوعہ
۱۰۹	نورانی قاعدہ	نور محمد صاحب	اردو	مطبوعہ
۱۱۰	نھایۃ قول المفید	غلام ربانی لودھی	اردو	مطبوعہ
۱۱۱	وضوح الفجر فی القراء الثلث المتمۃ للعشر الرحیم	محمد طاہر رحیمی	اردو	مطبوعہ حسین آگاھی ملتان ۱۳۸۱ء
۱۱۲	ہدایت الرحیم فی آیات الکتب الحکیم	رحیم بخش پانی پتی	اردو	مطبوعہ ادارہ نشر واشاعت اسلامیات پاکستان
۱۱۳	ھدیۃ طاہریۃ فی الآیات القرآنیۃ	قاری طاہر رحیمی	اردو	مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ ملتان ۱۹۷۱ء
۱۱۴	یادگار حق القرآن	مولانا اشرف علی تھانوی	اردو	مطبوعہ
۱۱۵	الحواشی المفھمۃ فی شرح المقدمۃ الجزریہ مع الترجمۃ بالاردیۃ	مصنف ابن الجزری مترجم قاری اظہار احمد تھانوی	اردو	قراءت اکیڈمی لاہور
۱۱۶	تجوید الصبیان المعروف زینت القرآن	قاری محمد شریف	اردو	مکتبۃ القراء لاہور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۱۷	جمال القرآن مع حواشی جدیدہ	اظہار احمد تھانوی	اردو	قراءت اکیڈمی اردو بازار لاہور
۱۱۸	مقدمۃ الجزری مع تحفۃ الاطفال	مترجم اظہار احمد تھانوی	اردو	قراءت اکیڈمی اردو بازار لاہور
۱۱۹	حروف القرآن	محمد اسماعیل الکندوی البھاوری ثم الامرتسری	اردو	المکتبۃ الامدادیۃ التجویدیۃ لاہور ۱۹۸۸
۱۲۰	قواعد التجوید بالاسلوب الجدید	عربی محمد اسماعیل الکندوی البھاوری ثم الامرتسری	عربی	ایضاً اور مکتبہ مدینہ لاہور
۱۲۱	احسن الاقوال علی تحفۃ الاطفال بالسوال والجواب	اردو محمد اسماعیل الکندوی البھاوری ثم الامرتسری	عربی	ایضاً ۱۹۷۵ء
۱۲۲	تفہیم التجوید بالسوال والجواب	اردو محمد اسماعیل الکندوی البھاوری ثم الامرتسری	اردو	ایضاً ۱۹۷۵ء
۱۲۳	معلم الاداء فی الوقف والابتداء	اردو محمد تقی الاسلام	اردو	مکتبۃ القراء لاہور ۱۹۹۰ء
۱۲۴	شرح سبعہ قراءت دو جلد	اردو ابو محمد محی الاسلام عثمانی پانی پتی	اردو	ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۹۵ء
۱۲۵	کشف النظر ترجمہ وشرح اردو تین جلد	اردو مصنف ابن الجزری مترجم وشارح	اردو	ادارہ کتب طاہریہ
۱۲۶	کتاب العشر فی القرآءت العشر	قاری محمد طاہر رحیمی	اردو	جامعہ رحیمیہ ملتان ۱۹۸۴ء
۱۲۷	علم قراءت اور قراء سبعہ	اردو ابو الحسن اعظمی	اردو	ادارہ اسلامیات لاہور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۲۸	قراء ت امام ابن عاصم بروایت ابوبکر شعبہ	قاری رحیم بخش پانی	اردو	نشرواشاعت اسلامیات ملتان ۵ے ۱۳ھ
۱۲۹	قراء ت امام ابن عامر شامی	قاری رحیم پانی پتی	اردو	نشرواشاعت اسلامیات ملتان ۵ے ۱۳ھ
۱۳۰	قرائت امام ابن کثیر	قاری رحیم پانی پتی	اردو	نشرواشاعت اسلامیات ملتان ۵ے ۱۳ھ
۱۳۱	قراء ت ابن نافع بروایت قالون	قاری رحیم پانی پتی	اردو	نشرواشاعت اسلامیات ملتان ۵ے ۱۳ھ
۱۳۲	قراءت امام ابن نافع بروایت ورش	قاری رحیم پانی پتی	اردو	نشرواشاعت اسلامیات ملتان ۵ے ۱۳ھ
۱۳۳	قراءت امام ابو عمرو	قاری رحیم پانی پتی	اردو	نشرواشاعت اسلامیات ملتان ۵ے ۱۳ھ
۱۳۴	قراء ت امام حمزہ کوفی	قاری رحیم پانی پتی	اردو	نشرواشاعت اسلامیات ملتان ۵ے ۱۳ھ
۱۳۵	قراءت امام الکسائی	قاری رحیم پانی پتی	اردو	نشرواشاعت اسلامیات ملتان ۵ے ۱۳ھ

حواشی وحوالہ جات

(۱) تذکرہ قاریان ہند کرنل مرزا بسم اللہ ج/۱ ص/۱۶ (میر محمد کتب خانہ کراچی ۱۹۸۹ء)

(۲) علم قراء ت اور قراء سبعہ۔ ابوالحسن اعظمی ص/۲۶ (ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۸۹ء)

(۳) ایضاً ص/۲۷

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۴)ایضاص /۱۷۸

(۵)تذکرہ قاریان ہندص /اص /۱۷

(۶)علم قراءت اور قراء سبعہ ص /۱۷۸-۱۷۹

(۷)ماہنامہ الرشید دارالعلوم دیوبند نمبر عبدالرشید ارشد ص /۱۱۵(شاہ عالم مارکیٹ لاہور فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

(۸)حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی خلیق احمد نظامی ص /۳۱(ندوۃ المصنفین دہلی طبع اول ۱۹۶۴ء)

(۹)سیر العارفین ص /۱۰۳

(۱۰)تاریخ فیروز شاہی ص /۳۵۵

(۱۱)گلزار ابرار ص /۱۳۱

(۱۲)سیر الاولیاء ص /۲۸۹

(۱۳)ایضاص /۲۹۰

(۱۴)اخبار الاخیار ص /۲۱۵

(۱۵)حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص /۳۴

(۱۶)ماہنامہ الرشید دارالعلوم دیوبند ص /۶۵۰

(۱۷)ایضاص /۶۵۲

(۱۸)علم قراءت اور قراء سبعہ ص /۱۳۵

(۱۹)ابتدائی عہد میں علم قرات اور علم نحو وصرف ایک ہی علم شمار ہوتے تھے اس لئے ابتداء علم قراءت پر جن افراد کی کتب ملتی ہیں وہ سب نحوی صرفی کے لقب سے مشہور ہیں بعد میں یہ تینوں علوم الگ الگ کر دیئے گئے اور ان پر الگ الگ کتب لکھی گئیں دیکھئے ماہنامہ الرشید دارالعلوم دیوبند نمبر ص /۶۴۸

(۲۰)تذکرہ قاریان ہند ج /اص /۷۲ اور مقدمہ عنایات رحمانی شرح شاطبیہ قاری فتح محمد پانی پتی ج /اص /۴۳(اشاعت القرءآت مسجد باب رحمت ملتان ۱۹۸۴ء)اور علم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قراءت اور قراء سبعہ ص /۱۳۶

(۲۱) تذکرہ قاریان ہندج /اص /۷۲-۷۳-مقدمہ عنایات رحمانی ج /اص / ۴۳ علم قراءت اور قراء سبعہ ص / ۱۳۷-۱۳۸

(۲۲) تذکرہ قاریان ہندج /اص /۷۴-۷۵ مقدمہ عنایات رحمانی ج /اص / ۴۴ علم قراءت اور قراء سبعہ ص / ۱۳۸-۱۳۹

(۲۳) تذکرہ قاریان ہندج /اص /۷۶ مقدمہ عنایات رحمانی ج /اص /۴۵ علم قراءت اور قراء سبعہ ص /۱۳۹-۱۴۰

(۲۴) تذکرہ قاریان ہندج /اص /۷۸-۷۹ مقدمہ عنایات رحمانی ج /اص /۴۶-۴۷ علم قراءت اور سبعہ ص /۱۴۱

(۲۵) تذکرہ قاریان ہندج /اص /۸۰-۸۱ مقدمہ عنایات رحمانی ج /اص /۴۷-۴۸ علم قراءت اور قراء سبعہ ص /۱۴۲-۱۴۴

(۲۶) تذکرہ قاریان ہند ج /اص /۸۲-۸۳ مقدمہ عنایات رحمانی ج /اص /۴۸-۴۹ علم قراءت اور قراء سبعہ /۱۴۴

(۲۷) تذکرہ قاریان ہندج /اص /۸۳ مقدمہ عنایات رحمانی ج /اص /۴۹ علم قراءت اور قراء سبعہ ص /۱۴۴-۱۴۵

(۲۸) تذکرہ قاریان ہندج /اص /۸۴ مقدمہ عنایات رحمانی ج /اص /۵۰ علم قراءت اور قراء سبعہ ص /۱۴۶

(۲۹) تذکرہ قاریان ہندج /اص /۸۴ مقدمہ عنایات رحمانی ج /اص /۵۰ علم قراءت اور قراء سبعہ ص /۱۴۸

(۳۰) تذکرہ قاریان ہند ج /اص /۸۴ مقدمہ عنایات رحمانی ج /اص /۵۰ علم قراءت اور قراء سبعہ ص /۱۴۹

(۳۱) مقدمہ عنایات رحمانی ج /اص /۵۰ تا ۵۴

(۳۲) علم قراءت اور قراء سبعہ ص /۱۵۵-۱۵۹

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۳۳)جیسا کہ آخر میں منسلکہ مختصر فہرست سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے

(۳۴)مقدمہ عنایات رحمانی ج/۱ص/۵۴ تا ۶۴

(۳۵)اشرف السوانح خواجہ عزیز الحسن مجذوب ج/۱ص/۱۰-۱۱ص/۱۹ج/۴ص/۸۳ج/۲ص/۱۹۷(تالیفات اشرفیہ ملتان)اور اکابر علماء دیوبند محمد اکبر شاہ بخاری ص/۳۳(ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور)اور بزم اشرف کے چراغ پروفیسر احمد سعید ص/۵(مصباح اکیڈمی جامعہ اشرفیہ لاہور طبع دوم ۱۹۹۲ء) حکیم الامت نقوش و تاثرات عبدالماجد دریا آبادی ص/۵۹۴(مکتب خاور چوک مینار لاہور)بیس بڑے مسلمان عبدالرشید ارشد ص/۳۰۴(مکتبہ الرشید لاہور)ماہنامہ الحسن حضرت تھانوی نمبر ص/۴۸(اکتوبر ۱۹۸۷ء جامعہ اشرفیہ لاہور) مزید دیکھئے یادر فتگاں سید سلمان ندوی ص/۲۵۳ نزہۃ الخواطر عبدالحئی ج/۸ص/۵۶ تاریخ دارالعلوم دیوبند محبوب رضوی ج/۲ص/۵۱ مشاہیر علماء دیوبند فیوض الرحمٰن ص/۴۲ معماران پاکستان ص/۳۵۵ مفتی اعظم پاکستان ص/۲۲۶(البلاغ نمبر دارالعلوم کورنگی)

(۳۶)ماہنامہ الحسن حضرت تھانوی نمبر ص/۱۱۸(اکتوبر ۱۹۸۷ء جامعہ اشرفیہ لاہور)

(۳۷)فہرست تالیفات حکیم الامت ص/۶۶

(۳۸)ایضاً ص/۱۱۸

(۳۹)جمال القرآن مذکورہ مطبع اور ماہنامہ الحسن حضرت تھانوی نمبر ص/۲۷۸

(۴۰)ماہنامہ الحسن تھانوی نمبر ص/۲۷۹

(۴۱)فہرست تالیفات حکیم الامت ص/۶۹

(۴۲)مقدمہ جمال القرآن طبع مذکور

(۴۳)ماہنامہ الحسن تھانوی نمبر ص/۲۷۹

(۴۴)ایضاً

(۴۵)ایضاً

(۴۶)ایضاً

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

(۴۷)ایضا

(۴۸)ایضا

(۴۹)ایضا

(۵۰)آداب القرآن مذکورہ مطبوعہ ماہنامہ الحسن حضرت تھانوی نمبر ص /۲۷۹

(۵۱)علماء دیوبند کی قرآنی خدمات ڈاکٹر صلاح الدین ثانی ص /۶۰۷ تا ۶۳۴ (مقالہ پی ایچ ڈی سندھ یونیورسٹی جامشورو غیر مطبوعہ)

اس دور میں جو چیز محافظ ہے ہماری
قرآن ہے، قرآن ہے، قرآن ہے، قرآن
ایمان کی حفاظت تجھے مطلوب اگر ہے
قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلمان!

لدھیانوی

www.kitabosunnat.com

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امام دانیؒ اور علم قراءت

""اس میں شک نہیں کہ ''الدانی'' علم القراءات میں اپنے زمانے کے امام شمار کیے جاتے تھے اگرچہ حدیث میں بھی ان کا اعلیٰ مقام تھا جیسا کہ الحمیدی نے ان کے لیے ''محدث مکثر'' جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ڈاکٹر عبدالعلیم خاں

شعبہ دینیات، اے ایم یو، علی گڑھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں اندلس علم وثقافت کا اہم مرکز رہا ہے اور خاص طور پر شہر قرطبہ۔ وہ زمانہ عربی ثقافت کا سب سے بہتر زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ قرطبہ میں شعراء، ادباء، مفسّرین اور محدثین کی کثیر تعداد پائی جاتی تھی اور ساتھ ہی ساتھ علم قراءت وتجوید کی طرف بھی خاص توجہ دی گئی اور مقرئین کی ایک بڑی جماعت پیدا ہوئی جو نہ صرف اندلس بلکہ بلاد مشرقیہ میں بھی اس کا فیض جاری وساری رہا۔ قرطبہ کے علاوہ اندلس کا ایک دوسرا شہر "دانیۃ" خاص طور پر علم قراءۃ وتجوید کا ایک اہم مرکز رہا ہے اور اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ وہاں کے حاکم ابوالحسن مجاہد بن یوسف بن علی (م ۴۳۰ھ) خود مشہور مقری تھے اور علم قراءت وتجوید کے لیے بہت کوشاں۔ اس فن کی تحصیل کے لیے ایک خاص رقم وقف کر رکھی تھی جس سے طلبہ کے اخراجات پورے کیے جاتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اطراف وجوانب سے اس فن کے طالبین کشاں کشاں "دانیۃ" پہنچ گئے تھے اور اس طرح "دانیۃ" اس زمانے میں "علم القراءۃ" کا ایک اہم مرکز بن گیا تھا۔

اس دور کے مقرئین میں جو شہرت "ابو عمرو الدانی" کو حاصل ہوئی وہ کسی دوسرے کے حصے میں نہ آئی۔ سینکڑوں علمائے قراءات مختلف بلاد وامصار میں پھیل گئے لیکن ان کو وہ مقام نہ حاصل ہوا جو "ابو عمرو الدانی" کو دنیائے قراءۃ وتجوید میں مل گیا۔ "الدانی" صرف ایک مقری ہی نہ تھے بلکہ علم حدیث کے بھی مشہور علماء میں شمار ہوتے تھے۔ طرق حدیث، اسماء رجال پر ان کی گہری نظر تھی۔

ان کا نام عثمان، والد کا نام سعید، کنیت، ابو عمرو ابتداءً، "ابن الصیر فی" مشہور تھے۔ ان کا نسب نامہ اس طرح ہے۔

"عثمان بن سعید بن عثمان، بن سعید بن عمر الاموی" ابن الجزری نے "استاذ الاستاذین" و"شیخ مشائخ المقرئین" جیسے القاب ان کے لیے استعمال کیے ہیں۔

الدانی کے بہت زیادہ تفصیلی حالات تاریخ وسیر کی کتابوں میں نہیں ملتے ہیں۔ انھوں نے خود اپنے حالات اپنی کتاب "طبقات القراء" میں لکھے ہیں جو میرے علم کے مطابق طبع نہیں ہوئی ہے۔ بعد کے سبھی مورخین نے اسی کتاب سے خوشہ چینی کی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابن بشکوال نے اپنی کتاب "الصلۃ" میں الدانی کی ولادت کے بارے میں خود انہی کا قول نقل کیا ہے کہ الدانی نے اپنے والد کو کئی بار یہ کہتے ہوئے سنا کہ میری پیدائش ۳۷۱ھ میں ہوئی۔ لیکن معجم الادباء میں الدانی ہی کا قول اُن کے والد سے یہ نقل کیا ہے کہ الدانی کی پیدائش ۳۷۲ھ میں ہوئی۔ ہو سکتا ہے کہ معجم الادباء کے مصنف یاقوت کے سامنے طبقات القراء کا کوئی ایسا نسخہ رہا ہو جس میں ۳۷۲ھ لکھا ہو۔ یہ کاتب کی غلطی بھی ہو سکتی ہے۔

ان کی ابتدائی تعلیم کے بارے میں کہیں تفصیل نہیں ملتی۔ خود الدانی نے کہا ہے کہ میں بہت چھ تھا کہ میں نے پڑھنا شروع کر دیا تھا لیکن ابتدائی استاد کون تھا اور کس علم کی تحصیل سب سے پہلے کی اس کے بارے میں "الدانی" خاموش نظر آتے ہیں۔ لیکن باقاعدہ تعلیم کا آغاز "الدانی" کے قول کے مطابق ۳۸۵ھ کے بعد ہوا جب کہ اُن کی عمر ۱۴ سال کی ہو چکی تھی۔ یاقوت نے مصنف کی تعلیم کا آغاز ۳۸۶ھ لکھا ہے۔ المقری نے نفح الطیب میں لکھا ہے کہ الدانی نے باقاعدہ تعلیم کا آغاز ۳۸۷ھ میں کیا۔ بہر حال ان سنین کے اختلافات کے باوجود یہ بات مسلّم ہے کہ باقاعدہ تحصیل علوم کا سلسلہ ۳۸۵ھ کے بعد ہی ہوا۔ اس سے پہلے کی کوئی روایت مأخذ میں نہیں ملتی ہے۔

انھوں نے قرطبہ ہی میں تعلیم کا آغاز کیا۔ ابن الجزری نے غایۃ النہایۃ میں لکھا ہے کہ انھوں نے مندرجہ ذیل شیوخ سے قرآن اور اس کی مختلف قراءات کی تعلیم حاصل کی۔

(۱) خلف بن ابراہیم بن خاقان (۲) ابو الحسن طاہر بن عبد المنعم بن غلبونی (۳) عبد العزیز بن جعفر بن خواستی الفارسی (۴) ابو الفتح فارس بن احمد (ان سے سب سے زیادہ استفادہ کیا) (۵) ابو الفرج محمد بن عبد اللہ النجّاد (۶) محمد بن یوسف (مصنف کے ماموں) (۷) عبید اللہ بن سلمۃ بن خرم (۸) عبد اللہ بن ابی عبد الرحمان المصاحفی (ان سے ابن مجاہد کی "کتاب السبعۃ" کی سماعت کی۔

الصلۃ لابن بشکوال میں ہے کہ مصنف نے محمد بن عبد اللہ بن ابی زمنین الالبیری سے بھی بہت زیادہ روایت کی ہے اور خاص طور پر الالبیری کی تصانیف کی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اندلس کے مختلف شہروں میں الدانی حصولِ علم کے لیے سرگرداں رہے۔ خاص طور پر "اِسْتِجَہ" "مُجَاجِہ" اور "سَرقُسطہ" میں رہ کر القراءۃ اور حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ اندلس میں جہاں جہاں سے علم کی خوشہ چینی کر سکتے تھے اس میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا اور جب انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ اب علم کا خزانہ اندلس میں ختم ہو چکا ہے اور جو کچھ وہاں کے علماء اور شیوخ کے پاس تھا سب کچھ انھوں نے حاصل کر لیا ہے تو بلادِ مشرقیہ کی طرف ان کی نظر اٹھی اور انھوں نے یہ تہیہ کر لیا کہ اب علماء و شیوخ مشرق سے استفادہ کرنا چاہیے۔ اگرچہ اُس زمانے میں اہلِ اندلس مشرقی علماء سے استفادہ کرنا کچھ اچھا نہ سمجھتے تھے جب کہ مشرق میں بڑے بڑے علماء و شیوخ موجود تھے لیکن "الدانی" نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ بلادِ مشرق کا سفر کریں گے اور حتیٰ المقدور اپنی تشنگی بجھائیں گے۔ انھوں نے اس سلسلے میں بہت تفصیل سے اپنی کتاب "طبقات القراء" میں لکھا ہے۔ جس کو یاقوت الحموی نے "معجم الادباء" میں مختصراً ذکر کیا ہے۔

"الدانی" اپنے مشرق کے سفر کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں کہ "میں ۲ محرم ۳۹۷ھ کو اپنے وطن سے روانہ ہوا اور سب سے پہلے چار مہینے میں قیروان مین مقیم رہا اور وہاں علماء و شیوخ کی ایک بڑی جماعت سے ملاقات کی اور اُن سے بہت کچھ استفادہ کیا اور اس کو ضبطِ تحریر میں بھی لے آیا۔ پھر میں نے مصر کا رُخ کیا اور وہاں اسی سال (یعنی ۳۹۷ھ) کو ۲ شوال کو پہنچ گیا اور وہاں شوال ۳۹۷ھ سے ۳۹۸ھ تک مقیم رہا۔ یعنی ۱۵ مہینے۔ میں نے وہاں قرآن کی تعلیم حاصل کی یعنی قرآن کو مختلف قراءت کے ساتھ پڑھا۔ اس کے معانی و مفاہیم کو سمجھا اور ساتھ ہی ساتھ حدیث کی سماعت کی اور بہت سی حدیث کی کتابوں کو نقل کیا۔ پھر علم فقہ کے حصول کی طرف متوجہ ہوا اور اس میں مہارت حاصل کی۔ مصر میں صرف مصری علماء ہی سے استفادہ نہیں کیا بلکہ وہاں بغداد اور شام کے علماء سے بھی مستفید ہوا۔ پندرہ ماہ مسلسل قیام اور مستقل جستجو و حصول علم میں تگ و دو کے بعد میں نے مکّہ مکرمہ کا سفر کیا اور حج بیت اللہ سے مشرف ہوا اور وہاں خاص طور پر احمد بن محمد بن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بدر بن ابوالحسن البخاری اور احمد بن فراس ابوالحسن المکی العبقی سے علم حدیث حاصل کیا اور اُن سے روایت کردہ احادیث کو لکھا۔ پھر وہاں سے مصر آیا اور وہاں ایک ماہ قیام کیا۔ پھر میں مغرب (اندلس) واپس آیا اور سب سے پہلے چند ماہ قیروان میں مقیم رہا اور اسطرح ۳۹۹ھ میں اپنے وطن واپس آگیا۔"

الدانی کے مندرجہ بالا بیان سے واضح ہوتا ہے کہ وہ تین سال تک بلادِ مشرقیہ میں حصولِ علم کی خاطر سرگرداں رہے۔ ہمارے سامنے جو مآخذ ہیں اُن میں اُن شیوخ کے اسمائے گرامی نہیں ملتے جن سے الدانی نے براہِ راست کسبِ فیض کیا۔ بہر حال یہ بات بدیہی ہے کہ سینکڑوں شیوخ سے انھوں نے یقیناً استفادہ کیا ہوگا۔

الدانی جب ۳۹۹ھ میں قرطبہ واپس آئے تو وہاں "فتنۂ بربریہ" بھڑک چکا تھا اور "بربر" کی سلطنت کا قیام ہو چکا تھا، اور قرطبہ کی سیاسی فضا مسموم ہو چکی تھی۔ لیکن اس کے باوجود ہمارے مصنف کی علمی سرگرمیوں میں کمی نہ آئی۔ تدریس اور تصنیف و تالیف کے کام میں مشغول ہو گئے اور اپنے زمانے کے شیوخ میں شمار کیے جانے لگے۔ علم حدیث و تفسیر کی طرف انھوں نے زیادہ توجہ نہ کی اور صرف علم القراءات کی تدریس کی طرف اپنی ساری توجہات صرف کیں۔ اس سیاسی انتشار میں بھی ۴۰۳ھ تک قرطبہ میں قیام پذیر رہے۔ لیکن جب سیاسی حالات زیادہ ابتر ہو گئے اور بڑے بڑے واقعات رونما ہونے لگے تو مصنف کو قرطبہ کی سکونت راس نہ آئی۔ انھوں نے ۴۰۳ھ میں قرطبہ کو خیر باد کہا اور مشرقی اندلس چلے گئے جو "ثغر" کے نام سے موسوم ہے۔ اس سلسلے میں الدانی رقم طراز ہیں کہ:

"میں بلادِ مشرقیہ سے واپسی کے بعد ۴۰۳ھ تک قرطبہ میں رہا، پھر وہاں کی سکونت بھی ترک کی اور سات سال سَرَقسطہ میں رہا۔ پھر وہاں کی سکونت بھی ترک کی اور "دانیہ" ۴۰۹ھ میں آگیا۔ لیکن چند مجبوریوں کی وجہ سے اسی سال (یعنی ۴۰۹ھ) میں "مُیُورقہ" چلا گیا اور آٹھ سال تک وہاں مقیم رہا۔ پھر ۴۱۷ھ میں دانیہ واپس آیا۔"

بعض قرائن سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ "الدانی" کچھ دنوں مَرسِیّہ میں بھی قیام پذیر رہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور وہاں بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا کیونکہ مشہور مقرء ریحانۃ الاندلسیۃ نے مصنف کے سامنے قرآن پڑھا اور مصنف نے ان کو اس کا اجازہ بھی دیا۔

۴۱۷ھ میں مصنف دانیہ واپس آئے اور اپنی زندگی کے آخری لمحات تک (۴۴۴ھ) ۲۷ سال وہیں مقیم رہے۔ اس طویل قیام کی وجہ سے "الدانی" مشہور ہوئے ورنہ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا "ابن الصیرفی" کے لقب سے مشہور تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ "علم القراءات میں اپنے زمانے کے امام شمار کیے جاتے تھے۔ اگرچہ حدیث میں بھی اُن کا اعلیٰ مقام تھا جیسا کہ الحمیدی نے اُن کے لیے "محدث مکثر" جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ المقری نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ "ان سے بہت سے لوگوں نے حدیث روایت کی۔" لیکن اُن کی ساری توجہ علم القراءات کی طرف رہتی۔ اسی فن میں انھوں نے کتابیں لکھیں جن میں التیسیر فی القراءات السبع نہایت مشہور ہے۔

ابن بشکوال کی رائے میں بھی الدانی نے علم القرآت، اس کی روایات، اس کی تفسیر، اس کے اعراب کے بارے میں بہت عمدہ کتابیں لکھی ہیں جن کی کثیر تعداد ہے۔ وہ اپنے زمانے کے صاحب حفظ و ذکاوت لوگوں میں سے تھے۔ نہایت متقی، متدین اور معتدل راہ پر چلنے والے تھے۔

ابن الجزریؒ نے غایۃ النہایۃ میں اُن کے مسلک کی بارے میں لکھا ہے کہ وہ مالکی تھے۔ ساتھ ہی ابن الجزری اپنے شیخ عبداللہ بن محمد بن خلیل کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ "نہ اُن کے زمانے میں اور نہ اُن کے بعد کوئی شخص حفظ و اتقان اور تحقیق میں "الدانی" کی مثل ہوا۔ جب بھی الدانی سے کسی مسئلے کے بارے میں پوچھا جاتا تھا تو بہت تحقیق کے ساتھ سلف کے اقوال کے حوالے سے اس کا جواب دیتے تھے۔

ان کی وفات کے بارے میں ان کے ایک شاگرد ابوداؤد سلیمان بن نجاح رقم طراز ہیں کہ "شیخ الدانی نے ۱۵/ شوال بروز دوشنبہ ۴۴۴ھ کو دانیہ میں وفات پائی اور "باب اندارہ" کے قبرستان میں دفن کیے گئے اس وقت اُن کی عمر ۷۲ سال کی تھی۔ ان کے جنازے میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی کہ اس سے پہلے اتنا مجمع کثیر دیکھنے میں نہ آیا تھا۔" رحمہ اللہ تعالیٰ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امام شاطبیؒ اور علم قراءت

''شاطبیہ کی قبولیت کا ایک اہم سبب یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب علامہ شاطبی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بعد سلام عرض کیا یارسول اللہ اس قصیدہ پر نظر فرمایئے آپ ﷺ نے اس کو دستِ مبارک میں لے کر فرمایا ''ھی مبارکۃ من حفظھا دخل الجنۃ''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مولانا محمد اسد اللہ

شعبہ سنی دینیات، اے ایم یو، علی گڑھ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نزول قرآن کے بعد سے قرآن کی قرات کی جو اہمیت رہی ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ شروع ہی سے یہ صنف علم قرآن کے شیدائیوں کی توجہ کا مرکز رہی ہے جن کی کاوشوں کا مقصد "ورتل القرآن ترتیلا" کی عملی تفسیر پیش کرنا اور قرآن کو حسنِ صوت کے ساتھ انسانی ذہنوں میں مرتسم کرنا تھا۔

اس فن قرات کے سلسلے کی ایک اہم اور نمایاں ہستی "الشاطبی" ہیں جن کا نام محمد قاسم کنیت ابو القاسم اور ابو محمد ہے ان کے والد کا نام فیرہ اور دادا کا نام خلف بن احمد تھا۔

ان کا وطن مشرقی اندلس کا ایک شہر شاطبہ ہے جس کی نسبت سے وہ شاطبی کہلائے۔ ان کی پیدائش ۵۲۸ھ کے آخر میں ہوئی۔ اوائل عمر ہی میں بصارت سے محروم ہو گئے، لیکن یہ محرومی ان کے حصول علم و فضل میں کبھی رکاوٹ نہ بن سکی۔ اللہ تعالیٰ نے حددرجہ ذہانت عطا فرمائی تھی۔ شہر شاطبہ میں ہی ابو عبداللہ بن محمد کی زیرِ نگرانی تعلیم حاصل کی اس کے بعد وہ بلنسیہ چلے گئے جہاں انھوں نے ابوالحسن علی ابن محمد اور قاری عبداللہ بن محمد بن ابی العاص سے فن قرات کی تحصیل کی اور علم حدیث ابو عبداللہ محمد بن یوسف سے اور ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحیم خزرجی وغیرہ سے حاصل کیا۔ (۱)

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور موطا پر اتنا عبور تھا کہ جب طلباء ان کے سامنے پڑھتے تھے توان کے نسخوں کی صحت بھی کرا دیتے اور کثرت سے علمی نکات بھی بیان فرماتے۔ (۲)

جب آپ نے حج کے لیے سفر کیا تو اسکندریہ میں ابو طاہر احمد بن محمد السلفی سے ملاقات کی اور ان کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔ حج سے واپسی پر قاضی الفاضل (وزیر سلطان صلاح الدین) سے ملاقات کی وہ ان کے علم و فضل سے اتنے متاثر ہوئے کہ (انھوں نے شاطبی کو اپنے مدرسہ فاضلیہ میں صدر مدرس مقرر کر دیا۔ ۵۸۹ھ میں شاطبی نے بیت المقدس میں سلطان صلاح الدین سے ملاقات کی تھی۔۔ یہ وہ وقت تھا جب سلطان اس شہر کو عیسائیوں کے قبضہ سے نکال چکے تھے۔ وہاں سے واپسی پر وہ مدرسہ فاضلیہ میں ہی اقامت پذیر رہے اور تا حیات وہیں درس و تدریس میں مشغول رہے۔ (۳)

۲۸ / جمادی الثانی ۵۹۰ھ بروز یکشنبہ ۵۲ سال کی عمر میں مصر کے شہر قاہرہ میں وفات پائی اور وفات کے دوسرے دن قرافہ کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔ قاضی الفاضل

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معدّد بار ان کی قبر کی زیارت کے لیے جاتے رہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ "میں نے بارہا آپ کی قبر کی زیارت کی ہے وہاں دعا بڑی جلدی قبول ہوتی ہے۔(۴)

علامہ شاطبیؒ کے مزاج میں بے حد انکسار تھا اور خدا کی رحمت پر اتنا یقین تھا کہ مرض کے انتہائی شدید غلبہ کے دوران وہ دریافت کرنے پر بھی یہی جواب دیتے "ٹھیک ہوں" (بالعافیۃ)

علم قرات باوضو اور پُر تکلف لباس میں نہایت خشوع و خضوع اور انکسار کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ بقول ابن خلکان "حق تعالیٰ نے اُن کی ذات سے ایک عالَم کو فیض پہنچایا۔ میں نے مصر میں اُن کے بہت سے شاگرد دیکھے۔"

علوم قرآن میں قرات اور تفسیر سے خاص شغف تھا اور یہی علوم آپ کی شہرت کا باعث بنے۔(۵)

تصنیفات:

آپ کی کئی تصانیف شاطبیہ اور قصیدۂ رائیہ وغیرہ شہرت کی حامل ہیں اور یہ دونوں منظوم ہیں، شاطبیہ کا قافیہ حرف لام ہے اور اسی مناسبت سے اسے قصیدہ لامیہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں ۱۱۷۳ اشعار ہیں۔ مصنف نے اس کا نام " حرز الامانی ووجہ التھانی" رکھا تھا لیکن مصنف کے نام پر اس کی زیادہ شہرت شاطبیہ کے طور پر ہوئی۔ فی الحقیقت یہ عثمان بن دعید الدانی ۴۴۱ھ کی فن قرات پر ایک تصنیف کی منظوم شکل ہے جس کا نام الدانی نے التیسیر رکھا تھا۔

بقول یاقوت کے "شاطبی کے اشعار بے ڈھنگے اور مشکل ہیں" یہی وجہ ہے کہ ان کا سمجھنا قدرے مشکل ہو گیا اور اس وجہ سے اس کی متعدد شرحیں لکھی جاتی رہیں۔(۶)

قرطبی سے منقول ہے کہ جب آپ قصیدہ شاطبیہ کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو اس کو ساتھ لے کر بیت اللہ کے گرد بارہ ہزار طواف کیے جب دعا کے مقامات پر پہنچتے تو یہ دعا پڑھتے۔ "اللھم فاطر السموت والارض عالم الغیب والشھادۃ رب ھذا البیت العظیم انفع بھا کل من قرأ ھا۔" (۷) آپ فرماتے تھے کہ جو شخص میرا یہ قصیدہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے ضرور نفع پہنچائے گا کیونکہ یہ میں نے خالصاً للہ اسے نظم کیا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد مصنف نے غیر متحرک حروف کے صحیح تلفظ کا طریقہ بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ کس لفظ کو کب مقصور اور کب ممدود پڑھنا چاہیے اور ہمزہ کس طرح پڑھنی چاہیے بالخصوص اس وقت جب دو ہمزہ ایک ہی لفظ میں جمع ہو جائیں اس کے بعد تنوین اور امالہ وغیرہ سے متعلق ابواب ہیں۔ پھر انہوں نے قرآن مجید کی سورتوں کے سلسلہ میں قراءِ سبعہ کی مختلف قراتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ (۸)

بہر حال فن قرات پر نثر میں تصنیف شدہ کتابوں کے مقابلہ میں شاطبیہ کی مقبولیت کے بظاہر دو اسباب نظر آتے ہیں:

۱۔ طالب علم نظم کو زیادہ آسانی سے یاد کر لیتا ہے خواہ وہ اسے سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو۔

۲۔ دوسرے معلم کو مبہم اشعار پر تبصرہ کرنے کا اچھا موقع مل جاتا ہے اور وہ طلباء پر اپنی لیاقت کا سکہ اچھی طرح جما دیتا ہے۔

شاطبیہ کے متعلق طاش کبریٰ زادہ رقم طراز ہیں:

هی قصيدة التی سارت فی الامصار و طارت فی الاقطار و صار الی قبولها علماء الاعصار.

شاطبیہ کی قبولیت کا ایک اہم سبب یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب علامہ شاطبی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو انھوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بعد سلام عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس قصیدہ پر نظر فرمائیے۔ آپ ﷺ نے اس کو دستِ مبارک میں لیکر فرمایا" هی مباركة من حفظها دخل الجنة" (۹)

علماء فن قرات نے شاطبیہ پر مختلف انداز کے کام کیے ہیں۔ ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جنھوں نے شاطبیہ کی شرحیں لکھیں۔ مثلاً:

۱۔ ابو الحسن علی بن محمد السخاوی ۶۴۳ھ، شرح شاطبیہ
۲۔ ابو عبداللہ محمد بن احمد الموصلی ۶۵۶ھ، کنز المعانی
۳۔ ابو محمد قاسم بن احمد الاندلسی ۶۶۱ھ، المفید
۴۔ گیارہویں صدی ہجری کے ایک مصنف ملا علی قاری ۱۰۱۴ھ نے شاطبیہ پر بہت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محققانہ کام کیا ہے۔ انھوں نے ہر شعر کی صرفی اور نحوی تحقیق کی اور اشعار کی پیچیدگی کو دور کرنے کی بھر پور کوشش کی ہے۔ ملا علی قاری علی متن الشاطبیۃ۔ کچھ لوگ وہ ہیں جنھوں نے شاطبیہ پر تکملے لکھے ہیں۔ مثلاً ابو الحسن علی بن عمر الکتانی ۳۲۳ھ، التکملۃ المفیدۃ

کچھ لوگوں نے شاطبیہ کے خلاصے اور مختصرات لکھے۔ جیسے عبدالصمد تبریزی ۷۶۵ھ کی اختصار الشاطبیہ۔

قصیدہ رائیہ:

علامہ شاطبی کا دوسرا قصیدہ رائیہ ہے۔ اس میں تقریباً تین سو اشعار ہیں۔ یہ بھی قرآن مجید کی قرات کے موضوع پر ہے لیکن اس کا زیادہ تعلق تجوید سے ہے اور قصیدہ لامیہ کی طرح اس میں اختلاف قرات سے زیادہ بحث نہیں کی گئی۔ پہلے قصیدہ کی طرح یہ بھی کوئی نئی تصنیف نہیں بلکہ اسی موضوع پر الدانی کی کتاب کو منظوم شکل میں امام شاطبی نے پیش کر دیا ہے۔ یہ قصیدہ بھی حرز الامانی کی طرح مشکل ہے اور اس کی بھی مختلف شرحیں لکھی گئیں۔

علامہ شاطبی کا تیسرا قصیدہ تقریباً پانچ سو اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں ابن عبدالبر القرطبی کی کتاب التمہید کو منظوم کیا گیا ہے جس میں احادیث سے مستنبط مسائل فقہ درج کیے ہیں۔ راقم مقالہ کی نظر سے یہ قصیدہ نہیں گزرا مگر یاقوت کے لحاظ سے اس قصیدہ کے اشعار بھی مغلق ہیں۔ (۱۰)

بہر حال امام شاطبی نے فن قرات کے سلسلہ میں جو خدمت انجام دی ہے وہ فراموش نہیں کی جا سکتی اس خدمت نے فن قرات سے دلچسپی رکھنے والوں کو ہمیشہ اپنی طرف متوجہ رکھا اور مدرسین کو اس کی افہام و تفہیم کے سلسلہ میں جدو جہد میں مصروف رکھا ہے۔ اس لحاظ سے ان کا کام بہت وقیع اور قابل قدر ہے۔ اور اگر اس حیثیت سے دیکھا جائے کہ ایک ایسے شخص کا کام ہے جو بصارت سے محروم تھا۔ تو یہ ان لوگوں کے لیے نمونہ عبرت ہے جن کی بصارت صحیح و سالم ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شاطبیہ میں مصنف نے حمد و ثنا کے بعد قراء سبعہ کے نام بتائے ہیں اور ان مقامات کے تذکرہ کیا ہے جہاں ان کی قرات کو شہرت حاصل ہوئی جیسے مصنف کہتا ہے۔

فاما الکریم السرفی الطیب نافع
فذاك الذی اختار المدینۃ منزلاً

اس میں نافع بن ابو نعیم کے بارے میں بتایا ہے جو مدینہ کے رہنے والے تھے اور ان کے دو راویوں کا تذکرہ اگلے شعر میں کیا ہے جن کے نام قالون بن عیسیٰ م ۲۲۰ھ اور عثمان ورش م ۱۶۹ھ ہے۔

دوسرے قاری کا تذکرہ اس عنوان سے کیا ہے:

ومکۃ عبداللہ فیھا مقامۃ
ھو ابن کثیر کاثر القوم معتلا

یعنی عبداللہ بن کثیر جن کا قیام مکہ میں تھا اگلے شعر میں ان کی قرات کے بھی دو راوی بیان کیے ہیں ایک احمد البزی دوسرے محمد جن کا لقب قنبل تھا۔

تیسرے قاری ابو عمرو بن العلاء البصری کو اس طرح یاد کیا ہے:

اما الامام المازنی صریحھم
ابوعمر عمر ن البصری فوالد والعلا

قراء سبعہ میں چوتھا نام ابو عمرو د مشقی کا بتایا ہے اور ان کی قرات ہشام اور ابن زکوان کے ذریعہ مشہور ہوئی۔

کوفہ میں یکے بعد دیگرے تین قاریوں کی قرات نے شہرت پائی۔

ا۔ ابوبکر عاصم الکوفی۔ ان سے ابوبکر بن عیاش نے روایت کی جن کا نام شعبہ تھا۔ دوسرے راوی حفص بن سلیمان ہیں۔

کوفہ کے دوسرے قاری حمزہ ہیں، ان کی قرات خلاد اور خلف کے ذریعہ مشہور ہوئی۔
تیسرے کوفی قاری ابو الحسن علی الکسائی ہیں۔ ان کی قرات کے راوی ابو الحارث اور میمون بن حفص وغیرہ ہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حواشی

(۱) ظفر المحصلین باحوال المصنفین ص ۶۹، از محمد حنیف گنگوہی، دیوبند ۱۹۸۰ء

(۲) وفیات الاعیان ۳/ ۲۳۴، ابن خلکان، مصر ۱۹۴۸ء

(۳) دائرۃ المعارف الاسلامیہ، اردو ۱۱/ ۵۷۱

(۴) ظفر المحصلین باحوال المصنفین ص ۷۰

(۵) وفیات الاعیان ۳/ ۳۳۴

(۶) حوالہ دائرۃ المعارف اُردو ۱۱/ ۵۷۱

(۷) ترجمہ:- اے اللہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، غیب و حضور کی باتوں کو جاننے والے، اس عظیم گھر کے رب اس قصیدہ کے پڑھنے والے کو اس سے نفع دے۔

(۸) ملاحظہ ہو، رسالہ الشاطبیہ

(۹) ظفر المحصلین باحوال المصنفین ۷۱

(۱۰) ظفر المحصلین ص ۷۱

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام جزری رحؒ اور علم قراءت

”واقعہ یہ ہے کہ علامہ شاطبیؒ کے بعد فن تجوید و قرأت میں جو بلندی و مقام آپ کو حاصل ہے وہ بلاشبہ آپ ہی کا حصہ ہے اس پر کوئی دوسرا آپ کا شریک و سہیم نہیں ہے اور آپ کے بعد اس فن پر آپ کی کوئی نظیر اب تک پیدا نہیں ہوئی“

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مولانا محمد ارشد

دارالعلوم دیوبند، سہارنپور

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تمام آسمانی کتابوں میں صرف قرآنِ کریم کو یہ امتیاز و اختصاص حاصل ہے کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود خدائے پاک نے لی ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:

انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون. الآیۃ

"ہم نے ہی اس ذکر (قرآن) کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

اور چونکہ اس عالم کو اللہ جل شانہ نے عالم اسباب بنایا ہے اور سنت اللہ یہی رہی ہے کہ اس عالم کے متعلق اللہ تعالیٰ کے تکوینی و تشریعی فیصلے عموماً اسباب ہی کے تحت رونما ہوتے ہیں۔ اس لیے حفاظتِ قرآن کے مذکورہ وعدہ کی تکمیل بھی اللہ جل شانہ نے یوں فرمائی کہ ہر دور میں ایسے نفوس قدسیہ، ارباب علم و معرفت، علمائے محققین اور عارفین ربانیین کو پیدا فرماتا رہا جنھوں نے اپنی پوری زندگی قرآنِ کریم کے الفاظ و معانی کی حفاظت کے لئے وقف کردی، کسی بھی مرحلہ میں ذرہ برابر یہ گوارہ نہ کیا کہ قرآنِ کریم کے اندر لفظاً یا معناً کوئی کسی قسم کی تحریف و تبدیلی پیدا کر سکے۔

اگر حضرات محدثین اور فقہاء کرام نے اس کے معنوی پہلو کی حفاظت پر توجہ دی تو حضرات حفاظِ کرام اور مجوّدین و قراء عظام نے اس کے الفاظ کو مکمل طور پر محفوظ رکھا اور اس طرح قرآنِ عظیم کے الفاظ و معانی مکمل طور پر طبقاً عن طبقۃ محفوظ رہے اور انشاء اللہ تا قیامت اپنی اصل شکل و صورت میں محفوظ رہیں گے۔

بعض شخصیتیں اللہ تعالیٰ نے ایسی پیدا فرمائیں جو حفاظت الفاظ و معانی دونوں کی حامل تھیں۔ جنھوں نے اگر ایک طرف اس کے معانی صحیحہ لوگوں تک پہنچائے تو دوسری طرف اس کے الفاظ کا طریقہ ادا بھی لوگوں کو سکھلایا بلکہ آئندہ نسلوں کے لیے اس کو مختلف کتابوں کی شکل میں محفوظ کر گئے۔ انھیں ہمہ جہت اور نابغہ روزگار شخصیتوں میں سے آٹھویں اور نویں صدی کی معروف و مشہور شخصیت "المقدمۃ الجزریہ" اور "النشر" کے فاضل مصنف محقق ابن الجزری بھی ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نام و نسب

آپ کا نام نامی محمد، کنیت ابوالخیر اور لقب شمس الدین ہے۔ آپ کا اصلی اور پیدائشی وطن دمشق ہے۔ جزیرۃ ابن عمر کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ الجزری سے معروف و مشہور ہیں۔ تاریخ پیدائش ۱۵/رمضان المبارک ۷۵۱ھ ہے۔ عالم کبیر علی محمد الضباغ نشر کبیر کے دیباچہ میں لکھتے ہیں: ولد رحمه الله بدمشق الشام فى ليلة الخامس والعشرين من شهر رمضان سنة احدى وخمسين وسبع ماته وفى المنح الفكرية لملا على قارئ. "الجزرى نسبة الىٰ جزيرة ابن عمر ببلاد مشرق كذاذكره المصنف ومتبعه من بعده فى اجماله (المنح، ص ۳۰)

ذہانت و حافظہ

آپ پیدائشی طور پر نہایت ذہین و فطین اور زبردست قوتِ حافظہ کے مالک تھے جس کے قائل خود آپ کے وہ اساتذہ کرام بھی تھے جن کے سامنے آپ نے حصولِ علم کے لیے نیاز مندانہ طریقہ پر زانوئے تلمذ تہ کیا تھا۔ چنانچہ آپ کے علم حدیث میں اشتغال کا قصہ یوں پیش آیا کہ ایک روز آپ کے بعض اساتذہ نے آپ کے فہم و فراست کی تعریف کی اور آپ کو علم حدیث حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

علامہ شمس الدین الدمیری لکھتے ہیں:

ان سبب اشتغاله بالحديث بعد ان كان مكبا على علم القراء ة ان بعض اشياخه قال له ذات يوم إن علم القراء ةكثيرا لمحنة قليل الجدوى وانت رائق وفهمك فائق ومن كان هكذافعليه بعلم الحديث فاجتهد فيه حتى حفظ مائة الف حديثاً باسنا دها. (فہرالفہارس نمبر ۳۳ ج ا، از علامہ عبدالحی الادریسی الکتانی)

علم قرات اور دیگر علوم کی تحصیل

حفظ قرآن، مختصر علم قرات اور ابتدائی تعلیم کے بعد آپ ۷۶۸ھ میں حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ میں وہاں کے خطیب ابو عبداللہ محمد بن صالح، م۷۸۵ھ سے علم قرات کے اندر مزید استفادہ کیا۔ اس طرح ابن السائغ اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابن الجندم ۷۶۹ھ سے علم تجوید و قرأت کی تحصیل کی اور دمشق واپس ہو گئے۔

پھر دوبارہ مصر کی جانب آئے اور وہاں ابن الصائغ سے مزید چند کتابیں پڑھیں، اور اس کے بعد ابن البغدادی سے اربعہ عشرہ "ماسوا یزیدی" پڑھا۔

اس طرح آپ نے تحصیل علم تجوید و قرأت کے لیے مختلف بلاد و امصار کا سفر کیا اور وہاں کے علمائے وقت سے بھرپور استفادہ کیا۔

علم تجوید و قرأت میں آپ کے شیوخ کی تعداد چالیس بتائی جاتی ہے۔

دمشق میں علم حدیث آپ نے حافظ شرف الدین عبد المومن الدمیاطی اور علم فقہ امام اسنوی م ۷۷۲ھ سے حاصل کیا۔ نیز افتاء کی اجازت آپ کو شیخ الاسلام حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر، م ۷۷۴ھ، شیخ السلام علامہ بلقینی اور شیخ ضیاء الدین سے بھی حاصل ہوئی اس کے علاوہ اور بھی مختلف ارباب علم و معرفت محققین علماء سے آپ کو مختلف علوم کے اندر اجازت حاصل ہوئی۔

درس و تدریس

مختلف علوم و فنون سے فراغت کے بعد متصلا آپ نے تدریس کا کام شروع کر دیا۔ چنانچہ جامع اموی میں قبہ منبر کے نیچے بیٹھ کر آپ نے کئی سال درس دیا۔ ۷۹۳ھ میں آپ کو شام کا قاضی مقرر کیا گیا، تقریباً پانچ سال تک مصر میں قیام فرمایا، اس دوران آپ سے بہت بڑی تعداد نے فن تجوید و قرأت میں استفادہ کیا اور نہایت اہتمام کے ساتھ آپ سے قرأت کی تکمیل کی۔ جن میں ابن ناظم، ابو بکر احمد، شیخ محمود حسین بن سلیمان الشیرازی، شیخ ابو بکر بن مصبح الحموی، شیخ نجیب الدین عبد اللہ بن قطب بن الحسن البیہقی، شیخ احمد بن الحجازی الضریر وغیرہم حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

پانچ سال کے بعد حکومت مصر سے بگاڑ کے نتیجے میں آپ روم تشریف لے گئے اور وہاں تقریباً سات سال تک بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ قیام پذیر رہے۔ یہاں بھی آپ علم قرأت و حدیث کی اشاعت کرتے رہے اور تمام تشنگان علوم کو سیراب کرتے رہے۔ چنانچہ تمام ممالک اسلامیہ میں خصوصیت کے ساتھ آپ کو فن تجوید و قرأت کا امام تسلیم کیا گیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

روم میں قیام کے دوران جن حضرات نے آپ کے سامنے نیاز مندانہ طور پر زانوئے تلمذ تہ کیا اور آپ سے تجوید و قرأت کی مکمل طور پر تکمیل و تحصیل کی ان کی فہرست بھی طویل ہے۔

جن میں شیخ احمد بن رجب، شیخ سلیمان الرومی، شیخ عوض بن عبداللہ، فاضل علی پاشا وغیرہم حضرات خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔

سلطان بایزید کے انتقال کے بعد ۸۰۵ھ میں فتنہ تیمور لنگ کے نتیجہ میں آپ کو اس کے مترجم کی حیثیت سے ماوراء النہر جانا پڑا اور تقریباً تین سال تک وہاں شیر و کش اور سمرقند میں تدریس کا کام انجام دیتے رہے۔ یہاں جن حضرات نے آپ سے فن تجوید و قرأت میں استفادہ کیا ان میں شیخ عبدالقادر الرومی، حافظ بایزید الکتنی اور حافظ محمود المقری، شیخ القراۃ شیر و کش خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

الغرض آپ جہاں بھی قیام پذیر رہے تشنگانِ علوم کو اپنے تحقیقی علوم سے سیراب کرتے رہے۔ روئے زمیں کے جس خطہ میں بھی آپ تشریف لے گئے، مختلف اربابِ ذوق آپ سے علوم کے اندر مکمل طور پر فیضیاب ہوئے۔

۸۰۷ھ میں امیر تیمور کے انتقال کے بعد آپ خراسان گئے، وہاں سے شیراز چلے گئے۔ میر محمد والی شیراز کے اصرار پر کچھ عرصہ عہدۂ قضا سنبھالی، پھر تجوید و قرأت کے لیے مدرسہ دارالقراء قائم کیا۔

پھر حرمین شریفین چلے گئے اور دو سال مقیم رہے۔

آخر میں آپ ۸۲۷ھ میں شیراز لوٹ آئے اور اس کے بعد تاحیات یہیں مقیم رہے اور ۸۳۳ھ میں آسمان علم و عمل کا یہ درخشندہ آفتاب یہیں پر غروب ہو گیا۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

آثار و تصانیف

جیسا کہ پہلے گذرا کہ آپ صرف فن تجوید و قرأت ہی کے امام نہ تھے بلکہ دیگر علوم حدیث و تفسیر اور فقہ و فتاوٰی کے اندر بھی آپ کو تبحر کا مقام حاصل تھا، چنانچہ ان علوم کے اندر بھی آپ نے مختلف اہم کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے التوضیح فی شرح المصابیح، الہدایہ فی فنون الحدیث، البدایہ فی علم الروایہ، عقد اللآلی فی الاحادیث المسلسلۃ العوالی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الاولویۃ فی احادیث الاولیۃ، کفایۃ الالمعی فی آیۃ یا ارض ابلعی، الحصن والحصین من کلام سید المرسلین المسند الاحمد فیما یتعلق بمسند احمد وغیرہ خصوصیت کیساتھ قابلِ ذکر ہیں۔

فن تجوید و قرأت میں آپ کی تصانیف

چونکہ آپ کا خاص فن اور مرکز توجہ فن تجوید و قرأت تھا اور آپ کی زیادہ مشغولیت اسی فن کی تدریس نیز تصنیف و تالیف میں رہتی تھی اس لیے اس فن میں خاص طور پر آپ کے عظیم المرتبت تلامذہ اور شاگردان رشید پائے جاتے ہیں جیسا کہ مختصر طور پر بعض مخصوص تلامذہ کا تذکرہ گذر چکا ہے، نیز فن تجوید و قرأت میں آپ نے کثیر مقدار میں نہایت گراں قدر اور اہم ترین کتابیں تصنیف کی ہیں جن کی تعداد ایک درجن سے زائد ہے۔

یہ تمام کتابیں فن قرأت میں ایک عظیم شاہکار کا درجہ رکھتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ میں شائقین علم قرأت کے لیے آپ کی یہ تصانیف ماخذ و مرجع رہتی ہیں اور ارباب ذوق و شوق ہمیشہ تجوید و قرأت کے مسائل کی تحقیق کے لیے آپ کی ان کتابوں کے خوشہ چیں رہتے ہیں اور آج بھی آپ کا یہ فیض عام جاری ہے۔

مورخ ابن العماد تحریر فرماتے ہیں:

"انتفع الناس بکتبه وسارت فی الآفاق سیر الشمس"

آپ کی وہ عظیم المرتبت تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ تحبیر التیسیر فی القرأت العشر۔ یہ علامہ دانی کی التیسیر فی السبعہ کا تکملہ ہے۔

۲۔ نہایۃ الدرایات فی اسماء رجال القرأت المعروف بہ طبقات القراء کبریٰ

۳۔ غایۃ النہایۃ فی اسماء رجال القرأت المعروف بہ طبقات القرا صغریٰ۔ یہ نہایت الدرایات کا اختصار ہے۔ یہ دونوں کتابیں قرا کے حالات اور تذکرہ میں ہیں اور دورِ صحابہؓ سے لے کر علامہ جزریؒ کے دور تک کے قرا کرام کے احوال اس میں درج ہیں۔

۴۔ اتحاف المخصرۃ فی تتمۃ العشرۃ۔

۵۔ غایۃ المحصرۃ فی الزیادۃ العشرہ، یہ کتاب محشرۃ کے بعد والی شاذ قرأت میں ہے۔

۶۔ الدرۃ المضیہ (منظوم)، یہ سبعہ کی بعد والی تین قرأت کے سلسلہ میں ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۷۔ الطیبۃ فی العشرۃ (منظوم)۔
۸۔ تقریب النشر، یہ نشر کا خلاصہ نثر کے اندر ہے۔
۹۔ الاھتداء الی معرفۃ الوقف والابتداء
۱۰۔ الظرائف فی رسم المصاحف
۱۱۔ التمہید فی التجوید
۱۲۔ النشر فی القراءۃ العشر (نشر کبیر)
۱۳۔ المقدمۃ

النشر اور المقدمۃ الجزریہ

یوں تو آپ کی یہ تمام تصانیف ہی نہایت عظیم الشان اور محققانہ ہیں مگر ان میں سے دو کتابیں "النشر" اور "المقدمۃ الجزریہ" خصوصی مقام واہمیت اور شہرت و مقبولیت کی حامل ہیں۔

"النشر" دو ضخیم جلدوں میں تقریباً نو سو چوراسی صفحات پر مشتمل ہے اس میں آپ نے مسائل تجوید و قرات کی ایسی تحقیق کی ہے، جو بلا مبالغہ "بما لا یزید علیہ" کا نظیر ہے۔ اس کتاب میں فن تجوید و قرات کے اندر دوبارہ ایک نئی روح اور زندگی پیدا ہوگئی ہے۔ حضرت محقق علام نشر کے اندر خود رقم طراز ہیں:

فھو فی الحقیقۃ نشر العشر ومن زعم ان ھذاالعلم قدمات قیل له حی بانشر

اس کتاب کے مطالعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت محقق علام کو اس فن کے اندر کس قدر وسعت و تبحر اور تحقیق و تعمق حاصل تھا اور کس قدر عظیم المرتبت آپ امام فن تھے۔ الاستاذ الکبیر علی محمد الصباغ کے الفاظ ملاحظہ ہوں، دیباچہ نشر میں لکھتے ہیں:

ان فی کتاب العشر فی القرات العشر لا صدق التباشیر واوضح الادلة علی نباھة مولفه وعلو شانه وسمّو مرتبه فی ھذه االفن الجلیل حتی لقب امام المقرئین و خاتمـة الحفاظ المحققین۔

صاحب کشف الظنون اس کے بارے میں لم یسبق الی مثله کے الفاظ تحریر کرتے ہیں۔ اسی طرح علامہ حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے بھی بڑے بلیغ الفاظ میں اس کی مدح سرائی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

انشاء اللہ

الاشرف کے قرآن نمبر کی چھٹی جلد بھی "تجوید و قرأت" کے موضوع پر ہوگی۔

- مشہور قرّاء کا تذکرہ اور ان کے ایمان افروز واقعات
- تعلیم حفظ و قرأت کے لئے جامع ہدایات
- تجوید کا ارتقاء - ماضی اور حال
- کیا قراآتِ سبعہ ایک عجمی سازش ہے ؟ -- ایک چبھتا ہوا سوال -- دو مختلف نقطہ ہائے نظر
- وہ تمام مضامین جو جلد نمبر ۵ میں شائع نہیں ہو سکے وہ جلد نمبر ۶ میں شامل ہوں گے
- تجوید کے موضوع پر ایک جامع دستاویز ایک تاریخی پیشکش ایک لاجواب تحفہ --

نوٹ : قرآن نمبر کے بارے میں تاثرات صفحہ ۱۲، ۸۸ اور صفحہ ۲۵۲ پر ملاحظہ فرمائیں

ادارہ الاشرف